

مَنْ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

شکرا احمد والحمد لله رب العالمین مساعی جمیلہ سے رسالہ



سبب انیش طیب نامی درمیس کرامی جناب حکیم محمد عبدالقدوس حسنا

مطبع دارالاصلاح مطبعہ مصطفیٰ خان صاحب

سلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خداوند اتوشتنشاہ تیری عالی بارگاہ ہو تو مخلوقات پر حکمران ہی تیری فرما کا تابع سارا جہاں
 ہو تو نے ہلکو اور اک کا پتلا بنایا تاکہ ہم فطرت شان کو سمجھ کے تیری عبادت کریں تجھی کو اپنا خالق
 موجود حقیقی جان کے تیری ہی ہو رہیں تو نے ہماری تعلیم و ارشاد کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو بھیجا تاکہ تیری احکام ہم تک پہنچائیں تیری خوشنودی و رضا مندی کا طریقہ بتا کر
 بہشت کا راستہ دکھائیں اگر ہم بہت قضا ہی بشریت گناہ کی دلدل میں پھنس رہیں تو ہماری
 دستگیری فرمائیں تیری بارگاہ میں ہماری طرف سے عذر کر کے مواخذے سے بچائیں او کی آل
 و اصحاب رضی اللہ عنہم نے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اچھی طرح ہم تک پہنچایا
 امر و نہی کا طریقہ خوب سکھایا تیرے توفیق سے او کی سعی مشکور ہوئے فیض تعلیم سے دنیا معمور ہوئی
 اب فقیر حقیر وکیل احمد سکندر پوری عرض کرتا ہوں کہ اس زمانہ پر شور میں غضب کا تعصب
 بڑھ گیا ہے بعض حضرات جواز استغاثہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و جواز توسل اولیاء اللہ
 رضی اللہ عنہم کا بر لا انکار فرماتے ہیں بدعت و شرک کو بچا بنا کر اہل سنت کو ڈراتے ہیں
 بے سمجھے بوجہ دلائل پیش کرتے ہیں اہل سنت کو سخت گوئی سے دلہیز کرتے ہیں اس لیے معنی

و جواز توسل
 رسالہ دوسرا

چاہا کہ خاص اس بحث میں ایک رسالہ جسکا نام وسیلہ جلیلہ ہو تحریر کیا جائے اچھی طرح مخالفین کا جواب دیا جائے تاکہ اہل سنت کو اطمینان ہو مخالفین کی تقریر سے کسی کا دل نہ پریشان ہو لیکن ابتداء سے اتنا تک محققانہ طور پر ہوا وسکا سامان ہی کچھ اور ہو تو تقریر اسکی نہ دیدہ ہو نہ شنیدہ ہو بہر طرف صدای اہل من فرید ہو تو مصعب کا نام نہ ہو سوا سی تحقیق کے کچھ کام نہوا اگر مخالفین آیات و احادیث کی معافی نہ سمجھی تو ہم ناواقف نہ ٹھہرائیں بلکہ ہمارا کام یہ ہے کہ ہندی کی چندی کر کے انکو سمجھائیں اگر وہ مجوزین توسل و استغاثہ کو مشرک کہیں ہم تقریر رفع الزام کو نہایت لیفت سی بیان کر کے چپ رہیں ہم اس سلسلے میں یہ نہیں چاہتی کہ انکی سخت کلامی کا جواب ترکی بہ ترکی دیا جائے بلکہ ہم تقریر میں ہی چاہتی ہیں کہ کام نرمی سے لیا جائے گا لیان دیتی دیتی آخر تنہا کنگے خرافات کماں تک لیکن خداوند کریم اس سلسلے کو جو خالصاً لوجه اللہ کریم ہی ہماری نجات کا وسیلہ کری معاصی کی مغفرت کا حیلہ کری وَ مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ هُوَ حَسْبِي وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ جانا چاہیے کہ وسیلہ نفع سبب کو کہتی ہیں صراح میں ہر وسیلہ سبب توسل نزدیکی جستن پیمیزی فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے ہی مَا يُقْتَضِبُ بِهِ إِلَى الْكَبِيرِ يَقَالُ تَوَسَّلْتُ أَيْ تَقَرَّبْتُ لِبَيْدِ كَاشِعِهِ

ادى الناس لا يدون ما قد امر هو | الا كل ذى لب الى الله واسل

شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

در میر و وزیر و سلطان را | بے وسیت مگر د پیر امن

استغاثہ فریاد چاہنے کو کہتی ہیں صراح میں ہر استغاثہ فریاد خواستن دعا بمعنی استغاثہ ہر مجمع البحاہری ادعوا فی استعجب لکم ای استغثوا اذا نزل بکم خبر استعانت و استمداد طلب مرد کو کہتی ہیں تشفع کے معنی شفاعت کر نیکی ہیں صراح میں ہر تشفع شفاعت کردن شجود بمعنی توجہ ہر شفاعت السقام فی زیارة خیر الانام میں علامہ تقی الدین علی بن عبد الکا فی سبکی تحریر فرماتے ہیں التوجہ فی معنی التوجہ غرض یہ ہے کہ اگرچہ ماوی ان الفاظ کی مختلف ہیں کچھ کہہ معانی میں ہی اختلاف نظر آتا ہے مگر سب کا مصداق و مال ایک ہے جو ب ہماری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر میں توسل کیا تو جس طرح ہم بلا اس توسل کی توسل ہیں اسی طرح بلا خدا و خداستکی داعی و بسبب فریاد چاہنے کے مستغث و بسبب مدد چاہنے کے مستعین و مستدر و بلا بلا شفاعت چاہنے کے مستشفع و بخیا طلب

توجہ کی متوجہ جب ان الفاظ کا مدلول ایک ہی ٹھہرا تو جب انکا استعمال کیا جائیگا بلا کسی نہ مدلول میں کسی طرح کا امتیاز ملحوظ نہ ہوگا مگر اس مدلول کا انحصار کچھ انہیں چند الفاظ میں نہیں ہو سکتا بلکہ ہر باطن میں اس مقوم کی ایسی الفاظ معین ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاءہم رضی اللہ عنہم سی توسل و استغاثہ کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت توسل و استغاثہ کسی امر میں بذریعہ جاہ و برکت انبیاء و اولیاء اللہ کی عام ازین کہ وہ امر مقدور و شہر ہو یا نہ ہو چنانچہ یہ دو برائے عیان حسب حال و مقال ہیں

یارب محمد صلی و آلہ	یارب محمد صلی و آلہ
از لطف بر آرا جتم در دوسرا	از لطف بر آرا جتم در دوسرا
یارب بر سالت رسول اطفالین	یارب بر سالت رسول اطفالین
عصیان مراد و حصہ کن عرصا	عصیان مراد و حصہ کن عرصا
یارب سبحین حسن ال عبا	یارب سبحین حسن ال عبا
در منت خلق یا علی الاعلی	در منت خلق یا علی الاعلی
یارب بغیرا کنندہ بدر و خنین	یارب بغیرا کنندہ بدر و خنین
نیچے حسن بخیش نبوی حشین	نیچے حسن بخیش نبوی حشین

یہ صورت متعارف ہو چکے لوگوں کے سامنے جب اوکی کسی مغز کی جاہ و برکت کی فریاد یا پنی حاجت روائی چاہتے ہیں تو خواہ مخواہ اوکی حاجت روائی کیجاتی ہو جب باپ کی سامنے بیٹی کا نام لیتے ہیں تو شفقت پدری سائل کی انجام مرام کی طرف اس قدر توجہ ہوتی ہو کہ اگر یہ وسیلہ نہ ہوتا تو شاید ہرگز اس قدر جوش نہ ہوتا جب کسی رئیس جو آدمی سامنے اوکی کسی مغز عمدہ دار کا نام لیا جاتا ہو تو خواہ مخواہ اوکا طبعی میلان ٹہر جاتا ہو اس قسم کا توسل جس طرح دنیا میں سکھ رائج ہو اسی طرح شاہنشاہ حقیقی کی عالی بارگاہ میں انہیں جہانگیر کی غور کیا کسی قسم کی برائی نہیں پائی گئے بیشک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاءہم رضی اللہ عنہم خدا تعالیٰ کی مقرب بندی ہیں چنانچہ توسل دریا کی حمت ایزدی کو جوش میں لاتا ہو اور یہ بھی ممکن ہو کہ جب اسطور پر توسل کیا جاسی فرشتے وسیلہ کو اوپر مطلع کرتی ہوں اور وسیلہ جناب باری میں دعا کرتی ہوں کہ باعث انجام مرام ہوتا ہو اس تقدیر پر صورت اول و دوم کا مال ایک ہی شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ توسل بخیر صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سے جائز نہیں و التخصیص فی اخلاص کلمۃ التوحید میں قاضی شوکانی نے شیخ عزالدین کا تعاقب کیا ہو اور توسل کو عام طور پر جائز لکھا ہو چنانچہ کہتے ہیں و عندی انہ لا وجہ لتخصیص جواز التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کما نہ عمہ الشیخ عزالدین بن عبدالسلام یعنی ہمارے نزدیک کوئی دلیل اس بات پر نہیں پائی جاتی کہ توسل کو جوازاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہو جیسا شیخ عزالدین بن

توسل کی پہلی صورت یہ ہے کہ بذریعہ جاہ و برکت انبیاء و اولیاء اللہ کی توسل کیا جائے

اس مسئلہ میں جان جان قاضی شوکانی دس بار کا کلام استناد و اندر دوسری صورت اتمام حجت مقصود ہے

عبدالسلام کا خیال ہو اچھا لہٰذا یوں کہنا جائز ہے کہ اسی ہجرت یا وجاہت فلان نبی یا ولی کی ہماری حاجت بر لا اس لیے کہ نبیاء اللہ و اولیاء اللہ کی حرمت و وجاہت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عالی بارگاہ میں علم ہو اور یوں بھی کہنا روا ہو کہ اسی بحق فلان نبی یا ولی کے ہماری حاجت بر لا شیخ سعدی فرماتی ہیں ۷

خدا یا بحق بنی فاطمہؑ کہ بر قول ایمان کنم خاتم

چنانچہ مجوزین کی دلیل اول میں اسکی تحقیق لکھی جائیگی و دوسری صورت انبیاء الہیاء و اولیاء اللہ سے سفارش یا دعا کی درخواست کیجائی جیسے ۷

بنی الودی ضاقت بنی السال فی الودی
فسل خالقہ تضرعہ کسر بی فانہ
وانت لما املت فیہ جدیدہ
علی فرجی دون الا بنام قدیرہ

عالم اسباب میں سلاطین کی طرف سے وزراء و اہل خدمات جلیلہ کی ماموری اس لیے ہو کرتی ہے کہ یہ لوگ قواعد و ضوابط سلطانی کو عام رعایا تک پہنچائیں تا رعایا متاشی کو سمجھ کے بادشاہ کی احکام کو پوری تعمیل کریں اگر وزراء کا توسط نہ ہوتا تو سخت وقت واقع ہوتی اس لیے کہ عام رعایا کو نہ ایسی رسائی ہوتی ہے جس سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کے اس کے قوانین کو استفسار کریں ایسی سمجھ کہ بطور خود ایسی قوانین کا استخراج کریں کہ قوانین سرکاری میں اور ان میں سرسوز فرق نہ ہو بطرح ہم کو قوانین حاصل کرنی یا سمجھنے میں وزراء و اہل خدمات کی توسط کی ضرورت ہے اسی طرح جب کسی بادشاہ ذی جاہ سی ملنا یا کسی مطلب کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے تو پہلی اس کی وزیر یا کسی امیر یا توفیر سے ملکر عرض کرتے ہیں مجھے بادشاہ کی خدمت میں تقرب حاصل کرنا ہے یا مجھے منصب یا جاگیر کی خواہش ہے یا فلان قصور جو مجھ سے سرزد ہوا ہے اور بادشاہ کا مجھے عتاب ہے یا اس کی عتاب کا خوف ہے اس لیے چاہتا ہوں کہ آپ مجھی بادشاہ تک پہنچا دیں یا کہ سبکی منصب و جاگیر لوں یا قصور معاف کر دیں تو عموماً وزیر و امیر اس حاجت روائی کو ذریعہ ثواب و عزت سمجھتے ہیں اور موقع پاکی بادشاہ کی خدمت میں عرض ہی کر دیتے ہیں جبیر بادشاہ خواہ مخواہ لحاظ فرماتا ہے اوس غریب کا مطلب بر آتا ہے جن لوگوں کو اہل دنیا سے سابقہ پڑا ہے یا اونکی حالات سے بخوبی واقف ہیں وہ اچھی طرح اس امر کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ کسی بادشاہ یا کسی رئیس تک پہنچنا یا اپنی حاجت کا پیش کرنا یا کسی مطلب کا حاصل کرنا عام ازینکہ

فصل دوم در صورت تضرع بنیاء و اولیاء اللہ و سفارش یا دعا کی درخواست کیجائی

جلبغ کی لٹی ہو یا قلع ضرر کنی واسطے بدون توسط کسی وزیر یا امیر کی ہون نہیں سکتا بلکہ وزیر یا امیر تک
پونچنے کو بیشتر اوقات واسطے درکار ہوتی ہیں دنیا میں شاید فیصدی پانچ آدمی ایسی ہوں تو ہوں جو
بدون ذریعہ وسیلہ کی بادشاہ تک پونچکر کامیاب ہو گئی ہوں نبوت و رسالت ہی اسی اصول پہنچنے
انبیاء و رسل صلوٰۃ علیہم اجمعین اس لٹی مبعوث ہوئے کہ احکام الہی کو مکلفین پر پونچائیں اگر مکلفین کی
عقل تفصیل احوال جنت و نار و طلاق و حصول و احتراز کو مستقل طور پر سمجھ سکتی یا اوامر و نواہی
کا استخراج کر سکتی تو رسالت کی احتیاج کیون ہوتی ہر شخص اپنی اپنی عقل کے زور سے احکام الہی
کا پابند ہوتا ایسی صورت میں یہ بھی ضرور ہوتا کہ انسان عموماً عقول میں ہمسایہ تہ الاقوام ہوں
تاکہ عقول امر و نہی و حلت و حرمت ہر ہر اشیاء میں متفق ہوں اگر آپس میں اختلاف ہوتا تو ایک عقل
ایک چیز کو فرض کہتی دوسری واجب تیسری حرام چوتھی مندوب پانچویں مباح یا ایک عقل ایک
شی کو حلال کہتی دوسری حرام تو معاً و انس کے قدر ہر لونگسچ جاتا ان فرض حسب طرح ہم ہر احکام میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہیں بدین ان کی توسط کے ہم تک احکام نہیں پونچ سکتے اور نہ ہم
احکام کو سمجھ کر اس کی تعمیل کر سکتے مثلاً اگر ہم کو صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کی معنی مشکوٰۃ نبوت نبی تبنا
جاتے تو کیا ہماری عقل اس امر پر قادر تھے کہ وہ سمجھتے یا خود اپنی طرف سے ٹھیک ٹھیک تعمیل کرانی
ہرگز نہیں اسی طرح ہم کو اپنی حاجات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رضی اللہ عنہم کی توسط
کی نہایت ضرورت پڑتی ہوتا ان کی ارجح مقدسہ جناب باری میں ہماری انجام مرام کے لیے
دعا و شفاعت چاہیں اس توسط سے یہ حضرات حاجت روا بالاستقلال نہیں خیال کیے جاتے
بلکہ مظهر عون الہی سمجھی جاتی ہیں اور یہ امر مقتضای قانون قدرت تصور کیا جاتا ہی ابن تیمیہ نے
انکار واسطہ میں ایک رسالہ مستقل لکھا ہے جیسی قاعدہ واسطیہ کہتی ہیں اس تحریر میں ابن تیمیہ نے
اپنی قوت و مانگی کو بہت کچھ صرف کیا ہو مگر چارنا چار واسطے کا نام نہای پڑا یعنی تبلیغ اوامر و نواہی
و شفاعت کی لٹی البتہ واسطے کی ضرورت ہو جسکا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا قاعدہ واسطیہ
میں ہو ان اراد بذلک انہ لا بد من واسطۃ یبلغنا امر اللہ فہذا حق
ومن انکرہ فہو کافر باجماع اہل الملل وان اراد انہ لا بد
من واسطۃ فی سائر حق العباد و نصرہم و ہدائہم سیالونہ

ذٰلِكَ وَيَرْجُونَ إِلَيْهِ فِهْذَا مِنْ أَعْظَمِ الشَّرَافِ
لَكِنَّ الشَّفَاعَةَ لِمَنْ يَأْذَنُ اللَّهُ فِيهَا حَقٌّ أَنْتَ هِيَ مُخْتَصِرُ بَيْنِي
اگر یہ ارادہ کیا ہو کہ واسطے کی ضرورت اس لیے ہو تاکہ واسطہ ہم تک اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچائی تو یہ
امر حق ہے جو شخص اس کا انکار کریں بالاجماع کافر ہو اور اگر یہ ارادہ کیا ہو کہ ایسے واسطے کی ضرورت ہو
جس کے فیصلے سے ہندون کو روزی ملی دشمنوں پر فتح ہو مگر راہ پائین اور ان امور میں واسطے سی سوال کیا جا تو یہ بہت
شک ہو لیکن ماذون الشفاعۃ کی شفاعت حق ہے یہی یہ بات کہ یہ واسطہ اس قسم کا نہیں ہے جیسے بادشاہان دنیا و
رعایا میں جزا و امرا واسطہ ہو اگر تہیٰ اس لیے کہ اس واسطے کی تین قسم ہیں پہلی قسم وزراء و امرا ایسے
انجاریا و شاہ تک پہنچاتی ہیں جنکی اطلاع بادشاہ کو نہیں ہوتی چونکہ اللہ تعالیٰ اسرار و خفیات
کو جانتا ہو اس کو اس قسم کی واسطے کی احتیاج نہیں دوسری قسم بادشاہ رعایا کی تدابیر
تھا در زمین ہوتا ہے اور اپنی اعدا کو بجز اعوان و انصار کے دفع نہیں کر سکتا اس لیے اس کو امرا و وزراء
کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ خود قادر و توانا ہو اس کو اس قسم کے واسطے کی احتیاج نہیں ہے
قسم کہی بادشاہ اپنی رعایا کا نفع بجز تحریک وزیر و امیر کے نہیں کرتا جب وزراء و امرا بادشاہ کی نصیحت
کرتی ہیں بادشاہ رعایا کی قضا و حوائج کی طرف متوجہ ہوتا ہے شاہنشاہ حقیقی کی بارگاہ میں اس قسم
کے واسطے کی ہی ضرورت نہیں وہ اپنی ہندون کا نفع و نقصان اچھی طرح سمجھتا ہے جو شخص شاہنشاہ
حقیقی کی عالی جناب میں ان اقسام میں کسی قسم کا واسطہ ٹھہرائے گا وہ بیشک کافر ہو گا شفاعت
ان اقسام ملثہ سے خارج ہے شفاعت کی صورت یہ ہو کہ بادشاہ ایسی شخص کی عزت و تربطاً ہر کرنے
کے لیے جو بادشاہ کی نزدیک مقرب ہو کسی ملزم کی عذر خواہی کا حکم فرمائے اور خود اس عذر کو
مقبول کریں اس صورت میں بلحاظ شفاعت کی شافع کو واسطہ کہہ سکتے ہیں اور اس خیال سے
کہ شافع مامور و ماذون ہو واسطہ نہیں کہہ سکتے ایسے فرق کو جب کامدار لحاظ و اعتبار پر یہ فرق اعتبار
کرتے ہیں ابن تیمیہ قاعدۃ واسطیہ میں لکھتا ہے وَكُلُّ دَاعٍ وَ شَائِعٍ دَعَا اللَّهِ
سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى وَ شَفَّعَ فَلَا يَكُونُ دَعَاؤُهُ وَ شَفَاعَتُهُ إِلَّا بِقَضَاءِ اللَّهِ
تَعَالَى وَ قَدْرِ رَأْيِهِ وَ مَشِيتِهِ وَ هُوَ الَّذِي يُجِيبُ الدَّعَاءَ وَ يَقْبَلُ الشَّفَاعَةَ
فَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّبَبَ وَ الْمُسَبَّبَ وَ الدَّعَاءَ مِنْ جَمَلَةِ الْأَسْبَابِ

المنیٰ قد سرہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ فاذا کان کذلک فلا لتفات
 الی الاسباب شرک فی التوحید وهو الاسباب ان تكون اسباباً
 نقص فی العقل والاعراض عن الاسباب بالکلیۃ قد حرر فی الشرع
 یعنی جس شخص نے خداوند تعالیٰ کو پکارا اور شفاعت چاہی تو یہ دعا و شفاعت اللہ تعالیٰ کے قضا
 و قدر میں داخل ہوگی اللہ تعالیٰ دعا و شفاعت کو قبول کرتا ہی اسی نے سبب و سبب کو پیدا کیا ہے
 دعا ایسے اسباب سے ہو جو اسکی مقدرات سے ہو جب یہ بات ٹھہر چکی تو لتفات اسباب کی طرف
 شرک فی التوحید ہو اور اسباب کو نیست و نابود کرنا اور سبب کو سبب نہ سمجھنا عقل کا نقصان ہے
 اور اسباب سے بالکلیۃ اعراض شرع پر اعتراض ہے غرض ہر چیز کو اپنی حد پر سمجھنا چاہیے جب یہ خیال
 کیا گیا کہ داعی و شافع کی دعا و شفاعت اللہ تعالیٰ کی قدر میں داخل ہے اور اس لحاظ سے
 واسطہ سمجھا گیا تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسیکو رزق پہنچانے کو یا پانی برسانی کو یا
 فتح و نصرت حاصل کرنے کو یا راستہ بتانی کو موضوع کیا تو اس میں کسی کا اجارہ نہیں اور نہ ہمارا یہ
 کام ہے کہ ہم خواہ مخواہ اسکی انکار کرے پیچھے پڑیں اور اگر انکار ہے تو چاہیے کہ عموماً ادویہ و اغذیہ کی تاثیرات
 کا انکار کیا جائے یا ان دونوں میں ایسا فرق ظاہر کیا جائے جو تسلیم کے لائق ہو قانون قدرت
 کا مقتضی ہے کہ ہر کچھ کھانی سے جاتی ہو پیاس پانی پینے سے امراض و دوا کی استعمال سے نزل
 ہوتی ہیں حالانکہ یہ امر ممکن تھا کہ بلا توسط انکے کام چل جاتا تو وسط کا فائدہ یہ ہے کہ مخلوقات کو
 صنائع باری تعالیٰ پر غور کرنے کا موقع ملی اور نہزاروں قسم کی دوا و غذا کی خلقت بیکار
 و لایفیع نہ سمجھی جاسی حق تعالیٰ جل شانہ اپنے کلام پاک میں عموماً نفس و سائل کی نفی نہیں کرتا بلکہ
 وسائل کو بڑے زور شور سے بطور حجت کی ثابت فرماتا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَمَا نَزَّلْنَا سِلَ الْمُرْسَلِينَ
 إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ فَمَنْ أَمَنَّ وَاصْلَحْ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
 يَحْزَنُونَ اس قسم کی آیات سے قرآن شریف بالامال ہے خداوند کریم نے رسالت کو
 ثابت کرنے کی لیے کیسے کیسے معجزے انبیا علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر کیے جب کفار نے اس واسطے
 کو نہ مانتا کیسے کیسے عذاب اوں پر نازل کیے جس سے بعض قوم کا استیصال ہو گیا جس واسطے کہ انکار
 کفر صریح ہی سوا اسکے اس واسطے کہ بہت سی آیتیں لکھی جائیں گی جسے اچھی طرح واسطے کا

ثبوت ہوتا ہی جہاں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے وساطت کی نفی کی ہو اس کے وجہ و اسباب ہیں
 جہاں استنباط اوہین آیات سے ہوتا ہو غور سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام پاک میں بعض جگہ وساطت کی نفی
 اس لحاظ سے کی گئی ہو کہ لوگ وساطت کی پرستش کرتے تھے بعض مقام پر اس خیال سے کہ وساطت
 میں فی نفسہ صلاحیت واسطہ ہونے کی نہ تھی بعض موقع پر اس وجہ سے کہ وساطت مقصود
 بالذات خیال کیے گئے متکثرین نفی وساطت میں جس قدر آیات تلاوت کرتے ہیں وہ ان وجوہ ثلاثہ
 سے خارج نہیں اگر دعویٰ ہو تو کوئی ایسی آیت تلاوت کیجائے جس سے ایسے واسطے کی نفی ثابت
 ہوتی ہو جو میں صلاحیت واسطہ ہونے کی ہو اور وہ مظہر عون الہی سمجھ کر واسطہ بنایا گیا ہو
 اور اس سے ایسا معاملہ کیا گیا ہو جو وساطت سے مقصود ہوتا ہو مگر مخالفین نے آج تک
 کوئی آیت اس قسم کی پیش نہ کی مغل بین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدی مالکی المشہور
 بابن حاج لکھتے ہیں فمن اسراد حاجة فليد هب اليه ويتوسل بهم
 فانهم الواسطة بين الله تعالى وخليفه وقد تقرّر في
 الشرع وحلّم ما لله تعالى بهم من الاعتناء وذلك كثير
 مشہور وما نزل الناس من العلماء والاكابرة كابرا عن كابر
 مشرقاً ومغرباً يتبركون بزيارته قبورهم ويحذون بركة ذلك حساً ومعنة
 یعنی جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو اسے چاہیے کہ مقابر بزرگان دین پر جائے اور
 اُن سے توسل کرے اس لیے کہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ اور نبی سے ہیں واسطہ ہیں اور شریعت میں
 یہ امر ثابت ہو چکا ہو کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہے یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے ہر زمانے
 کے علماء کا یہی دستور چلا آتا ہے عام ازینکہ علماء مشرق ہوں یا مغرب یعنی تمامی علمای سلف
 بزرگان دین کی قبور سے فیض و برکت حاصل کرتے آئے ایسی صورت میں وساطت یا جواز
 توسل واستفادہ کا انکا خلاف شرع اور خلاف جمہور علمای سلف ہے عبد الوہاب نجدی و محمد بن
 عبد الوہاب شفاعت کی منکر ہیں محمد بن عبد الوہاب کتاب التوہید میں لکھتا ہے الحق ان
 شفاعۃ شفیع عند اللہ عنہم سمکنة فانها لا تكون الا بان
 يكون الشفیع وجیہاً فیخالف المشفق الیہ من عدم

اور اوس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی اوس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہو کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہی تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبریل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالی اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اولٹ پلٹ کر ڈالی اور ایک اور ہی عالم اسکی جگہ قائم کر دی کہ اسکے تو محض ارادہ ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہو کسی کام کے واسطے کچھ اسباب و سامان جمع کر لینے حاجت نہیں اور جو سب لوگ پہلی اور پچھلی اور آدمی اور جن بہوت سب ملکر جبریل اور میکہ جی سے ہو جائیں تو اوس مالک الملک کی سلطنت میں اونکی سبب سی کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو وہی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں وہ بہر صورت سی بڑو بکا بڑا ہی اور بادشاہوں کا بادشاہ اوسکا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے نہ کچھ سنوار سکے دوسری صورت یہ ہو کہ کوئے بادشاہ ہزاروں میں سی یا بیگماتوں میں سی یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارش ہی ہو کر کھڑا ہو جاوی اور چوری کی سزا نہ دینے دیوی اور بادشاہ اوسکی محبت سی لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دی اوسکو شفاعت محبت کہتی ہیں یعنی بادشاہ فی محبت کی سبب سی سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہو اوس پنج سی کہ جو اوس محبوب کے روٹھ جانے سی محکوم ہوگا اس قسم کی شفاعت بھی اوس دریا میں کیسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کیسیکواوسکی جناب میں اس قسم کا شفیق سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہو اور جاہل جیسا مذکور اول ہو چکا وہ مالک الملک اپنی بندوں کو بہتر اوس سی نوازی اور کیسیکویسب کا اور کسی کو خلیل کا اور کیسیکولیم کا اور کیسیکوروح السروجہ کا خطاب بخشی اور کیسیکوروں کریم اور مکین اور روح القدس روح الامین فرمائی مگر پھر مالک مالک ہوا و غلام غلام کوئی بندگی کے تہی سے قدم باہر نہیں کہسکتا اور غلامی کو جتن زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اوسکی رحمت ہر دم خوشی سی چکتا ہو ویسا ہی اوسکی ہیبت ہی رات دن ہر اچھلتا پھرتی صورت یہ ہو کہ چور چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کاچو نہیں اور چوری کو اوسنے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سی تصور ہو گیا سواوہم شرمندہ ہو اور رات دن ڈرتا ہو اور بادشاہ کے آئین کو سراور انگہوں پر رکھ کر اپنے شین تقصیر و اسخمتا ہو اور لائق سزا کی جانتا ہو اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اوسکی مقابلہ کسی کی حمایت نہیں جتا اور رات دن اوسکی کا منہ دیکھ رہا ہو کہ دیکھے میری حق میں کیا حکم فرمائے سوا سکا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے

بر تقدیر عدم رضا ضرری بدور سازد و در نصرت ناصر علیہ وقہر خود ظاہر کردہ خلاصی مجرم می طلبد
و مع هذا این ہمہ مواخذہ لفظ است بعد تحقیق معنی کہ در اب محصلین نیست و لا مناقضہ فی الاصل
ہم کہتے ہیں یہ توجیہ توجیہ الکلام ہا کہ لا یرضی القائل ہر عبد لویاب بنجری و محمد بن عبد لویاب
و صاحب تقویت الایمان نے جو کچہ شفاعت و جاہت و محبت کی تفسیر لکھی ہے یہ بیان او کی خلا
ہو کہما یظہر بآد فی تامل اور یہ مواخذہ لفظ نہیں بلکہ معنوی ہر جان بچانی کے لیے مناقضہ
فی الاصل نہیں ہو سکتا شفاعت بالاذن کی تعریف جو لکھی گئی وہ بھی ایسی ہی ہے جب بادشا
خود رحمن ہر جیم پر غفور ہو تو اس کو اس قسم کی شفاعت بالاذن کی ضرورت ہی کیا تھی کیا ممکن
نہ تھا کہ وہ خود بخش دیتا کیا یہ بحثائش او کی اصول مغفرت کی خلاف تھی ہرگز نہیں بلکہ اصول میں
داخل ہی ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ
مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ یعنی اللہ تعالیٰ یہ تعین بخشا کہ اسکا شریک ٹھہرائے
اور اس سے کم درجی کی گناہوں کو بخشا ہو جسکو چاہے ما دون ذلک میں صفائے گناہ
سب داخل ہیں عام ازیکہ توبہ کی یا نہیں یہ قیادت کی مخصوص نہیں ہو سکتی مدارک میں ہر د
تقیید کہ یغفر لہ لیسَ یَشَاءُ لا یخرجہ عن عمومہ افقوالہ لغالے
لطیف عباد دین مِسْرُوقٌ مَنْ یَشَاءُ یعنی من یشاء کی تقیید سی اس آیت کا عموم نہیں جاتا
بلکہ اسکا عموم ایہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء سے بحالہ ہی پھر فرماتا ہے وَإِنَّ اللَّهَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ
جَمِیعًا یعنی بیشک اللہ بخشتا ہے تمام گناہوں کو اس میں لفظ جمیعاً یہی کہے دیتا ہے
کہ مغفرت کی لیے کوئی قید ملحوظ نہیں ہے شفاعت بالاذن میں جو اس قدر قیدیں لگائی گئی ہیں میں
نہیں سمجھتا کہ ان سے احادیث سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ مغفرت کی لیے کوئی قید خاص نہیں ہے
شرک کی سوائے گناہ ہیں سب بخش جائینگے ما من احد یشہد ان لا اله الا الله
و ان محمد رسول الله صدقاً من قلبہ الاحرام الله الناس یعنی جو شخص
لا اله الا الله و محمد رسول اللہ کی شہادت سچی دل سے دیتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ دوزخ حرام کرتا ہے
تظاہر شفاعت بالاذن کی یہ مطلب سمجھی گئی ہیں کہ شفاعت کا ہنوز اذن نہیں ہوا ہے عرصات
قیامت میں موقع دیکھ کے دیا جائیگا یہ وہ مسئلہ جو حسین و ہابیون کو اہل سنت سی خلاف ہی

وہابی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن نہیں ہوا اور یہ بھی ضرور نہیں کہ آپ کو
 قیامت کی دن شفاعت کا اذن ہو خداوند عالم جسے چاہیگا قیامت کی دن شفاعت کا اذن دیکھا
 اہل سنت کہتے ہیں کہ آپ ماذون ہو چکی نواب صدیق حسن خان صاحب اعتقاد الرجب فی شرح
 الاعتقاد الصحیح کو یہ بھی معلوم نہوا کہ نفس نزع کیا ہو وہ کہتے ہیں قید الاذن موجود نہ
 فی غیر موضع من القرآن نحو قوله تعالى مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَنَا
 إِلَّا بِإِذْنِهِ وغير ذلك فالنزع فيه مكابرة وجہل من مقاصد الشریع
 یعنی اذن کی قید قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے پھر اس میں نزاع مکابرہ و مقاصد شریع سی
 جمل ہی یہ تقریر تو اس وقت قابل لحاظ ہوتی جب فریقین سے کوئی شخص یہ کہتا کہ شفاعت
 بلا اذن ہوگی اب ہم ایسی آیات و احادیث لکھتے ہیں جس سے آپ کا ماذون ہونا ثابت ہوتا ہو
 حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَثِيرًا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 سَأَلْتُ رَبِّي عَنِ الْوَسِيلَةِ فَقَالَ إِنَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 میں ہر قول انید بن اسلام ہو شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یعنی زید بن اسلام نے کہا
 کہ قدم صدق سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے اس آیت میں ایک بشارت عام
 مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ ان کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 شفاعت ہوگی اب اذن کس کا نام ہو دوسرے مقام پر حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو عَسَىٰ أَنْ
 يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُومًا یعنی یقیناً کھڑا کرے گا آپ کا رب مقام شفاعت
 میں عسی کا کلمہ اس مقام پر طبعی الوقوع میں مستعمل ہو اور مقام محمود مقام شفاعت کو کہتے ہیں جلالین
 میں دھو مقام الشفاعۃ فی فصل القضاء تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بیشک خداوند
 کریم آپ کو مقام محمود پر سرفراز فرمائے گا حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو وَسَيَبْعَثُ بِمُحَمَّدٍ رَسُلًا قَبْلَ
 طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ عُرُوبِهَا وَمِنْ أَنَا الْبَلَدِ قَسِيمٌ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ
 لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ یعنی پڑھتے رہے خوبیاں اپنے رب کی سوچ کئے سی پٹی اور دوسری پہلے اور کچھ
 گھڑیوں میں رات کی پڑائی کیے اور دن کی حدوں پر شاید آپ راضی ہو گئے تفسیر کبیر میں ہو ما
 ينال من الشفاعۃ یعنی شفاعت کا حکم ملنے سی آپ راضی ہو گئے پھر فرماتا ہو وَلَسَوْفَ

يَعْلَمُ بِكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنی اگلی دیکھا آپکو آپکار بپھر آپ راضی رہینگے تفسیر
عزیزی میں ہے کہ چون این آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ان خود فرمودند کہ من ہرگز
راضی نشوم تا آنکہ یک یک کس را از امت خود بہشت داخل نکم اب ہم چند احادیث لکھتے ہیں
جس میں صاف صاف آپکی ماذون ہونیکا ذکر ہر علامہ سید علی بدور سا فرہ میں تحریر فرماتے ہیں اخرج
الترمذی وحسنہ عن ابی امامۃ سمعت رسول اللہ یقول وَعَدَ نِی
سَرَّ نَی ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفا حساب
علیہم ولا عذاب مع کل الف سبعون الف اس حدیث سے
صریح یہ بات پائی جاتی ہے کہ حق تعالیٰ حل شانہ فی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی وعدہ فرمایا کہ
ستر ہزار مسلمان بے حساب و کتاب بہشت میں داخل ہونگی ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے پھر
اوسی بدور سا فرہ میں ہر اخرج البیہقی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی فقال عدنی ان یدخل من امتی
سبعین الفا علی صودۃ القمر لیلۃ البدر وکذلت اخرجہ البزار و
الطبرانی احمد وغیرہ اس حدیث سی یہ امر ظاہر ہے کہ آپنی اپنی امت مرحومہ کے مقدمے
میں اللہ تعالیٰ حل شانہ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے اس امر کا وعدہ فرمایا کہ امت سی ستر ہزار آدمی
بہشت میں اس طوری داخل کیے جائینگے کہ انکا منہ چودہویں رات کی چاندنی طرح ہوگا اور سنیے
ابن حجر مکی زواجر میں لکھتے ہیں روئے الطبرانی باسأئید احدثھا
جیداً الا أخبرک بما خیر فی ربی انفا قلنا بلی یا رسول اللہ قال خیر فی
بین ان یدخل ثلثی امتی الجنة بغير حساب ولا عذاب و بین الشفاعۃ
قلنا یا رسول اللہ ما اخترت قال الشفاعۃ یعنی طبرانی سے مروی ہے کہ آپنے
فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں بتاؤں تمکو وہ اختیار جو بھی مجھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے صحابہ فی عرض کیا
ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ ثلث امت کو بغیر حساب و عذاب
کی بہشت میں داخل کروں یا شفاعت قبول کروں پھر صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے ان دونوں
اموری کسکو اختیار فرمایا فرمایا شفاعت کو جب خداوند کریم نے آپکو دو امر میں اختیار دیا کہ جسکو چاہیں

قبول فرمائیں اور اس سے اپنی شفاعت کو اختیار کیا تو آپ ماذون ہو چکے اور شفاعت عام ہوگی ہمیں قیثر ثلاث یا نصف کی نہیں چنانچہ دوسری حدیث میں اسکی تصریح موجود ہے زواجہ میں راوی احمد والطرانی بسندہ جید خیرت بین الشفاعة او یذحل نصف امتی البحتة فاخترت الشفاعة لانها اعلم واکفی یعنی احمد وطرانی سی مروی ہو کہ مجھے اختیار دیا گیا شفاعت میں اور اس امر میں کہ نصف امت کوشت میں داخل کروں ان دونوں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا اسلیکے کہ شفاعت عام تر و کافی تر ہے یعنی ہمیں نصف یا ثلاث کی قیثر میں ہر آن احادیث سے منکرین کے چمکے چوٹ گئے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے وہ شفاعت کے لیے ماذون ہیں

منکرین اس قول کے مجنون ہیں

بخاری میں حضرت انس سی مروی ہو کہ آپ نے فرمایا لکل نبی دعوة قد دعا بها فاستجیب فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیمة یعنی ہر نبی کے لیے دعا ہو جو دنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو جزا مقبول ہوئی وہ شفاعت ہر اشد سارے میں ہی فجعلت دعوتی المجابة جزما پھر آپ کی ماذون ہونی میں شبہ نہ ہو پاؤں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بیشتر ادعیہ مقبول ہوتی ہیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبلہ مقبول ہوئی ہیں اونکا حصر و شواہد مگر یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر نبی کی لیے ایک دعا خاص ہو جو نبی کی مبدء نبوت سے جوش زن ہوتی ہو جس نبی کی امت ایمان لائی ہلائی کی دعا کیجاتی ہے جس نے نافرمانی کی اونکی حق میں عذاب کی دونوں حال میں یہ دعا تیرہ مدت ہوتی ہو اور ہر زبان قلب ہی بکلی او وہ مقبول ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا بھی تھی کہ آپ قیامت کی دن اپنی امت مرحومہ کے شفع ہوں پھر اوکی مقبول ہونی میں کسی طرح کا شبہ نہیں حجۃ اللہ البالغہ میں ہر الانبیاء علیہم السلام دعوات کثیرہ مستجابہ و کذا استجیب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مواطن کثیرہ لکن لکل نبی دعوة واحدة منجیۃ من الرحمة التي هی مبدء نبوتہ فانها ان امنوا کانت برکات علیہم وان نجس فی قلب النبی ان یدعوا لہم وان اعرضوا صارت نقمات علیہم وان نجس فی قلبہ ان یدعوا

علیہم و استشفعنا صلی اللہ علیہ وسلم ان اعظم مقاصد بعثتہ
 ان یکن شفیعا للناس واسطۃ لندول رحمة خاصۃ یوم الحشر فاختبا
 دعوتہ العظمیٰ المنجستہ من اصل نبوتہ لذلك الیوم عرض ان آیات واحادیث سی اورت سی
 آیتوں اور حدیثوں سی آپکا ماذون ہونا پایا جاتا ہو آپ بیشک شفاعت کی دے ٹھہرائی گئی ہیں
 بعض اقسام شفاعت کی آپ کی ساتھ مختص ہیں بعض مشترک چنانچہ شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں پہلی
 قسم جب طول وقوت ہوگا لوگ گہرے نینکے آپ انکی آرام کی درخواست فرمائینگے یہی شفاعت عظمیٰ
 جو آپکی ساتھ بالاتفاق مخصوص ہو دوسری قسم لوگوں کو بدوں حساب کی بہشت میں داخل کرنے کے
 لیے سفارش فرمائینگے احادیث سی ثابت ہو کہ یہ بھی آپکی ساتھ خاص ہو دوسری قسم ایسے لوگوں کے لیے
 شفاعت جنکی واسطے جہنم میں داخل کر دینا حکم ہو چکا ہو یہ شفاعت مشترک ہوگی چوتھی قسم جو مومن فرج
 میں داخل ہو گئی ہیں انکی نکالنی کے لیے یہ بھی شفاعت مشترک ہو پانچویں قسم بہشت میں نیا دنی
 درجات کی بی اس قسم کے لیے کوئی حکم صریح نہیں دیکھا گیا مگر یہ بات سمجھنی چاہیے کہ آپ قیامت کی دن
 انبیا کی امام ہو گئے سب کی شفاعت آپکی متبوع ہوگی تمام انبیا آپکی لوا کی نیچے ہو گئے پھر انبیا کی شفاعت
 بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہوگی اور مومنین کی شفاعت بدرجہ اولیٰ آپ ہی کی شفاعت کی
 ضمیمہ ہوگی اسلئے کہ اگر آپ کمر شفاعت کی نہ باندھتے تو کسی کو جرأت شفاعت کی نہوتی اس پر بھلی مت
 محمد یہ کسی دوسری نبی کی شفاعت کی مہون منت نہوگی انکی شفاعت آپ کرینگے یا مومنین مست
 محمد یہ جو ایک ضمیمہ آپکی شفاعت کا ہو پھر جسکو چاہی شفع کر دیں چہ معنی اس اقسام خمسہ سی یہ بات بھی
 معلوم ہو گئی کہ اقسام کا انحصار اون تین قسموں میں نہیں ہو جسکا بیان تقویت الایمان میں ہوا ہو
 بلکہ بعض اقسام ایسی ہیں جو اقسام مذکورہ سی خارج ہیں جیسے شفاعت عظمیٰ یا ارتفاع درجات کے لیے
 اس مقام پر درود خشی نہیں میں آتی ہیں پہلا خدشہ جب شفاعت باقسام آپکی طرف منسوب
 تو پھر شفاعت کا ہل الکبائر من امنی چہ معنی اسکا جواب یہ ہو کہ یہاں نوع مخصوص مراد
 جیسی شفاعت عظمیٰ یا قسم دوم شفاعت کی دوسرا خدشہ جب آپ ماذون ہو چکی تو پھر قیامت
 کے دن اذن کی ضرورت کیا رہی حالانکہ احادیث سی ثابت ہو کہ قیامت کو اذن کا اسکا جواب
 یہ ہو کہ یہ بات ٹھہر چکی ہو کہ آپ قیامت کی دن شفاعت کرینگے پھر جب شفاعت کا وقت آئیگا

آپ پوچھکی شفاعت کریں گی مثلاً ایک وزیر پر جسے بادشاہ نے اختیارات دی رکھے ہیں پھر جب کسی کام کرنے کا وقت آیا ہو تو وزیر بادشاہ سے اجازت حاصل کر کے اس کام کو کرتا ہو اس قسم کی اجازت کا چاہتا منافی اس حکم سابق کا نہیں ہو سکتا مولوی نذیر حسین رسالہ فضل البضاعت فی حقیقۃ البضاعت میں لکھتی ہیں ہر کہ این اعتقاد دارد اذن و وعدہ آن بدینا شد باز حاجت اذن جدید در آخرت نخواهد بود پس این را آیت و احادیث و اقوال علماء رد میکنند کہتے ہیں کہ اذن کا ثبوت تو امامت سے اچھی طرح ہنچکا مگر اذن سابق منافی اذن لاحق کا نہیں ہو سکتا رسالہ فضل البضاعت کی نسبت یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ جب تقویۃ الایمان کی تقریر محمد بن عبد الوہاب نجدی کی عبارت کی توضیح ہو پھر تاویل توجیہ الکلام ہا لایضی بہ القائل ہو مولوی نذیر حسین نے عبارت تقویۃ الایمان کی توجیہ میں بحث پہنا وقت ضائع کیا آخر رسالہ میں چند علماء نامی کی مہرین ثبت ہیں یا تو مولوی صاحب استناد و وقعت کی لمبی خود مہرین کر لین ہیں چنانچہ وہ ایسی کارروائیوں کی پرانی مشاق ہیں یا علمانی محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید کو نہ دیکھا تھا اور نہ انکو یہ معلوم تھا کہ عبارت تقویۃ الایمان کی اوسکیا بیان ہو اگر انکو یہ معلوم ہوتا تو کبھی مہر نہ کرتے تحقیق تحقیقہ میں ہو کہ مولانا محمد مخلص صاحب سی سوال کیا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عرب میں جو وہابی پیدا ہوا تھا اور اسنے نیا مذہب بنایا علمای عرب نے اوسکی تکفیر کی تقویۃ الایمان اوسکے مطابق ہو اوسکا کیا حال ہو مولانا نے جواب لکھا کہ وہابی کا رسالہ متن تھا یہ شخص گویا اوسی کی شرح کر نیوالا ہو گیا تیسری صورت انبیاء الدیہ اولیاء اللہ سے مقصود طلب کیا جائے

یا رحمة اللہ ائی خائف و جل	یا نعمۃ اللہ ائی مفلس عات
فکن امانی من شد الحیوة ومن	شد الممات ومن احراق جسمانی
یا محمد بن بنی سرو سامان مدوے	قبلہ دین مدوے کعبہ ایمان مدوے
یا تبتی کشتی امت بکف ہمت تست	اندرین در طغ غم صدمہ طوفان مدوے
ما گدائیم تو سلطان دو عالم شدہ	شاہ شامان مدوے شاہ گدایان مدوے
عاصم پر گنہم سخت غریبی دارم	رحم فرما ز غریبی غریبان مدوے
اگر سؤل سؤل عنہ کا اختیاری ہو تو اس قسم کا توسل خاصۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا حائل	

توسل کی تیسری صورت یہ کہ انبیاء الدیہ اولیاء اللہ سے مقصود طلب کیا جائے

جائزہ جو ابن تیمیہ کی لکھی ہیں ولا استغاثۃ بمعنی ان یطلب من الرسول صلے
 اللہ علیہ وآلہ وسلم ما هو الا لائق بمنصبہ لا ینازع فیہ مسلک
 ومن نازع فی هذا المعنی فهو اما کافر او مخطی ضال چنانچہ اس عبارت کو قاضی
 شوکانی نے در النفیذ میں خلاص کلمۃ التوحید میں نقل کیا ہے اور ہم بھی ضمن عبارت قتادی ابن تیمیہ
 میں لکھینگے اور سو امی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری انبیاء اللہ علیہم السلام و اولیاء اللہ فی السی
 عنہم سی ہی جائز ہو آرواح مقدسہ مدبرات سی ہیں اللہ تعالیٰ کی حکم سے وہ افعال اختیار یہ کو اچھی طرح
 کر سکتے ہیں چنانچہ قاضی بیضاوی و امام فخر الدین رازی و شیخ محی الدین بن عربی و حضرت مجدد الدلائل
 شیخ حسین مکی و شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ کا یہی مسلک ہے اگر مسئلہ مسئلہ کا اختیار نہیں ہے
 تو اس طور کی استغاثہ میں مسئلہ عنہ سی جناب باری کی درگاہ میں دعا مقصود ہوتی ہے اس توجیہ پر ضو
 ثانی و ثالث کا مال ایک ہی جب دونوں کا مال ایک ہوا تو اسکی جواز کے لیے علیحدہ دلیل کی ضرورت
 نہ رہی یا شیعہ عبد القادر جیلانی شیخاً اللہ اسی صورت ثالث میں داخل ہے چونکہ مکرر
 خاصۃً اس ترکیبے توسل و استغاثہ کو ناجائز سمجھتے ہیں اس لیے ہم مختصر طور پر اسکا بیان کیا چاہتے ہیں
 یہ ترکیب مولدین عرب سی ہے اسکے دو معنی خیال میں آتے ہیں پہلی معنی یہ ہیں امی شیخ عبد القادر جیلانی
 خدا کی لیے دیجیے یہ معنی صحیح نہیں ہیں اس لیے کہ خداوند عالم کسی کا محتاج نہیں مگر اس معنی کے
 لحاظ سی ناجائز کہتی ہیں تو ہر کلمہ و لفظ خلاف نہیں ایسی حالت میں نزاع لفظی ٹھہری البلاغ البین
 فی احکام رب العالمین و اتباع خاتم النبیین میں ہر دین کلام خدا را شفیع گردانیدہ اند و حضرت
 شیخ را دہندہ و حقیقت بالعکس مینماید و دوسری معنی یہ ہیں امی شیخ عبد القادر جیلانی کچھ دیجیے اگر انا
 للہ تعالیٰ اس معنی میں کسی قسم کا فساد نہیں بلکہ حسب تفہام عرف ہر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذات
 اللہ تحسب ب معنی حسب تفہام عرف ہو ہی اور اس سی کسی قسم کی خرابی لازم نہیں آتی توجیہ کو
 ایسی معنی پر حل کرنا چاہی نہ معنی اول پر جو تعمیر صحیح ہیں شامی میں ہے و اما قصد المعنی الصیح
 فالظاهر انہ لا بأس بہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر علماء محدثین اس کے مجوز ہیں جیسے امام یافعی و غیر الدین
 زکری و سید عمر بصری مکی و شیخ عبد الرحمن دہلوی و شیخ زین الدین خواجہ شیخ حسین مکی و شاہ ولی اللہ دہلوی
 و علامہ شامی اگر اس سے معنی ثانی مقصود نہ ہوتی تو یہ اکابر ہرگز اسی جائز نہ سمجھتے مختصر یہ ہے کہ بلحاظ اس معنی

انجیل کی یہ جگہ استمداد کے لیے برحقہ و فی خیرہ میں ہو یا شیخ عبد القادر فصیح سنداء
 اللہ الخفیف الیہ شئی نہ شہو طلب الشیء اکمل رائیہ فما لم یبب لم یمنعہ فیہ شیخ
 عبد القادر زہرا جو جب شئی اللہ دلا گیا تو یہ طلب شئی ہو کر انا اللہ تعالیٰ پھر حرمت کا کوئی مستثنا پایا نہیں جاتا
 قما و یو علیہ سید مرتضیٰ کی میں ہو قول العامة شئی اللہ یا فلان عربیہ لا عجمیہ
 لکنہا من مولدات اہل العرب ولو تحفظ لاحد من الایمۃ نصاً فی اللہ
 تنہا و لیس السراذبہا فی اطلاقہا شئیاً یستند علی مفسر مدۃ البصر ام والمکروہ
 لانہما انما یدکر و نہا استمداداً او تعظیماً لمن یحسنون فیہ
 الظن یعنی شیما لہ فلان غریبی جو عجیب نہیں ہو لکن یہ ترکیب مولدات اہل عرب سی ہو
 ایمہا کی انہی منقول نہیں یہ ترکیب ایسی تل نہیں متعل ہوئی جس سے حرام یا مکروہ لازم آتا ہو اس لیے
 کہ اس سے استمداد ایسی شخص سے کی جاتی ہو جس سے حسن ظن ہوتا ہو یہ بات اپنی جگہ پر بخوبی ثابت کی جا سکتی
 کہ انبیاء اللہ و اولیاء اللہ جب وار قانی سے رحلت فرماتی ہیں او انکی سمع و بصرین یہ نسبت احیاء کے
 قوت آجاتی ہے پھر اگر کسی حستہ حال نے او انکی نزدیکی اور او کا توسل کیا تاکہ بچ و غم او انکی دعا سنی و دوزخ
 اور یوں کہ یا عبد القادر شیعاً اللہ تو اسمین کسی قسم کا مضایقہ نہیں یہ توسل از رفاعت کا
 طریقہ ہے اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بعد موت کی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی تصرف کا مالک نہیں انبیاء اللہ یا
 اولیاء اللہ صریح توسل کیا جاتا ہو اور توسل کا جواز احادیث و آثار سی ثابت ہو علامہ شیخ حسین کی
 کشط الاباب میں لکھتے ہیں و اذا ثبت ان الانبیاء و اولیاء بعد الا سرحال من ہذا
 الدار اسمع و ابصر من الاحیاء فنا دھ بعض المتھوین و طلب
 منہم التوسل و الدعاء عند اللہ کشف ہمو مہ و اساءہ و قال
 مثلاً یا عبد القادر شیعاً اللہ فلا نری بہ یا ساء و شناعۃ و یكون
 طلباً للتوسل و الشفاعۃ لانا نعتقد ان احداً بعد الموت لا یملک
 شیئاً من التصرف فی الوجود بل لا معطى ولا و اھب الا اللہ النافع
 الکریم الودود و لا یطلب منہم الا ما یملکونہ و هو التوسل عند
 اللہ فی قضاء الا و طار و ہذا التوسل جائز کما ثبت بالاخبار و الاثا

مولانا شاہ ولی اللہ انتباہ فی سلاسل اولیاء الدین تحریر فرماتے ہیں بعض اصحاب طریقہ قادریہ ہر
حصول مہمات ختم باین طوری کنند اول دو رکعت نفل می خوانند بعد از ان یکصد و یازده بار درو
میخوانند بعد از ان یکصد و یازده بار کلمہ تمجید و یازده بار شینا اللہ یا شیخ عبد القادر جیلانی و یک مرتبہ
سورہ یسین بعد از ان اگر ختم کلان خوانند سورہ الم نشرح یک ہزار و یازده بار بخوانند و اگر ختم خورد خوانند
یکصد و چہل و یک بار بخوانند بعد از ان در ہر تقدیر درود یکصد و یازده بار خواندہ تمام می کنند و از خدا تہن
طلب میخوانند و توبی محمد غوث مدرسی نے انما الفاخر فی مناقب الشیخ عبد القادر دین لکھا ہے یا شیخ
عبد القادر شینا اللہ نیز از دعوات عظیمہ اسرار فخمیہ است و در قضای حوائج انجربات و معمولات شیوخ
سلسلہ قادریہ است بلکہ در غوثیہ از رسالہ حقیقہ الحقائق می آرد کہ دی رضی اللہ فرمودہ است
اسمی کا سم لا اعظم یعنی نام من مانند نام اعظم الہی است و در تاثیر و انجام حاج و در خواہند
آن نیز ترتیباتی متعدده گفته اند نصیحتہ المسلمین میں مولوی خرم علی صاحب دہلوی نے ہیں بعضی صاحب
ایک دو فارسی کی کتاب پڑھ کر آپ کو پڑ قابل سمجھتے ہیں وی یون تقریر کرتی ہیں کہ ہم انبیا و اولیای
جو مدد چاہتے ہیں سو اس سبب کہ بغیر سیرت ہی کی بہلا کوئی پڑھ سکتا ہے یا بغیر وسیلہ امیر وزیر کی کوئی
بادشاہ تک پہنچتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ واقعی بغیر سیرت ہی کی کوئی پڑھنا ممکن نہیں اسطرح
بغیر حکم مانی رسول کی اللہ کا ملنا ممکن نہیں اور پھر احکم رسول کا یہ ہے کہ اللہ کی سوا کسی سے مدد نہ
چاہو اور مرادین نہ مانگو اب خیال تو کرو کہ تم سیرت ہی کو چھوڑ دیا یا نہیں اور اللہ کو جو بادشاہ کے
مانند سمجھتے ہو سو غلط ہے اس واسطے کہ بادشاہ ہر جگہ ساری ملک میں پہنچ نہیں سکتا کہ کسی کا مطلب
آپ سن نہیں سکتا سب ملک کا کام اکیلے کو نہیں سکتا اس سبب ہی وہ لوگوں کو کام سپرد کرتا ہے اور
صلاح یعنی مین وزیر کا محتاج ہوتا ہے اور اللہ تو بڑی قدرت والا ہے اور صلاح پسینہ میں کسی کا محتاج
نہیں ہر جگہ حاضر ناظر ہر ایک کی بات سنتا ہے دونوں کے عین تک جانتا ہے اور سکو کیا پیرا کہ کسی کو اپنا
کام سپرد کری یا کسی سی صلاح مشورہ پوچھی اور یہ کسی فرشتے یا پیغمبر کو طاقت نہیں کہ بغیر حکم کہ پیر
سکین وہ مالک کیلا ہے زبردست بڑی شان والا نہ کوئی اور سکا وزیر ہو نہ کوئی اور سکا نائب سچا
آپ ہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اس واسطے سوا اسکے پکارنا کسی اور کو ممکن نہیں اس طرح اگر رسول
پکاری تو اسکو عالم کتاب ہی بڑی ظالم میں کہ جسپر بھی نہیں ڈرتے قال اللہ تعالیٰ ولا تدع

هَنْ دُونَ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا هَمَّ الظَّالِمِينَ
انتہی ہم کہتے ہیں کہ اس فارسی خوان صرف گلستان بوستان پڑھی ہو یا یہ نئی دیکھی ہو مگر بات تو ہیکانی کی کہتا ہے

خبر ایسی نہیں ہو کہ ہے سارے زمانے کی | سڑی سودانی ہو پر بات کہتا ہے ہیکانی کی

انظر الى ما قال ولا تنظر الى ما قال جواب تمہارا انا پ شناپ ہو وہ غریب یہ کہ کہتا ہو کہ
مستقل سمجھ کر استمداد بال غیر جائز ہو دیکھو او سکا صریح مطلب یہ کہ انبیاء والد و اولیاء والد کو ذریعہ ایصال
الی المطلوب کرنا چاہیے جیسے کوئی پڑ پڑی ہو یا بادشاہ تک پونچنے کو وزیر و امیر پڑ پڑی ہو کہ
خداوند کریم مانند بادشاہان دنیا کی نہیں عزیزین وہ کہ اسکا قائل ہو یہ بیان بطور تشبیل کی تھا کون کتنا
لیجے خداوند اقدس ہر امیر میں مثل بادشاہان دنیا کی ہو پڑی ہو کہ یہ کہتمی یہ نہ کہما کہ خداوند کریم کو تھا
نہیں ہر خود بالہ منہ کوئی کی تشبیل ہی بطور نظیر ہے آپ ہم کہتی ہیں کہ شہنشاہ حقیقی جو ہی ملک
الاملاک کہتی ہیں سارا ملک اوسیکہ ہو ملک الاملاک یا شہنشاہ حقیقی کا اطلاق سوای اللہ کی کسی پر جائز
نہیں اگر کسی کا نام ملک الاملاک رکھا جائے تو اللہ تعالیٰ اسی سخت ناپسند فرماتا ہے کسی کا نام شہنشاہ یا ملک
الاملاک کہنا حرام ہے صحیح مسلم میں ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال ان ائتم اسحر عند اللہ من رجل یسمی ملک الاملاک و من ادا ابن
ابی شیبۃ فی رحمۃ اللہ لا مالک الا اللہ قال الاشعثی قال سفیان مثل شاہان شاہ
شرح مسلم ام فروی میں ہے ان النسمی بهذا الاسم حرام لیجی حضرت آپ تو بادشاہ کی تشبیل پر چار چار تھے کو تو
تھے اپنی ثابت کر دیا کہ وہ خود شہنشاہ حقیقی ہو پڑا اگر دوستی اپنی بندوں سے چند شخص کو مغز بنایا یا ان
مغزین کی درجات متفاوت کی ہو عباد کی تعلیم و ارشاد اوسے متعلق رکھی احکام یا کسی قسم کا خاص فائدہ
پونچانی میں اونکو واسطہ قرار دیا تو فرمائیے اوسکی شہنشاہی کی خلافت کیا ہوا بلکہ یہ امر شہنشاہی کا عین
مقتضا ہے آیت جو لکھی گئی وہ بھی بی سمجھ جو جب گلستان بوستان پڑنی والی کا کلام اس وقت سی
سمجھتے ہیں نہ آیا تو خداوند کریم کا کلام سمجھنا کیا سہل تھا اس آیت میں لا تدع کی معنی لا تعبد ہیں
چاہیے عالم دیکھ لیجیے اگر ہم فرض کر لیں کہ پکار نیکی معنی ہیں جب ہی اس سے اوسے قسم کا پکارنا مقصود
ہوگا جیسے معبود کو حاضر ناظر سمجھ کے پکارتی ہیں چنانچہ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ اس پر دلیل
صریح ہے اب ہم توسل و استغاثہ کا طریقہ لکھا چاہتی ہیں ابن حاج محل میں لکھتی ہیں کہ انبیاء والد

استمداد کا یہ طریقہ ہے کہ متوسل مقامات و درجہ رازی اوکی مقابلہ تہذیب کی زیارت کا قصد کر کے چلی جب منزل پر انوار پر حاضر ہو انکسار و خشوع و خضوع ظاہر کری اور قلب کو حاضر کری خیالات کو دل سے کلیتہً نازل کری پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کری اور صاحب قبر پر درود بھیجی اوکی اصحاب پر رضی اللہ عنہم کی اوکی تابعین حضرت پیغمبر پر انجیل حوائج میں اوکو وسیلہ بنائی اور انہی استغاثہ کری اور حاجت کا انجیل چاہی اور اس امر کا یقین کری کہ اوکی برکت سی حاجت برآئے گی اور سن ظن کو قوت دی جو شخص اوکی فرار پر نہیں پہنچ سکتا اور چاہیے کہ پہلی اور پھر سلام بھیجی پھر اپنی حاجت کو بیان کری اللہ تعالیٰ بر لا ینکا اور اولیاء اللہ سی استمداد دے گا یہ طور ہے کہ جب اوکی مقابلہ پر جای پہلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تسل کر کے پھر صاحب قبر پر تسل کری پھر اپنے لیلی اور اپنی باپ مان و مشائخ و اقارب اہل مقابر و اموات و احیاء مسلمین کی لیلی دعا کری پھر توسل کری مولوی نعیم الدین ساکن بردوان فی ۱۲۹۲ ہجری میں مولانا شاہ عبدالغفر قدس سرہ کی عالی خدمت میں حاضر ہو کی چند سال کی تھی جبکا جواب مولانا نے اوکو دیا مولوی صاحب نے اسی جمع کر کے بطور رسالہ کے مدون کیا چنانچہ یہ رسالہ کلکتہ میں چھپ گیا ہے من جملہ سوالات کی مولوی نعیم الدین فی استمداد کی صورت ہی پوچھی تھی جبکا جواب اوکو ملا ہم اس مقام پر سوال و جواب کو بعینہ لکھتی ہیں چونکہ مولانا کا جواب با و آخر عمر میں لکھا گیا ہے جو عین تحقیق کا زمانہ ہوتا ہے زیادہ تر تسلیم کی قابل ہے سوال برای دریافت اینک اہل قبر کامل یا نہ و در صورتیکہ اہل قبر کامل باشند از و استمداد خود بچہ صورت باید کرد جواب بعضی از اہل قبور مشہور کہ اہل ان و کمال ایشان تہو اثر شدہ طریق استمداد از ایشان آنست کہ جانب سقر قبر او سورہ بقرہ انگشت بر قبر نہادہ تا مفلحان بخواند باز بطرت پائین قبر نیاید و آمن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید ای حضرت من برای فلان کار درجاء الہی التجا میکنم و دعا شمائید دعا و شفاعت امداد من نمایند باز رو قبلاً رد و مطلوب خود را از جناب باری خواہد و کسانیکہ کمال اینان معلوم نیست و مشہور و متواتر شدہ دریافت کمال آنها بہمان طریق ست کہ بعد از فاتحہ و درود و ذکر سبوح دل خود را مقابلہ سینہ مقبورہ را در گراحت و تسکین و نوری دریافت کند بداند کہ این قبر از اہل صلاح و کمال ست لکن استمداد از مشہورین باید کرد استغاثہ و توسل کی یتیم صورتین جو مذکور ہوئین شرعاً انکی جواز میں کہ سیطرح کا شبہ نہیں اس لیے کہ ان سب میں مستغاث مظهر عون الہی سمجھا گیا اور اصل مستغاث خاص ذات باری تعالیٰ خیال کی گئی صورت اول میں توبہ امر صریحی ہے کہ مستغاث خداوند تعالیٰ ہی مابہ وسیلہ ذکر ضمنی ہے صورت ثانی و ثالث میں ہی حقیقتہً انبیاء و اولیاء اللہ مستغاث نہیں ہیں

ایسے کہ سیکھ سہی مقصود بالذات یہ ہے کہ ماہ الوسیلہ خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں عرض حال کریں اور شفقت چاہیں تو اس سے صاف ظاہر ہو کہ مظہر عنون الہی سمجھ کر صرف واسطہ ٹھہرائی گئی مولانا روم فرماتی ہیں

آب خواہ از جو بخوہ از سبو	کان سبور اہم مدد باشد ز جو
نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور	نور مہ ہم ز افتاب ست ای پسر

و عام استغاث کو بعض مخالفین بخلاف ثنوت ٹھہراتے ہیں حالانکہ اس مشہور عاک جواہر میں کی طرح کا شبہ نہیں اس میں عامین جابجا المستغاث یا سر سوال اللہ المستعان یا سر سوال اللہ الشفاعات یا سر سوال اللہ الخلاص یا سر سوال اللہ فکون پر مگر یہ خلاف شرع نہیں ہو سکتا بلکہ اس قسم کا استغاثہ قسم سوم میں داخل ہے جو قاضی شوکانی نے توسل و استغاثہ میں فرق ٹھہرایا ہے اور توسل کو جائز و استغاثہ کو ایسی امور میں جو مقدور و ایشہ منہ حرام سمجھا ہو و النفسیدین ہر من استغاث من مہیت من الاموات اوحی من الا حیات فی امر من الاموات الہی لا یفقد علیہ المخلوق فلم یخلص التوحید للہ قاضی صاحب بہ نہ تنجی کو غیر مقدرات بشر میں اموات یا حیا سی حقیقتہ استغاثہ نہیں کیا جاتا اور جو لوگ استغاثہ کرتے ہیں اموات کو مظہر عنون و واسطہ و مدد سمجھ کر اس صورت میں حقیقتہ استغاثہ باقیہ عالی ہونہ اموات اور اس قسم کا استغاثہ ہرگز شرک نہیں ہے ہاں دو صورتیں توسل و استغاثہ کی ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں پہلی صورت مستغاث مظہر عنون الہی نہ سمجھا جائے بلکہ مستقل حاجت و خیال کیا جائے جیسے ہندویشن کو چلائی کا نائب حماد یو کو مارنے کا نائب سمجھ کر استغاثہ کرتے ہیں گہراہر میں بھی شیطان کو برائی کا نائب خیال کر کے توسل کرتے ہیں

راست می گویم ویزدان نہ پسند و جز راست	حرف ناراست سرودن روش اہرست
---------------------------------------	----------------------------

شکرین مکہ عنری کو عزت دینی کا و تو کو دوستی کرانیکالہ عوق کو و شمتون اور برائیوں سی پچائیوا الہی سمجھ کر استغاثہ کرتے تھے یہود حضرت عزیر کو ابن النصارای حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا الہم کر توسل کرتے ہیں اس طرح عوام کا لاف نام سی اگر بعض اہل صلاح کی نسبت عام ازینکد حیا سی ہوں یا اموات سی یہ خیال کریں کہ یہ لوگ ایسی کام کرنی پر قادر ہیں جو خداوند کریم کی خاص قبضہ قدرت میں ہے پھر انکی ایسی تعظیم کریں جو اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصیت یا وہ مستقلال ملک نفع و ضرر کی سمجھ جائیں تو یہ شرک ہے قاضی شوکانی و النفسیدین خلاص کلمۃ التوحید میں لکھتے ہیں و ہذا اذا الہیکل شمس کا فلا تلتدی ہا ہوا الشمس و و سمری صورت ایسا استغاثہ مظہر عنون الہی سمجھا جائے نہیں مظہریت کی صلاحیت نہ چنانچہ شکرین مکہ گتے تھے ہی ما تعبد ہوا

دو صورتیں توسل و استغاثہ کی شرعاً ناجائز ہیں

نوع مرد و معبودان باطل خود میخوانند و آنرا جانزمی شمارند و آنچه بت پرست گفت که من از بتان
شفاعت میجویم چنانچه شما هم از پیغمبران و اولیا شفاعت می خواهید پس درین کلام هم دخل و
لبیس است زیرا که بت پرستان هرگز شفاعت را نمیدانند و نه در دل خود تصور میکنند پس معنی شفاعت
سفارش است و سفارش آنست که کسی مطلب کسی را از غیر خود بعرض و معرض ادا سازد
بت پرستان در وقت درخواست مطالب خود از بتان نمی فهمند و نمیگویند که سفارش با حضور بر درگاه
جل و علی نماید و مطلب ما را از جناب او تعالی ببرد بلکه از بتان خود درخواست مطلب خود میکنند
و آنچه گفته است که هر چه مقصود شما از اهل قبور است همان قسم مقصود من هم از بت پرست کنیا و کاکاست
نیز خطا و خطاست زیرا که ارواح را تعلق ببدان خود که در قبر مدفون اند البته می باشد زیرا که بت
در از دین بدن بوده اند و اینها قبور معبودان را تعظیم میکنند بلکه بطرف خود بصورت سنگ با و
درختان اختراع نموده قرار می دهند که صورت فلانی است بی آنکه آنرا تعلق بان ارواح باشد
و این قرار داد اقراضی را هیچ اثر نیست آری حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راه رحمانیت
خودی فرماید اینها می فهمند که از طرف بتان این فائده حاصل شد حق تعالی که عالم الغیب
و انقیاض است حاجت بندگان خود میداند و در زندگانی دنیا حاجت روائی منظور است
از هر طرف که خواهند مطلب ایشان را بایشان میدهند چنانچه پدر مشفق حاجت پسر خود را که صغیر
است میداند و وقتی که از خدمت کار و دایه خود چیزی می طلبد با و میدهد حال آنکه خردگزار و دایه مقدر
نادر و همچنین است حال بتان بلکه حال اهل قبور نیز موافق قاعده اهل اسلام و آنچه مرقوم شده که
پس برگاه که جز از استمداد اهل قبور ثبات شد بعضی مسلمین ضعیف الا اعتقاد بر پرستش سیتلا و
مسانی چونکه باز خواهند پس فرق در میان استمداد اهل قبور و پرستش سیتلا و مسانی بچند وجه
است اول آنکه اهل قبور معلوم اند که صلوات بر بزرگان بوده اند و سیتلا و مسانی موهوم محض اند و وجود
آنها معلوم نیست بلکه ظاهرا خیال بندی این مردم است دوم اینکه سیتلا و مسانی بر تقدیر وجود
آن باز قبیل ارواح حیثیه و شیاطین اند که برای ذامی خلق بسته اند اینها را بار ارواح طیبه انبیاء
و اولیا چه مناسبت سوم آنکه استمداد اهل قبور بطریق دعاست که از جناب الهی عرض کرده
مطلب ما را بپردازند و پرستش این چیزها بنا بر اعتقاد استقلال و قدرت اوست که نفر محض است فقط

اس پر بھی ہم صاف کہی دیتی ہیں کہ اگر کوئی شخص مسلمان کہلا لیا یا اولیا کو خداوند اقدس کا
 سا بھی بنائے یا انکو مستقل بالذات سمجھ کر استغاثہ کری جیسا معاملہ کفار یا مشرکین بتوں سے
 کرتے ہیں تو ایسے مسلمان میں اور کافر میں کسی قسم کا فرق نہیں دونوں ایک ہی لاٹھی کے ہانکی
 ہیں مگر اس سی صورتہ کا عدم جواز لازم نہیں اتنا نہ ایسا شخص مشرک ٹھہر سکتا ہی جو شروع طور پر
 استغاثہ و توسل کرے ضابطہ توحید شرعی و شرک شرعی فی العبادة و فی الافعال کا یہ ہو کہ جس
 صفت یا کام کا اعتقاد یا اقرار خاص خداوند کریم کی لیے ٹھہرایا گیا ہو اگر اسی کی واسطے کیا جائے تو
 توحید شرعی ہو اگر کسی دوسری کی لیے بخیال اہلیت کیا جاسی شرک شرعی ہو شرع میں ایک
 ہی چیز ایک ہی کام بُری اعتقاد بُرے نیت سی اور وہی چیز وہی کام پہلی اعتقاد پہلی نیت سے
 حرمت و حلت میں بدل سکتی ہیں جیسے نماز اخلاص سے فرض ہو اور یا سی اشد حرام ہے
 تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر انبیاء یا اولیا حسب صورتہ و سیلہ ٹھہرائے گئے تو شروع ہو اور اگر
 انحال مرام میں مستقل سمجھے گئی تو نما شروع و حرام وسیلہ مشروع میں مخالفین کی تصریح مختلف
 و پریشان ہو ابن تیمیہ و ابن قیم کہیں اقرار کرتی ہیں کہ انکار ابن تیمیہ اپنی فتویٰ میں جو اشہر
 الفتاویٰ سی ہو اقرار کرتے ہیں اور صراطِ مستقیم وغیرہ میں انکار یا دسی اول انکار کا یہی شخص
 ہو ابن قیم بھی اقرار و انکار میں اپنی استاد کا قدم بقدم ہو کتاب الکبائر میں جواز کا قائل ہو
 اغاثۃ اللہقان وغیرہ میں صریح منکر چنانچہ اسکا بیان کیا جائیگا محمد بن عبد الوہاب کو اس
 مقدمے میں بہ تقلید ابن تیمیہ انتہا درجے کا تعصب ہوا یہ علانیہ استغاثہ بانحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو کفر لکھتا ہو عبد الوہاب نجدی نے توحید و رد اشراک میں ایک رسالہ مستقل لکھا
 اوسمیں انتہا درجے کو پوچھا ہو پھر محمد بن عبد الوہاب نجدی نے اسکا خلاصہ و خلاصہ و خلاصہ
 کیا کتاب التوحید میں محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتا ہو و واحدٌ یعبُدُ الا و شان کما
 فی حدیث الترمذی حدیث یعظم و تبارک النبی و یقف عندہ کما یقف فی
 الصلوۃ و اضعا یدہ الیمنی علی ید الیسری و یقول یا رسول اللہ
 اسئلك الشفاعۃ یا رسول اللہ اُدعُ اللہ فی قضاء حاجتہ دنیاویہ
 و یعتمد ذلک سبب الحصول مرادہ یعنی بعض لوگ بتوں کی پرستش کرتی ہیں

اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی تعظیم کرتے ہیں اور سامنے قبر کے واہنی ہاتھ کو
 بائیں ہاتھ پر رکھ لی کھڑے ہوتے ہیں جیسے نماز میں اور کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ ہم آپ
 شفاعت چاہتے ہیں یا رسول اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ میری حاجت بر لائے اور
 اس قسم کی نذا کو باعث حصول مقاصد سمجھتے ہیں جب یہ کتاب مکہ معظمہ میں آئی علماء
 مکہ معظمہ نے اسے ہجری میں اوسکا جواب لکھا اور ہدیہ مکیت نام رکھا ہدیہ مکیت میں ہر لفظ
 اللہ علی الاعضاء کف جعل الملعون النجدي قبر النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم وثنا وتعظیم عبادۃ وشرک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم من زار قبري وجبت له شفاعتي وصرح المکی والماوردي
 والذہبی والزمین المالکی وغیرہم فی آداب الزیارات بان
 یقف کما یقف فی الصلوۃ قال المراغی ینبغی لكل مسلم اعتقاد
 کون زیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم قربة للاحادیث الواحہ توفی ذلک قولہ
 تعالیٰ وَلَوْ أَنَّهُمْ لَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ الْآیةَ لَان تعظیمہ صلی اللہ
 علیہ وسلم لا ینقطع بموتہ وقد استدل کافة العلماء بھذہ الْآیة علی
 استواء حالتہ صلی اللہ علیہ وسلم وفقیر ہذہ الْآیة حین المحضر
 بموقفہ والاستغفار والاستشفاع بمجاہدہ الاقدس من زمن الصحابة
 رضی اللہ عنہ الی ہذا الیوم انتہی مختصراً یعنی خدا کی رحمت و ثمنون پر نازل ہو
 دیکھو اس ملعون نجد کے رہنے والی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بت بنایا اور قبر
 مبارک کی تعظیم کو عبادت و شرک ٹھہرایا حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص ہماری
 قبر کی زیارت کرے گا اوسے شفاعت واجب ہو جائیگی مکی و ماوردی و ذہبی و زین
 مالکی وغیرہ نے آداب زیارت میں لکھا ہے کہ قبر شریف کی سامنے اس طور سے کھڑا ہوتا ہے
 جیسے نماز کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں مراغی کا قول ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ زیارت
 کو عبادت سمجھے کہ اس میں حدیثیں وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ ظلم کریں اپنی
 جانوں پر پھر آوین آپ کی پاس اور مغفرت پاہیں اللہ سے اور مغفرت جاہن اونکے

واسطے رسول تو پاوین اللہ کو معاف کرنے والا مہربان اس لیے کہ تعظیم آپ کی موت سے تمام
 نہیں ہو گئی اسی آیت سے تمام علمائے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ آپ کی حالت موت
 و حیات میں برابر ہی اور یہ آیت پڑھی جاتی ہے حضور میں حاضر ہونی کی وقت اور مغفرت
 اور شفاعت طلب کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہ کے وقت
 سے لیکر آج تک شوکانی توسل کے پہلی صورت کو کھلم کھلا جائز کہتے ہیں اور دلفنبد
 میں کوئی تقریر ایسی نہیں ہے جس سے دوسری یا تیسری صورتوں کا صاف عدم جواز
 پایا جاتا ہو البتہ صور باطلہ استغاثہ کا بطلان طرق متعدد سے بیان کیا ہے ہاں ایک مقابل بحث
 رہا جاتا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے شوکانی دلفنبد میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی
 بزرگ کی مزار پر صرف زیارت کے لیے جائے اور توسل و دعا کا غم نہ کری تو جائز ہے بشرطیکہ
 شذر حال اور قصد سفر کا نگری اور اگر توسل کے لیے جائے اور زیارت کو توسل کا تابع ٹھہرائے
 یا مجموع زیارت و توسل کا غم نہ کری تو جائز نہیں اس لیے کہ توسل کے واسطے قبر پر جانا ضرور
 نہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ قبر پر جا کے توسل کی وقت صاحب قبر کی طرف اشارہ کیا جائے
 بلکہ اللہ تعالیٰ سر اسرار و مخفیات پر بخوبی واقف ہے اس کو توسل پر اچھی طرح اطلاع ہوتی ہے پھر قبر
 جانے کی ضرورت ہے کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ زیارت قبور کے لیے شذر حال درست ہے عام ازیک
 توسل بھی مقصود ہو یا نہ ہو اور شذر حال نبی کے مزار کی طرف ہو یا کسی ولی کی اور حدیث
 لا تشدوا الرجال الا الى ثلثة مساجد سے ایک خاص قسم کا سفر ممنوع ہے ورنہ
 جہاد و حج و تعلیم علم و تجارت وغیرہ کے لیے سفر ممنوع نہیں اس طرح زیارت قبور انبیاء اللہ
 علیہم الصلوٰۃ والسلام و صحابہ و تابعین و اولیاء و علماء رضی اللہ عنہم کے لیے سفر جائز ہے اس
 حدیث سے اس سفر کا منہ عنہ ہونا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ابن حجاج مدظلہ میں احیاء العلوم
 سے نقل کرتے ہیں ویدخل من جملة زیارة قبور الانبیاء و قبور الصالحین
 و التابعین و سائر العلماء و الاولیاء و کل من یتبرک بمشاهدتہ فی حیاتیہ
 یتبرک بزیارتہ بعد وفاتیہ و یجوز شد الرجال لهذا الغرض
 توسل و استغاثہ کے لیے کسی نبی یا ولی کی مزار پر جانا جائز ہے بلکہ اسمین فوائد میں پہلا فائدہ

توسل واستغاثہ کی اطلاع اچھی طرح اہل قبور کو ہوتی ہے دوسرا فائدہ زیارت سے
 زائد برکت حاصل کرتا ہے تیسرا فائدہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ
 مراد بر لاتا ہے اللہ تعالیٰ کا یوں طریقہ جاری ہو کہ لنگے ہاتھ سے انکے سبب سی حاجات کو بر لاتا
 ابن حاج مدظلہ میں لکھتے ہیں جرث سنیۃ سبحانہ و تعالیٰ فی قضاء الحوائج
 علیہ السلام بسببہ مولوی اسماعیل دہلوی تقویت الایمان میں استغاثہ و توسل کو شرک
 کہتے ہیں اپنی مثنوی میں جائز و نسب لکھتے ہیں

توسل ز مقبول پر انسب ست	ولی فہم غیش بس اوجب ست
بودنیش اتباع و دعا	ہمین ست و باقی فریب و دعا

اور ایضاح میں بدعت حقیقیہ یا حکمیہ لکھا ہے حالانکہ صاحب ایضاح فی بدعت کرنے والے پر
 اطلاق مبتدع کا جائز نہیں سمجھا ہے عبارت ایضاح کی یہ ہے کہ حکم فتویٰ رئیس العلماء حضرت
 شاہ عبدالغفر صاحب قدس سرہ کہ استمداد بمعنی طلب دعا از اموات از جنس بدعات
 شمرہ اند با وجود آنکہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ در زمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعرابی
 طلب دعا استسقا از مزار مبارک جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نمود پس با وجود
 تحقیق این امر مذکور در ان قرن بنا بر آنکہ مرجع در ان قرن نگردیدہ از بدعات شمرہ اند
 پتھر دوسرے مقام پر لکھا ہے استمداد از اہل قبور کہ از اعرابی در زمان حضرت امیر المؤمنین عمر رضی
 نقول ست وغیرہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر فاعلش آنرا ملحق با ست شمرہ
 اقتدای ایشان می نماید والا از قبیل بدعات حکمیہ است اگر از ممنوعات شرعیہ نباشد
 اس خطرات کا کچھ ٹھکانا ہی آولا ایک چیز ایک کتاب کے حکم سے کفر و دوسری سے جائزیت سے
 رسالے کی رو سے بدعت ٹھہرتی ہے اور حکم ایضاح بدعت و کفرین تقابل ہے علی سبیل التزلزل
 اگر ہم استغاثہ کو بدعت تسلیم کریں تو لازم آتا ہے کہ وہ اعرابی مرکب بدعت کا ہوا اور تمام صحابہ
 مجوز بدعت کے اس لیے کہ صحابہ سے کسی نے اوسپر انکار کیا لفظ باللہ منہ باقی رہا رواج یہ کون
 کہتا ہے کہ رواج ضروریات سی ہے یہ قید صاحب ایضاح نے اپنی طرف سے لگائی ہے یہ تقدیر تسلیم ہم
 کہتی ہیں کہ صرف اعرابی سی توسل نہیں پایا گیا بلکہ توسل کا طریقہ ایک چلتا پڑتا تھا حضرت

عمر رضی اللہ عنہما باران میں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سی تو سہل کیا اور کامیاب ہوئے
 تو وسیلہ کا طریقہ ستمرہ ہو گیا شفاء السقام میں ہر فسقوا فسادا ان یتوسل بھذہ
 الوسیلۃ حتی یسفقوا جب اساک باران کی شکایت ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ
 رضی اللہ عنہا نے فرما مبارک پر جو عمارت تھی اوسمیں روزن کرنے کا حکم دیا تاکہ آسمان و فرار
 فائز الانوار میں حجاب نہ رہی چنانچہ خوب مینہ برسا ایک اعرابی آپ کی دفن کے بعد آیا قبر مبارک
 گر پڑا اور مٹی اپنی سر پڑالی اور کہا یا رسول اللہ میں نے آپ کی اور خداوند تعالیٰ کے قول کو سنا
 وہ فرماتا ہر ذلک انھو الا یہ اور میں نے نفس پر ظلم کیا اور مغفرت کے لیے آپ کی پاس آئی قبر سے
 نذا آئی کہ تمھاری مغفرت ہوئی پھر ایسی چیز کو بدعت حقیقیہ یا حکمیہ کہنا خلیفہ راشد بلکہ
 تمام صحابہ کی نسبت کمال درجہ کی ہے ادبی ہر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا حوالہ دیا گیا عبارت
 کیون نہ لکھی گئی کہ ہم اسکا مطلب سمجھاتی صاحب الفیاض نے بدعت کو سیئہ میں منحصر سمجھا ہے
 یہ کیا ضرور ہو کہ حضرت شاہ صاحب ایسی مذہب کو قبول فرمائیں سوال و جواب کی عبارت یہ ہے
 سوال از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام و شہداء عظام و صلحای عالی مقام
 بعد موت شان استمداد باین طور کہ یا فلاں از حضرت حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواد و شفیع
 من شدہ و دعا برامی من بخواد درست یا نہ جواب استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور
 باشد خواہ غائبان نبی شہید بدعت است در زمان صحابہ و تابعین نبود لیکن اختلاف است در کہ
 این بدعت حسنہ است یا سیئہ و نیز حکم مختلف میشود باختلاف طریق استمداد اگر استمداد باین طریق
 کہ در سوال مرقوم است پس ظاہر اجازت آن است زیرا کہ در صورت شرکی غمی آید مانند استمداد
 صلحا بدعا و التجا در حال حیات و اگر نبوع دیگر است پس حکم آن موافق آن صورت خواهد بود
 اس عبارت سے صریح ظاہر ہو کہ شاہ صاحب استمداد کو بدعت حسنہ سمجھتے تھے جیسے صاحب الفیاض بدعت
 حقیقیہ یا حکمیہ کہتی ہیں مولوی محمد اسحاق دہلوی مائتہ مسائل میں قبور انبیاء سے استغاثہ جائز
 سمجھتے ہیں مسائل البعین میں ناجائز مائتہ مسائل میں ہر سوال سبب و دوم دعای زائر
 باین طور کہ یا رسول اللہ در جناب الہی از طرف این کس عرض کنید کہ حاجت من بر آید یا ولی اللہ
 تو از طرف این کس بجناب الہی بگو کہ حاجت من بر آید جائز است یا گناہ کہ ام گناہ جواب انیتو

که در سوال مرقومست صورت استمدادست چنانچه در کتاب کشف الغطا تصنیف شیخ الاسلام واضح
 میشود پس این مسئله مختلف فیه است و آن اینست که استمداد نزد قبر از غیر انبیا منکر شده اند از آنها
 میگویند که نیست زیارت قبر مگر برای رسانیدن نفع با موت بدعا و استتقار برای شان پس استمداد
 نمودن از غیر انبیا نزد قبر ولی یا شهید ممنوع و محظورست مگر بعضی فقها که قلیل اند بطوری که
 در سوال مرقوم جائز داشته اند چنانچه این تفصیل در کتاب کشف الغطا و ترجمه مشکوة از شیخ عبدالحق
 دهلوی و شرح عربی شان مرقومست فمن شاء فلينظر في نزجة الشيخ اما عبارت
 کشف الغطا هكذا و اما استمداد باهل قبور و غیر نبی یا در غیر انبیا صلوات الله علیهم منکر شده اند از بسیار
 از فقها گویند نیست زیارت مگر برای رسانیدن نفع با موت بدعا و استغفار و قائل گشته اند بآن
 بعضی از ایشان و ظاهر آنست که از فقها آنانکه قائل بسمع و ادراک میت اند قائل بجوازند و آنانکه منکرند
 این را نیز انکار کنند و نیست صورت استمداد مگر همین که محتاج طلب کند حاجت خود از جناب
 الهی تبوسل روحانیت بنده مقرب درگاه والا و گوید خداوند ابه برکت این بنده که تو رحمت
 و اکرام کرده او را برآورده گردان حاجت مرا یا ندانند آن بنده مقرب و مکرم را ای بنده خدا
 و ولی وی شفاعت کن مرا و بجواه از خدای تعالی مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا پس نیست
 بنده در میان مگر وسیله و قادر و مطلق و مستول پروردگارست تعالی شأنه انتهی و فی شرح مشکوة
 العربی للشیخ عبدالحق رحمہ و اما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی صلی الله
 علیه و سلم و الانبیاء علیهم السلام فقد انکره کثیر من الفقهاء وقالوا ليس الزيارۃ
 الا الدعاء للموتى و الاستغفار لهما و ایصال النفع اليهما بالدعاء و تلاوت القرآن و اثبتہ المشائخ
 الصوفیة قدس الله اسماءهم و بعض الفقهاء حجة الله علیهم انزلوه و در رساله مالایکه تصنیف
 قاضی ثناء الدینیانی تمی است مرقومست سجده کردن برای قبور انبیا و اولیا و طواف نمودن
 و دعا اذان باخواستن و نذر برای ایشان قبول کردن حرامست بلکه چیزی از آنها بکفر نیز
 و در کتاب شجرة الايمان مرقومست و گوهر را سجده کردن و بوسه دادن و هر دو دست مالیدن
 و طواف کردن و از صاحب قبر حاجت طلبیدن و در قبرستان چرغ بافرودتن همه مکر و تحسینی
 انتهی هم گفته بن این تقریر کئی وجه سے مخدوش ہو پہلا خدشہ کشف الغطا و ترجمہ مشکوة و شرح

عربی مشکوٰۃ میں بڑی دھوم دھام سے استغاثہ و توسل کا جواز لکھا گیا ہے اور مکررین کی اچھی طرح
 لی دی گئی ہے پھر ایسے کتب کا حوالہ خود نامناسب تھا ہم اس مقام پر پوری عبارت ان
 کتابوں کی لکھتے ہیں تاکہ مجوزین کو دھوکا نہ ہی کشف الغطاء میں ہو و این امر سیست ثابت و
 مقرر نزد شاخ صوفیہ از اہل کشف و کمال تا آنکہ گویند اکثری را فیوض و فتوح از ارواح رسید
 امام شافعی گفتہ کہ قبر موسی کاظم تریاق مجرب است مرا جابت دعا را و حجت الاسلام گفتہ ہر کہ
 استمداد کردہ شود بوی در حیات استمداد کردہ شود بوی بعد از ممات و امام رازی گفتہ چون
 می آید از اتر نزد قبر حاصل میشود نفس اورا تعلق خاص بقبر خیاں کہ نفس صاحب قبر را و بسبب
 این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاوہ مخصوص پس اگر
 نفس مزبور قوی تر باشد نفس از اتر مستفیض میشود و اگر بعکس بود برعکس شود و در شرح مقام
 مذکور کردہ نفع یافتہ میشود زیارت قبور و استعانت بنفوس اجبار از اموات بدرستیکہ نفس مفارقہ
 را تعلق ہست بہ بدن و بہ ترویجی کہ دفن کردہ شدہ است در ان پس چون زیارت میکنند
 زندہ آن تربت را و متوجہ می شود بسوی نفس میت حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات
 و اضافات و اختلاف کردند درین کہ امدادی قوی تر است از امداد میت یا بالعکس مختار بعض
 محققان ثانی است و درین باب بعضی روایت میکنند کہ فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 چون متخیر شوید شمار را مولیٰ یعنی برآمد کا پس مرد جوئید از اصحاب قبور شیخ اجل در شرح مشکوٰۃ گفتہ
 کہ یافتہ نمیشود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزیکہ منافی و مخالف این باشد و رد
 کنند این را و با کجملہ بعد از آنکہ ثابت شد کہ روح باقی است و اورا تعلق خاص با جزیی بدن بعد
 مفارقتش از وی و تغیر کیفیت وی نیز ہست کہ بدان علم و شعور بزرگتر از قبر و احوال ایشان
 دارد و ارواح کمال کہ در حین حیات ایشان بسبب قرب مکانیت و منزلت از رب العزت
 کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چون بہمان قرب باقی اند نیز تصرفات دارند چنانکہ
 در حین تعلق کلی جبہ داشتند یا بیشتر از ان پس انکار استمداد را و جہی صحیح نمی نماید مگر آنکہ از
 اول امر منکر شوند تعلق روح بہ بدن بالکلیہ و جمیع وجوہ بعد مفارقت و زوال علاوہ حیاتی
 و آن خلاف مخصوص است و برین تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بیعینہ گزیدہ و این

امری دیگرست که تمامه اخبار و آثار و ان بر خلاف آنست و نیست معورت استمداد مگر همین که
 محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الهی تبو سل روحانیت بنده مقرب و مکرم درگاه
 والا و گوید خداوند ابرکت این بنده که توجعت و اکرام کرده او را بر آورده گردان حاجت مرا یا ندا
 کند آن بنده مقرب و مکرم را که ای بنده خدا و ولی وی شفاعت کن مرا و بخواه از خدا تعالی
 مطلوب مرا آتضا کند حاجت مرا پس نیست بنده در میان مگر وسیله و قادر و معطی و سؤل
 پر در و گارست تعالی شانده و وی یحی شایسته شکر نیست چنانکه منکر و هم کرده و آنچه نیست که توسل طلب
 دعا از صالحان و دوستان خدا و حالت حیات کنند و آن جائزست باتفاق پس این
 چرا جائز نباشد و فرقی نیست در ارواح کاملان در حین حیات و بعد از ممات مگر ترقی کمال
 شیخ غفر الحق محدث دهلوی ترجمه شکوة بین لکته بین اما استمداد باهل قبور و غیر نبی صلی الله علیه
 و سلم یا غیر انبیا علیهم السلام منکر شده اند از بسیاری از فقها میگویند نیست زیارت قبور
 مگر از برای دعای موتی و استغفار برای ایشان و رسانیدن نفع بایشان بدعا و استغفار و
 تلاوت قرآن و اثبات کرده اند از مشایخ صوفیه قدس الله سرهم و بعضی فقها رحمة الله علیهم
 و این امر محقق و مقررست نزد اهل کشف و کمال از ایشان تا آنکه بسیاری را فیوض و فتوح
 از ارواح رسیده و این طائفه را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند اما مشافعی گفته است
 رحمة الله علیه قبر موسی کاظم تریاق حجبست مراجبات دعا و حجة الاسلام امام غزالی گفته
 هر که استمداد کرده میشود بوی در حیات استمداد کرده میشود بوی بعد از وفات و یکی از مشایخ عظام
 گفته است دیدم چهار کس را از مشایخ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفهای ایشان در حیات
 خود یا بیشتر شیخ معروف و عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیا شمرده اند و مقصود حضرت
 آنچه خود دیده و یافته است گفته سیدی احمد بن رزوق که از اعظم فقها و علما و مشایخ و یا مفسرین
 گفت که روزی شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید اما دجی قویست یا اما دمیست
 من گفتم قوی میگویند که اما دجی قوی ترست و من میگویم که اما دمیست قوی ترست پس شیخ گفت
 نعم زیرا که وی در لباط حقست و در حضرت اوست و نقل و نیمنی ازین طائفه بیشتر از آنست
 که حصر و احصا کرده شود و یافته نمیشود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزی که منافی و

مخالف این باشد و در کندی این را و تحقیق ثابت شده است آیات و احادیث که روح باقی است
 و او را علم و شعور برزائیان و احوال ایشان ثابت و ارواح کامله را قریب مکانی در جناب حق ثابت است
 چنانکه در حیات بود یا بیشتر از آن و اولیاء اگر است و تصرف در کدبان حاصل است و آن نیست
 مگر ارواح ایشان را و آن باقی است و تصرف حقیقی نیست مگر خدا عز و جمه بقدرت اوست
 و ایشان فانی اند در جلال حق و حیات و بعد از ممات پس اگر داده شود مرادی را چیزی بود است
 یکی از دوستان حق و مکانی که نزد خدا دارد و در دنیا باشد چنانچه در حالت حیات بود و نیست فعل
 و تصرف در هر دو حالت مگر حق را جل جلاله و عم نواله و نیست چیزی که فرق کند میان هر دو حالت
 و یافته نشده است دلیل بر آن در شرح بخاری نسخ ابن حجر در شرح حدیث لعن الله الیهوج
 و النصاری التخذ و اقود انبیاءهم صا جدا گفته است این بر تقدیر نیست که نماز گزار در نجاس
 قبر از جهت تعظیم وی که آن حرام است با اتفاق و اما اتخا و مسجد و جوار پیغمبری یا صالحی و نماز گزار در
 نزد قبر وی نه بقصد تعظیم قبر و توجیه بجانب قبر بلکه بنیت حصول مدد از وی تا کامل شود ثواب
 عبادت بمرتبه قرب و مجاورت مران روح پاک را حرام نیست در آن و در آخر باب چیزی
 بآیه متعلق باین سخن و تمام گرد و این بحث ان شاء الله تعالی در کتاب جهاد و در قصه قتلی بدر و الله
 اعلم او عبارت ترجمه مذکور که کتاب الجهادین بهی و اما استمداد بابل قبول نکرد شد مران را بعض
 فقها اگر انکار از جهت آنست که سماع و علم نیست ایشان را برزائیان و احوال ایشان پس
 بطلان او ثابت شد و اگر سبب آنست که قدرت و تصرف نیست مر ایشان را در آن موطن
 تا ندکنند بلکه محبوس و ممنوع اند و مشغول با آنچه عارض شده است مر ایشان را و محنت و شدت
 آنچه باز داشته است از دیگران ممنوع که این کلیه باشد خصوصاً در نشان متقین که دوستان
 خدا اند شاید که حاصل شود ارواح ایشان را از قرب در برنج و منزلت و قوت و قدرت بر شفا
 و دعا و طلب حاجات مرزائیان که متوسل اند بایشان چنانکه روز قیامت خواهد بود و چیست دلیل
 بر نفی آن و تفسیر کرده است بیضاوی آیه کریمه و اننا نزعنا غرقاً را الایه بصفت نفوس فاضله
 در حال مفارقت از بدن که کشیده میشوند از ابدان و نشاط میکنند بسوی عالم ملکوت و سیاه
 میکنند در آن پس سبقت میکنند بخطای قدس پس میگردند بشفرت و قوت از مدبران و است

شعری چه میخیزند ایشان با استعداد و امداد که این فرقه منکر اند از آنچه مایه فهم از آن
 نیست که داعی محتاج فقیر الی الله دعا میکند خدا را و طالب میکند حاجات خود را از قرب
 جناب عزت و عناد وی و توسل میکند بروحانیت این بنده مقرب مکرم در درگاه عزت و
 میگوید خداوند ابرکت این بنده تو که رحمت کرده بروی و اکرام کرده او را و لطف و کرمی
 که بوی داری بر آورده گردان حاجت مرا که تو معطلی کرمی یا ندا میکند این بنده مقرب را که
 ای بنده خدا و ولی وی شفاعت کن مرا و بخواه از خدا که بدسترس و مطلوب مراد و تقاضا
 کند حاجت مرا پس معطلی و ماسول پروردگارست تعالی و تقدیس نیست این بنده
 در میان مگر وسیله نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانه و اولیاء خدا فانی و
 یا لک اند و فعل الی و قدرت و سطوت وی نیست ایشان را فعل قدرت و تصرف نه اکنون
 که در قبور اند و نه در آن هنگام که زنده بودند و در دنیا و اگر اینمحضی که در امداد و استعداد ذکر کردیم
 موجب شرک و توجیه با سوای حق باشد چنانکه منکر زعم میکند پس باید که منع کرده شود توسل
 و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا و حالت حیات نیز و این ممنوع نیست بلکه مستحب
 و مستحسن است با اتفاق و شائع است در دین و اگر میگویند که ایشان بعد از موت مغفول شدند
 و بیرون آورده شدند از آن حالت و کرامت که بود ایشان را در حالت حیات چیست دلیل
 بر آن یا گویند که مشغول و ممنوع شدند با آنچه عارض شدند از آفات بعد از ممات پس این
 کلیه نیست بر دوام و استمرار آن تا روز قیامت نهایت اینکه این کلیه نباشد و قاعده استعداد
 عالم نباشد بلکه ممکن است که بعضی منجذب باشند بعالم قدس و متمسک باشند در لاهوت
 حق چنانکه ایشان را شعوری و توحیی بعالم دنیا نمانده باشد و تصرفی و تدبیری در وی نه چنانکه
 درین عالم نیز از تفاوت حال مجذوبان و متمسکان ظاهر میگردد و فهم اگر زائران اعتقاد کنند
 که اهل قبور تصرف و مستبد و قادر اند بر توجیه بجزرت حق و التجا بجانب وی تعالی است
 چنانکه عوام و جاهلان و غافلان اعتقاد دارند و چنانکه میکنند آنچه حرام و منہی عنه است
 در دین از تقبیل قبر و سجده مرآن را و نماز بسوی وی و خبر آن که از لکن نبی و تحذیر واقع
 شده است این اعتقاد و این افعال ممنوع و حرام خواهد بود و فعل عوام اعتباری ندارد

و خارج بحث است و حاشا از عالم شریعت و عارف با حکام دین کہ اعتقاد بکنند این اعتقاد
 وادین فعل را بکنند و آنچه مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کامل
 و استفادہ از ان خارج از حضرت و مذکور است در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان
 ایشان حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنم و شاید کہ منکر متعصب سود نکند و رکلمات ایشان
 عافانا اللہ من ذلک سخن درینجا از وجہ علم و شریعت ست آری مروی و منون در زیارت سلام
 بر موتی و استغفار مر ایشان را و قرأت قرآن است ولیکن در اینجا بنی از استمداد نیست
 پس زیارت برای امداد موتی و استمداد از ایشان ہر دو باشد بر تفاوت حال زائر و مژور باید دانست
 کہ خلاف در غیر نبیاست صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین کہ ایشان احیاء نبیحات حقیقی
 دنیاوی باتفاق و اولیاء نبیحات اخروی معنوی و کلام درین مقام بجد اطناب و تطویل کشید
 بر زعم منکران کہ در قرب این زمان این فرقہ پیدا شدہ منکر استمداد و استعانت را از اولیای
 خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازین دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و
 خوشحال اند و ہر مردم را از ان شہو نیست و متوجہان بجناب ایشان را مشرک بجز و عبدہ اصنام
 میدانند و میگویند اینچہ میگید بشرح عربی بن شیخ فی اسی مضمون کو عربی مین لکھا ہوا و سکا ذکر باعث
 تطویل و اعادہ مضمون خیال کر کے ترک کیا گیا دیکھیے جو کچہ شیخ الاسلام و شیخ عبدالحق
 دہلوی قدس اسرار ہانے جواز استمداد و استغاثہ مین لکھا ہوا اس سے بڑھ کر کوئی شخص کیا
 لکھیگا انکی کلام کو عدم جواز پر استدلال کرنا خطای فاحش ہوا و سر اخر شدہ صاحب
 مائتہ لکھتے ہین کہ بعض فقہا جو قلیل ہین جواز کے قائل ہین ہم کہتے ہین یہ غلط فہمی ہوا
 اسلیے کہ عبارت منقولہ مین کہین یہ امر مین لکھا ہوا شاید اس عبارت سے و منکر شدہ اند انکا
 بسیاری از فقہا یہ خیال کیا گیا ہو کہ بعض فقہا جو قلیل ہین وہ مجوزین سے ہین حالانکہ یہ
 کثرت اضافی نہیں ہوا سپر دلیل یہ ہو کہ شیخ خود ایک مقام پر فرماتے ہین و منکر شدہ اند انکا
 بعض فقہا تیسرا اخر شدہ یہ تقریر مسائل اربعین سے خلاف ہوا جو مائتہ کی تصنیف کے
 دس برس بعد لکھی گئی ہوا اربعین مین استعانت و استمداد باقسا مہانا جائز لکھی گئی علاوہ اسکے
 اربعین مین شیخ کی عبارت لکھ کے تحریر کرتے ہین حق آنست کہ انکا فقہا عام ست از انکم

استمداد از قیور انبیا کنند یا از قیور غیر ایشان همه جائز نیست چنانکه از عبارات دیگر کتب فقہاء درین جواب
ایراد کرده میشود واضح خواهد گردید چنانکه آن صاحب مجمع البحار آورده من قصدت بیا مراءة قبو الا نبیاء
والصلیاء ان یصلی عند قبورهم ویدعوا عندہا ویسئلہم الحوائج
فہذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج
والاستغاثۃ حق اللہ وحدہ انتہی قال البغوی فی المعالم یقال
الاستغاثۃ نفع تعبد و العبادۃ الطاعۃ مع
التذلل و الخضوع و سعى العبد عبد الذل
و انقیادہ یقال طریق تعبد ای تذلل اسکے بعد حدیث اذ استأنت
فاسأل اللہ کو لکھا ہے ہم کہتے ہیں کہ صاحب ربیعین نے فقہاء انکار کین نہیں لکھا
صاحب مجمع البحار نے فقہین نے اولی عبارت کا وہ طلب ہے صاحب ربیعین نے سمجھا ہے بلکہ اسکا
مطلب یہ ہے کہ مستقل سمجھے کہ ال تا جائز ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ طلب حوائج و استغاثہ کو اللہ تعالیٰ کا
حق قرار دیتا ہے اگر عام سمجھا جائے تو اگر کسی شخص سے وضو کے لیے پانی مانگا جائے تو اس سے
افرازم آئیگا علی ہذا بغوی کی عبارت کا بھی مضمون ہے اور بغوی بھی فقہاء سے نہیں شمار کیے جاتے
اور صاحب ربیعین نے حدیث کا مطلب بھی نہیں سمجھا ہے اسکا مطلب ہم بیان کرینگے چوتھا حدیث
عبارت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مفید و طلب صاحب مائۃ السائل نہیں ہو سکتی علامہ رشید
الاحکامین مولانا رشید الدین دہلوی قدس سرہ ایک استدلال کی جواب میں بعد نقل اس عبارت
کی تحریر فرماتی ہیں و دعاء را از اموات خواستن کہ درین عبارت نہی ازان واردست معنی اش انکاموات
را دعوی و قاضی حاجات گردانیدن و حاجت خود را از انہما طلب کردن نہ آنکہ نہارا واسطہ عرض
بجناب الہی گردانیدن و دعوی حقیقی قاضی الحاجات خدا می راد استہ چہ درین صورت
اہل قبور دعوی حقیقی نمی شوند بلکہ دعوی حقیقی خدا می شود و بعد اسکے مولانا می مدوح امام ربان
ح کا مسلک بیان فرماتی ہیں بلکہ استمداد و غائبانہ از قیور دعوی کہ علم آن بندہ را مثل علم حضرت
حق محیط نہ اند در وقت ذکر و مراقبہ جائز داشتہ اند و ہم در معنی در شرح برنخ روایت کردہ است
کہ ہر گاہ شخص مردہ را یاد میکنند اللہ تعالیٰ ریح یا فرشتہ را امر می فرماید کہ پیغام این شخص بآن پسران

انتہی پاچھو ان خدمتہ شجرۃ الایمان کی عبارت مذاق منکرین کی خلاف ہوا سلیکے کہ وہ مکروہ تحریمی لکھتا ہو شرک و کفر نہیں لکھتا چھٹا خدمتہ شجرۃ اگرچہ صاحب مائتہ المسائل سماع موتی کا انکار کرتے ہیں مگر سید الطائفہ تو منکر نہیں اور جب منکرین جواز و توسل وہی لوگ ہیں جو سماع موتی کی قائل نہیں تو مخالفین کو عموماً اور صاحب ایضاً کو خصوصاً چار ناچار ہماری بات ماننی پڑیگی قرطاب المستقیم میں ہر سبب برکت بیعت دین توجہات انتخاب ہدایت آب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت ساجد بہا والدین نقشبند متوجہ مال حضرت ایشان گردیدہ و تا قرب یکماہ فی الجملہ ستارچی درماہین روحین مقدسین در حق حضرت ایشان ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازین ہر دو امام تھانجا جذب حضرت ایشان بتجاہد سبوی خود میفرمودند تا آنکہ بعد القراض زمانہ تنازع و وقوع مضامحت بر شرکت روزی بہر دو روح مقدس بر حضرت ایشان جلوہ گر شدند و تا قریب یکپاس ہر دو امام نفیس نفیس حضرت ایشان توجہ قوی و تاثیر زور آوری فرمودند تا اینکه در بہمان یکپاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیب حضرت ایشان گردید جب یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو چکی کہ استفانہ و قول میں منکرین باہم مختلف ہیں کوئی کچھ کہتا ہو کوئی کچھ تو انکی تقاریر جو عدم جواز استفانہ میں پیش کی جاتی ہیں مع جوابات کے سمجھ لینا چاہیے پہلی تقریر حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو اَلَا لَعَبْدُ دَرَايَا لَمْ تَسْتَعِينْ یعنی تجھی کو بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں آس آیت سی معلوم ہوتا ہو کہ جس طرح عبادت اللہ تعالیٰ سی خاص ہو اوسط طرح استعانت اس تقریر کا جواب کئی طرح سے پیش کرتا ہوں پہلا جواب جو چیز مقدور بشر نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص قبضہ قدرت میں ہو اُس میں خدا ہی سے استعانت کرنی چاہیے ایسے امر کا کسی بشر سے چاہنا جائز نہیں قاضی شوکانی والنضید فی اخلاص کلمۃ التوحید میں لکھتے ہیں و اما ما لا یقتدٰ علیہ الا اللہ جل جلالہ فلا یستعان فیہ الا بہ ومنہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْبُ یعنی جو خاص مقدور باری تعالیٰ ہو ایسے امر میں سوا ہی اللہ تعالیٰ کی کسی سے استعانت جائز نہیں ہاں جو مقدور بشر ہو و ہمیں بالاتفاق انسان سی استعانت جائز ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی دوسری مقام پر فرماتا ہو فَاَسْتَعَاثَ الَّذِیْ مِنْ شَیْئَتِہٖ عَمَّا الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے **وَلَا تَسْتَصْرِفُوهُ** کہ **فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ** **النَّصْرُ**
 اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی اللہ تعالیٰ اس سے منع فرماتا جیسے عبادت غیر کو جا بجا منع فرماتا
 ہے احادیث سی ثابت ہوتا ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہیے جنکی دل نرم ہیں جو کو
 سخت دل ہیں انسی حاجت کا طلب کرنا نہ چاہیے اگر یہ امر نامشروع ہوتا تو آپ کیوں فرماتے
 جامع صغیر میں طبرانی سے مروی ہے **أَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ إِلَى ذِي الرَّحْمَةِ**
مِنْ أُمَّتِي تَزَرَّ قُوا وَتُجْحُوا بان اللہ تعالیٰ یقول **رَحِمَہُ**
فِي ذِي الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِي وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ
قُلُوبِهِمْ لَا تَزَرَّ قُوا وَلَا تُجْحُوا ان اللہ یقول ان **سَخَطِي فِيهِمْ**
 راہ سنت میں ہے

حصر و ایک فہرستیں +	استعانت غیر سے لائق نہیں
---------------------	--------------------------

اگر سید اولاد حسن قنوجی نے جمیع انواع استعانت کا حصر سمجھا ہے تو یہ فرامین کہ اس شعر کو ذات غفلت
 نے باستعانت قلم کیوں لکھا ایسی جلی استعانت سی وہ کفر و شرک سی کیوں کر بیچ رہی تھیں
 نقاد و نوا علی البر و التقویٰ کی کیا معنی ہیں اور تہجی کر کے یہ بھی ارشاد ہو کہ مصحف
 عثمانی میں ایک نمبر مستعین کہاں ہے اور کلام پاک میں تحریف یا الفاظ مکرر کا حذف و اسقاط
 کب جائز ہے فقیر مظہر العجائب میں ہے کہ ایک دن مولوی سدن اور مرزا قییل اور میران شاہ
 خان کے روپر و نواب سعادت علی خان نے میر ولد ار علی صاحب مجتہد سے پوچھا کہ بعض شیعوں
 کو جو قرآن کی کمالیت اور صحت میں تردد ہے اسکی کیا وجہ ہے فرمایا اسکے بہت وجہ ہیں اونہیں
 عمدہ یہ ہے کہ اس قرآن موجود میں الفاظ اور آیات وغیرہما کے تکرار بے شمار ہے کہ وہ من رائے وہاب
 الحذف اور تحتم الاستقاط ہے اس واسطے کہ قرآن شریف اشرف الکلام ہے اور تکرار اس شرف کے
 مانع نواب نے فرمایا یہ کیا ارشاد ہوتا ہے اگر قرآن اشرف الکلام ہے انسان اشرف الانام ہے
 ہر انسان میں چشم گوش پستان صدغین دست پانچین مکرہ ہیں چاہیے کہ یہ بھی واجب
 الحذف اور تحتم الاستقاط ہو میں تا انسان کا شرف جلوہ فرمائے فہمت الذی کفہ انشی
 راہ سنت میں اس قسم کی تحریفات اکثر واقع ہیں معلوم نہیں جہالت میں یا سہوا یا عمدہ مختصر ہے

کہ اس آیت سے جمیع اقسام استعانت کا حصر ذات باری تعالیٰ میں کیسے نہ سمجھا نہیں تو سخت مشکل کا سامنا ان پڑے قدم قدم پر آدمی کا فرد مشرک ٹھہرے سوا اسکے یہ آیت تعداؤنا علی الید والکف سے معارض ہو جائیگی و دوسرا جواب استعانت بالغیر جسمین غیرہ اعماؤکی کیا جائے اور مظهر عون الہی نہ سمجھا جائے شرعاً ناجائز ہو اگر مظهر عون الہی سمجھ کر خلکی کا رخائے اسباب و حکمت کا خیال کر کے استوار کیا جائی تو یہ استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت بالبدوی تفسیر غریبی میں ہی درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہی کہ اعتماد بر آن غیر باشد و اورا مظهر عون الہی نذر حرام است و اگر انتفات محض بجانب حق است و اورا یکی از مظاہر عون دانستہ و نظریہ کارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ در آن نمودہ بغیر استعانت ظاہر مینماید و در انصرافان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و اولیا و انبیاء این نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر اگر استعانت سی قسم خاص مراد ہو تو حصر کی معنی بن سکتے ہیں تیسرا جواب آیات احکامی یا نسوا و احادیث احکامی میں ہزار ہیں یہ آیت آیات احکامی سے نہیں ہو تفسیر احمدی میں ہر سؤۃ الفاتحۃ خالیۃ عن تعیین المسائل چوتھا جواب یہ آیت قطعیات سی نہیں بلکہ ظنیات سے یہاں استعانت تحمل المراد ہو بیضاوی میں ہر المراد طلب المعونۃ فی المہمات کلھا او فی العبادۃ فالعبد یغید لک و نستعین بک مراد میں ہو و یجوز ان یراد الاستعانۃ بتوفیقہ علی اداء العبادۃ جو اہر التفسیر وغیرہ میں ہو صحابہ اور تابعین اور بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بالفاظ مختلفہ فرمائی ہو حسن بصری نے کہا نعبدک ای بطیع او قتال بن سلمان نے فرمایا نستعین امی نستغیت عکرم نے ابن عباس سے روایت کی کہ معناه نوحّد و نستعین علی عبادتک ابن عیینہ سے مروی ہو کہ معناه نخشع و نخضع و نستعین علی عبادتک الشیطان تیسرے میں ہو کہ معناه ایاک نعبد و ایاک بطواہرنا و ایاک نستعین فی حفظ بواطننا ایاک نعبد علی الرجاء و ایاک نستعین علی الخوف و ایاک نعبد علی الشکر و ایاک نستعین علی الصبر

جب آیت ظلمات سی ٹھہری تو اس سے ایک حکم خاص کیونکر نکال سکتی ہیں آریاب عرفان اس کچھ اور ہی سمجھتے ہیں جو اہل التفسیر وغیرہ میں ہو کہ ارباب عرفان فرماتے ہیں کہ نَسْتَعِیْنُ کے معنی طلب عون او طلب معونت نہیں ہیں بلکہ طلب عین و طلب معاینہ ہیں یعنی اتنی ہمو کو وہ مرتبہ عنایت ہو کہ ہم عبادت کے وقت معاینی کے مقام میں پونچیں گویا تجھ کو چشم سر کی تیز آنکھ حاصل جب آیت اسقدر معنی کی تحمل ہوئی تو حکم اذا جاء الاحتمال فبطل الاستدلال حسب منشاء منکرین قابل احتجاج نہوگی دوسری تقریر اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاٰخِرِ شَيْءٌ اَوْ تَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَالْتَهُمْ ظِلُّ الْمَوْنِ یعنی آپ کا اختیار کچھ نہیں یا اونکو توبہ دی یا اونکو عذاب کری کہ وہ ناحق پر ہیں اس آیت سے صاف ظاہر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا اختیار نہیں جب اختیار مسلوب ہوا تو پھر توسل جائز نہوگا اہم کہتے ہیں اس آیت کی شان نزول میں اختلاف ہی بعض مفسرین کہتے ہیں کہ صفر مکہ ہجری میں آنحضرت صلعم نے ستر صحابہ کو جو قرآسی تھے بامارت منذر بن عمرو اہل بیر معونہ کی طرف بھیجا تاکہ اون لوگوں کو قرآن شریف کی تعلیم کریں اور علم سکھائیں عامر بن طفیل نے سب کو شہید کیا اس حادثے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا رنج ہوا ایک مہینے تک ہر نماز میں آپ نے دعاء قنوت پڑھی اور اوس قبیلہ پر لعنت فرماتے رہے جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت انس رضی اللہ عنہ سی مروی ہو کہ جنگ اُحنین جب آپ کی دانت شہید ہوئی اور آپ کے سر میں زخم پونچا جس سے خون جاری ہوا آپ نے فرمایا کیونکر ایسی قوم کو فلاحیت ہوگی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا اور اپنے نبی کے دانت کو توڑا اور آپ نے کفار کے لیے دعاء بد کی اور وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی آن دونوں صورتوں میں اس آیت سے توسل و استغاثہ کی اقسام ثلاثہ کے کسی قسم کی نفی نہیں پائی جاتی اس لیے کہ اس آیت میں دعای بد کی ممانعت ہی نہ جواز توسل و استغاثہ کی قاضی شوکانی نے درالتفسیر میں اس تقریر کا عمدہ جواب لکھا ہے چنانچہ تفسیری تقریر کے جواب میں لکھا جائیگا کہ تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہوں اَمْ لَمْ يَكُنْ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اَلَا مَسْأَلَةُ اللّٰهِ یعنی کہہ دیجیے کہ نہیں اختیار کرتا میں اپنی جان کی کچھ نفع و نقصان میں مگر جو کچھ کہ جیسے اللہ

مذہب کی دوسری تقریر عدم جواز توسل میں نہ شکیبائے انہیں لک من الامری

شکریہ فی تفسیری تقریر عدم جواز توسل میں شکیبائے انہیں لک من الامری

نصیحت المسلمین میں ہر اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مدد چاہنا اور حاجتیں مانگنا سوا مکی اللہ کے کسی سے نہ چاہیے پیر ہوں یا پیر برادریا ہوں یا شہید تم کہتے ہیں کہ حج کے نزدیک نفع و ضرر کے معنی ہدایت و ضلالت ہیں یعنی آپ بدون مشیت اللہ تعالیٰ کی ہدایت و ضلالت کے مالک نہیں پھر اس تقریر پر اس آیت کو عدم جواز توسل و استغاثہ سے کچھ تعلق نہ رہا سوا اسکے یہ آیت عجز و انظار عبودیت کے لیے ہر تفسیر مدارک میں ہے ہوا اظہاراً للعبودیتۃ پھر محل نزاع میں الہی آیت سے استہساک صحیح نہیں اور نہ اس سے اقسام ثلاثہ توسل سی کسی قسم کا عدم جواز ثابت ہو سکتا ہے و النصید میں ہے و لیس فیہما منع التوسل بہ او بغیرہ من الانبیاء والا ولیاء والعلماء وقد جعل اللہ لرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم المقام المحمود مقام الشفاعة العظمیٰ وادشد الخلق الے ان یسألوا ذلک و یطلبوا منه یعنی اس آیت میں اور آیت سابق میں امتناع توسل کا بیان نہیں ہر عام ازیکہ توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا کسی دوسرے انبیاسی یا اولیا یا علماسی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے مقام محمود و مقام شفاعت عظمیٰ بنایا ہے اور خلق کو ہدایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اسکی دعا کریں چوتھی تقریر حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ یَعْبُدُونِ مَنْ دُونَ اللَّهِ مَا لَا یُضَرُّهُ وَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُولُونَ هَلْ نَحْنُ بِالْاِیِّ شَفَعَاءُ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ قُلْ اَتُنَبِّئُکُمْ بِاللّٰهِ بِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرَکُّوْنَ یعنی پوجتے ہیں سواے اللہ کے ایسی چیز کو کہ نہ کچھ فائدہ دیوے او نکو نہ کچھ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہماری سفارشی ہیں اللہ کے پاس انہی کتنا چاہیے کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں سو وہ نہ الہی اور نہی جنکو یہ شریک بتاتے ہیں یعنی جنکو لوگ پکارتے ہیں او نکو اللہ کچھ قدرت نہیں دی نہ فائدہ پہنچانی کی نہ نقصان کر دینے کی اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہماری سفارشی ہیں اللہ کی پاس یہ بات تو اللہ فی نہیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبر دار ہو او سکو بتاتے ہو جو نہیں جانتا تقویت الایمان میں ہر اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسیکا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اُسکو مانیے اور اُسکو پکاریے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے بلکہ

مفسرین کی چوتھی تقریر عدم جواز توسل میں غلط ہے

انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہی سوا اللہ کے اختیار میں ہر اونکی پکارنی نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہو جاتا ہے انتہی تک کہ کہتے ہیں کہ انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کے سفارش بی شبہ اللہ کے اختیار میں ہی مگر اس سے پکارنے کی ممانعت نہیں نکلی بلکہ یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس صورت میں اونکو پکارنا چاہیے تاکہ وہ سفار کرین اسکی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اوسی ایسی دوا کا استعمال کرنا چاہیے جسے خداوند عالم نے اوس مرض کا دافع بنایا ہے تاکہ اوسکے استعمال سے وہ اپنی تاثیر دکھائے مرض دوا کی تاثیر سے زائل ہو مرض کو یہ نہ چاہیے کہ اس خیال سے دوا چھوڑ دے کہ اوسکی تاثیر خداوند کریم کے اختیار میں ہے کھانے پانی کا بھی یہی حال ہے بھوکے پیاسے پر لازم ہے کہ اپنی بھوک پیاس کے عالم میں کھانا کھائے پانی پیے اور خداوند کریم کا شکر بجالائے جس طرح ضرورت میں دوا کا استعمال کیا جاتا ہے کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں اسی طرح انبیاء و اولیاء کو پکارتے ہیں نہیں تو اعریفون فی عباد اللہ کہنے کے ضرورت کیوں داعی ہوتے پانچویں تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُونِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ شَیْءٌ اَلَا کِبَاسٌ طَیْفٌ اِلَی الْمَآءِ لَیْبَلَّغُہُمْ فَاکَا وَ مَا هُوَ بِاَلِغَیْہِ وَ مَا دُعَاؤُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِی ضَلَالٍ یعنی اونکو پکارتی ہیں اوسکے سوا میں نہیں پونہتی اونکی کام پر کچھ مگر جیسے کوئی پیلا رہا ہو دو ہاتھ طرف پانی کی کہ پونہتی اوسکی منہ تک اور وہ کبھی نہ پونہتیگا اور جتنی پکار ہی منکروں کے سب بہکتی ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو غیر خدا ہی تعالیٰ کو پکارتا ہے وہ اونکی کچھ کام نہیں آتی تو توسل و استغاثہ ناجائز ٹھہرا ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کفار کی شان میں ہے جو اصنام کی عبادت کرتے ہیں معالم التنزیل میں ہے اِی یَعْبُدُوْنَ اِلَاصْنَامِ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ استدلال بھی بالاجنبی ہے اسلیے کہ متوسلین سوا ہی اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے و النضید میں ہے وَ التَّقَاتِلُ بِالْعَالِمِ مَثَلًا لِّمَنْ یَدْعُ اِلَّا اللہَ وَلَوْ یَدْعُ غَیْرَہٗ وَ لَا دَعَا غَیْرَہٗ یعنی جو شخص مثلاً کسی عالم سے توسل کرتا ہے وہ سوا ہی اللہ تعالیٰ کی کسی کی عبادت نہیں کرتا اور نہ کسی کو معبود سمجھ کر پکارتا اور انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کا پکارنا منہی عنہ نہیں ہے چنانچہ او اخر رسالہ میں اسکا ذکر کیا جائیگا چھٹی تقریر

مشرکین کی پانچویں تقریر جو اہل توحید میں بہت سبکی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی بات سے جواب

اَسْتَعَا لَی فَرَمَا ہُوَ وَ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا
وَهُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاطٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یَبْعَثُوْنَ

یعنی اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کی سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور خود آپ پیدا کیے جاتے ہیں مروجہ ہیں
جنہیں جی نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ کب قبروں سے اٹھائے جائیں گے نصیحت المسلمین میں ہر سطح
ہمارے زمانے کے جاہل مسلمان مردے بزرگوں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ
خود اپنے جینے مرنے میں کسی اور کے محتاج تھے وہ دوسرے کی کیا مدد کرینگے مثل ہی پر آپ ہی
درماندے شفاعت کسی قبض جاہل جو آپ کو قابل سمجھتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی وقت میں عرب کے کافرت پوجتی تھے اور ان سے مدد چاہتے تھے سوائے قرآن شریف میں
بتوں کی مدد مانگنے سے البتہ منع فرمایا ہی اور کچھ انبیاء اولیاء کی مدد مانگنے سے نہیں منع کیا اور کما
جواب یہ کہ حق تعالیٰ نے جہاں شرک سے منع کیا ہی لفظ ھِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی فرمائی ہی یعنی
اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو اور کیونہ پوجو ہیں اسمیں تو سہی لگے بت بھی اور اولیاء انبیاء گما
اور کسی آیت میں نہیں فرمایا ہی کہ تم اپنی حاجتیں بتوں سے تو نہ مانگو لیکن میرے پیغمبر
مانگو بلکہ اپنی ذات پاک کے سوا کوئی ہو سب سے منع فرمایا ہی اور مدد تو اس سے مانگیے جسکو
کچھ اختیار بھی ہو اور حق تعالیٰ توصاف پہلے آیت میں فرما چکا ہی کہ پیغمبر تک کو اپنی جان کا
کچھ اختیار نہیں مدار سالار بیچارہ کو کون پوچھے اللہ کی رو برو عاجز ہونے میں اور بی اختیار
ہونے میں ہم اور بت اور پیغمبر سب برابر ہیں لیکن بتی میں بڑا فرق ہی وہ بندہ مقبول ہم گنہگار
وہ ہمارے نبی سردار اور ہم اونکی امت تا بعد از جس طرح اونکی سپاہی اور سالار بادشاہ
کے نوکر ہونے میں دونوں برابر مگر مرتبہ میں زمین اور آسمان کا فرق فقط ہم کہتے ہیں کہ جو
توسل و استغاثہ کی لیے یہ ضرور نہیں کہ مستغاث منہ اپنی جینے مرنے پر خود قادر ہو اور نہ
اس قسم کی درمانگی مانع شفاعت ہو سکتی اس صورت میں اس آیت سے توسل و استغاثہ
م شروع کا عدم جواز نہیں پایا جاتا اگر یَدْعُوْنَ کی معنی یَعْبُدُوْنَ ہیں تو اس آیت کو مان
فیہ سے تعلق نہ رہا اگر یَدْعُوْنَ کی حقیقی معنی لیے جائیں جب بھی مقصود یہی ہو گا کہ معبود و
حاجت روا سمجھ کے پکارنا مشروع ہی یہ صورت توسل و استغاثہ کے نہیں ہی اگر ہم فرض

مکمل کی چھی تقریر عدم جواز توسل میں پر تشکیک نہ ہو اللہ عزوجل مع جواب

کر لیں کہ اس آیت میں بتوں سے توسل واستغاثہ کی نامشروعیت بیان کی گئی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں
 کہ بیشک بتوں سے توسل واستغاثہ نامشروع ہے اور انبیاء اللہ و اولیاء اللہ سے جائز چنانچہ
 مولانا شاہ عبدالغفر نے فتاویٰ میں اسکی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے
 عاجز ہونے میں وہابی اور بت بیشک برابر ہیں مگر انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کی مساوی المرتبہ
 نہیں انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کا ایسا پایہ بلند ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عالی بارگاہ میں شفاعت
 کر سکتی ہیں وہابی اور بت میں اتنا جہہ کمان سنا تو میں تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہوں افسوس
 الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُوْنِي اَوْلِيَاءَ لَا يَكُنْ
 اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرَيْنِ سِوَاكَ اِيعْنِي سُبْحَانَكَ
 کہ ٹھہراؤ میں میرے بند کو میرے سوا حمایتی ہونے رکھی ہے ورنہ منکروں کی ممانعت نصیحت مسکین
 میں ہے حضرت کے وقت میں کافر و قسم کے تھے بہت اونہیں سے بتوں کو پوجتے تھے اور
 بعضے کافر غیبروں کی روح کو جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کی روح کو پوجتے تھے
 اور ان سے مراد میں مانگتے تھے سو اللہ نے دونوں کو کافر کہا اور اس آیت میں ان کو غصے سے
 فرمایا کہ یہ لوگ بڑے احمق ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا اپنا حمایتی ٹھہراتے ہیں یعنی
 اولیاء اور غیبر ہر چند کہ پاک لوگ ہیں لیکن آخر میرے غلام اور میرے بندے ہیں میرے
 ہوتے ان سے حمایت چاہنا کب لائق ہے بھلا وحیان تو کرو میان کی ہوتے میان کی چیز کو
 اس کے غلام سے مانگنا کیسی بڑی نادانی ہے لیکن یہ جانا چاہیے کہ اولیاء انبیاء کو ایک طرح
 وسیلہ پکڑنا درست ہے یہ کہ خدا کی جناب میں یوں عرض کرے کہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے طفیل سے یا علی مرتضیٰ کے تصدیق سے میری فلاں حاجت روا کر سوائے
 اس طرح کی ہرگز درست نہیں فقط ہم کہتے ہیں خیر یہی غنیمت ہے کہ اب نہج کے توسل کے جواز
 کا اقرار کیا گیا ہم بھی اس امر کو جائز نہیں کہتے کہ انبیاء اللہ و اولیاء اللہ حمایتی ٹھہرائے
 جائیں بلکہ ان سے توسل واستغاثہ کیا جائے مگر توسل واستغاثہ کی خاص یہی صورت
 نہیں ہے جو بیان کی گئی بلکہ اسکی تین صورتیں ہیں جنہیں اوائل رسالہ میں ہم نے بیان کیا
 انھوں میں تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّمَّا تَفْعَلُونَ فَاَسْتَعِزُّوْا بِاللّٰهِ

منکروں کی ساتوں تقریر عدم جواز توسل میں بہ بیشک آیات افسوس انہیں الا میں جواب
 مسکین کی انھوں میں تقریر عدم جواز توسل میں بہ بیشک آیات افسوس انہیں الا میں جواب

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوْ اَجْتَمَعُوْا
 لَهٗ وَاَنْ يَّسْتَلْبِهُوْا الدُّبَابَ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ
 الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ مَا قَدَّرَ اللّٰهُ حَقَّقَتْ دَرَجَاتُ اللّٰهِ لِقَوِيٍّ عَزِيْزٍ
 یعنی اگر لوگو ایک مثل کسی جاتی ہی اسکو سنو جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں
 ایک مکھی اگرچہ ساری جمع ہوں اور اگر کچھ چھین لے اونسے مکھی تو چھڑانہ سکیں اوس سے
 دونوں کم زور ہیں مانگنے والا بھی اور جس سے مانگا اون لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں سمجھ
 جیسی اوسکی قدر ہو بیشک اللہ زور آور ہی زبردست نصیحت المسلمین میں ہو جو لوگ اللہ کے
 سوا بتوں سے یا پیروں سے مراد ہیں مانگتے ہیں افسوس ہو کہ وہی اللہ کی قدر جیسی چاہیے
 ویسی نہیں سمجھتے اگر سمجھتے ہوتے تو اللہ ہی زبردست جہان کے پیدا کرنے والے کی ہوتی ان پر پکار
 بے مقدوروں سے کہ جسے ایک مکھی تک نہیں بن سکتی ہو کا ہیکو حاجتیں مانگتے خاک پڑی اوسکی
 بوجہ پر جو بادشاہ کی رو برو فقیر سی بھیک مانگی فقط ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے توسل و استغاثہ
 کی عدم جواز کو کسی قسم کا تعلق نہیں انبیاء اللہ و اولیاء اللہ سے استمداد و ربوبیت باری تعالیٰ
 کی منافی نہیں اور جواز استمداد کے لیے یہ بھی ضرور نہیں کہ توسل نہ مکھی بنانے پر قادر ہو ورنہ
 یہ ہو کہ صاحب نصیحت المسلمین اللہ تعالیٰ کی تشبیہ بادشاہ سے منہی عنہ سمجھتے ہیں پھر اس مقام پر
 تشبیہ کیونکر جائز ہوگی علاوہ برین توسل و استغاثہ کی کسی صورت میں انبیاء اللہ و اولیاء اللہ
 سے ایسی چیز نہیں مانگی جاتی جو انکا مقدور ہو پھر اس تشبیہ سے صاف ظاہر ہو کہ صاحب
 نصیحت المسلمین نے استغاثہ و توسل کی صورت کو مطلق نہیں سمجھا تو میں تقریر اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہوں اَلَّذِيْنَ اَتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِيُقْرِبُوْنَا
 اِلٰی اللّٰهِ ذُلٌّ لِّاِنَّ اللّٰهَ يَمِيْحُكُمْ بَيْنَھُمْ وَفِيْہِ يَخْتَلِفُوْنَ
 لَئِنْ اللّٰهُ لَا يَهْدِیْہِ مَنْ هُوَ کَاذِبٌ کَافٍ یعنی جو لوگ کہ ٹھہرتے
 ہیں سوا اللہ کے اور حمایتی کہتے ہیں پوچھے ہیں ہم انکو اس لیے کہ نزدیک کر دیں ہیکو اللہ کی طرف
 مرتبے میں بیشک اللہ حکم کر گیا اونہیں اوس چیز میں کہ وہ میں اختلاف ڈالتی ہیں بیشک اللہ
 راہ نہیں دیتا جھوٹی ناشکر کو نصیحت المسلمین میں ہر ان دو آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اگرچہ

مسطورین کی توہین تقریر بیشک ساریہ والذین اتخذوا الیہ معجرب

کافرتوں کو اللہ کی برابر نہیں کہتے تھے لیکن کازدی مختار جانکر اونکی نذر دنیا کر تی تھی سو خدا
 اوسکو بھی مشرک فرمایا سبحان اللہ اس شرک کے مٹانے کے واسطے قرآن اُترا اور پیغمبر خدا
 کافروں سے لڑی وہی شرک ابکی جاہل مسلمان بھی کرنے لگے فرق اتنا ہو کہ وہی کافرتوں سے
 حاجتیں مانگتے تھے اور ابکی لوگ بتوں سے تو نہیں مانگتے لیکن پیروں سے مانگتے ہیں اوسکے
 وہی مثل ہو کہ گامی دونوں طرح مری قسائی سے بچی تو شیر کے پالی پڑی جیسے کافر کہتے تھے
 کہ سب کا مالک اللہ ہوا اور پھر اوسکو چھوڑ کر اوروں سے مدد چاہتے تھے ویسے یہ لوگ بھی غرضکہ
 شیطان دشمن جانی ہوا انسان کا وہ ہرگز نہیں چاہتا ہو کہ آدمی اللہ تک پہنچی کیسے کوبت کی
 پاس اٹکاتا ہو اوسکی پیروی کی پاس اصل مطلب سی دونوں دور پڑی فقط ہم کہتے ہیں کہ صبا
 نصیحت المسلمین کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ مشرکین مکہ عمری و وغیرہ کی نسبت کیا
 عقیدہ رکھتے تھے اگر یہی معلوم ہوتا تو شرک کی حقیقت ہی کھل جاتی اصل کیفیت یہ ہو کہ
 کہ مشرکین انکو نائب شریک کہتی تھے اسلیے وہ مشرک ٹھہرائے گئے وہ بتوں کی عبادت تقرب
 کے لیے کرتے تھے مسلمانوں میں اور مشرکین میں تو یہی جھگڑا تھا مسلمان اونسے پوچھتے تھے
 کہ آسمان اور زمین کسے بنایا ہو مشرکین کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کہتے تھے کہ جب
 خالق ارض و سموات اللہ تعالیٰ ہو تو پھر بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو وہ کہتے تھے کہ ہماری
 عبادت اسلیے ہو کہ وہ ہمیں خداوند تعالیٰ کے پاس پہنچا دین اسی جھگڑا اچکانے کے مقصد سے
 حق تعالیٰ فرماتا ہوا ان اللہ یحییٰ مَوْبِنَهُمْ فَمَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ
 جب تمہاری سمجھ میں مسلمان ہو مشرک ٹھہری تو پھر جھگڑا نہ رہا انقض اس آیت سی یہ بات
 معلوم ہوتی ہو کہ کفار بتوں کی عبادت کرتے تھے تاکہ بت اؤکو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دین پہلے
 تو عبادت اصنام کی کفر ہو دوسرے بتوں میں اس قسم کی صلاحیت نہیں کہ اون سے
 تقرب الی اللہ ہو اور توسل و استغاثہ کی صورت سے کسی صورت میں عبادت غیر خدا سی اللہ
 کی نہیں کیجاتی اور انبیاء اللہ و اولیاء اللہ سی خاصی طرح تقرب الی اللہ ہو سکتا ہو تو اس
 آیت سی عدم جواز توسل و استغاثہ پر استدلال صحیح نہیں دسویں تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا
 قُلْ اَرَاَیْتُ مِمَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَدُوْنِیْ مَا ذَا خَلَقُوْا مِنْ

مشرکین کے دسویں تقریر عدم جواز توسل میں یہ مسکات ہے قل ارا ایت میں جواب

اَلَا تَرْضٰۤ اَوْ كُھُمْ شُرَكَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ اَیْتُوْنِیْ بِكِتَابٍ
 مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَنَا سَآءٌ مِّنْ عَلٰیۤمٍ اَنَّكُمْ صَادِقٰۤیْنِ یعنی کہیے محمد صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم مشرکوں سے بہلا دیکھو تو جنکو پکارتی ہو اللہ کی سوا دکھاؤ تو مجھ کو اور جنہوں نے
 کیا پیدا کیا ہی زمین میں یا اونکا کچھ سا بھائی آسمانوں میں لاؤ میرے پاس کوئی اس
 قرآن سے پہلی کی کتاب یا کوئی علم چلا آنا اگر تم سچے ہو نصیحت المسلمین میں ہے جیسا اون لوگوں
 سے یہ پوچھا گیا تھا ویسا ہی اس زمانے کی لوگوں سے پوچھا چاہیے کہ عقل کی نزدیک
 تو مانگیے اوس سی جسکے ظاہر میں کچھ قدرت بھی نمود ہو تم جو امام اور پیروں سے مرادین
 مانگتے ہو کیا سمجھ کر پہلا بتاؤ کہ حضرت عباس نے کون سا آسمان پیدا کیا اور شیخ عبدالقادر
 جیلانی نے کون سا دریا بہایا اور سید سالارنی کون سی مکھی بنائی اور شاہ مدار نے کون سے
 چینیوں کی پیدائی اور اگر اون سے کچھ نہیں بن سکا تو پھر تم کیوں گمراہ ہوے اور کیوں ان سے مرادین
 مانگنے لگی فقط ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سی استدلال شروع کا عدم جواز نہیں پایا جاتا اور نہ
 استدلال کی کسی صورت میں غیر مقدرات انسانی جو خاص مقدرات باری تعالیٰ سے ہیں کسی سے
 چاہا جاتا عام ازینکہ انبیاء و المرسلین یا اولیا اور جواز استدلال کی لیے یہ ضرور نہیں کہ جس سے
 استدلال کیا جائے اوسنے آسمان بھی بنایا ہو یا کوئی دریا بہایا ہو یا مکھی بنا کی اورائی ہو یا
 چینیوں کی پیدائی ہو گیا رہوین تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَمَنْ اَصْلٌ مِّمَّنْ یَّدْعُوْنَ
 مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا یَسْتَجِیْبُ لَهُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ
 عٰثِرِلَوْت یعنی کون زیادہ گمراہ ہوگا اوس شخص سے کہ پکارتا ہو درسی اللہ
 اون لوگوں کو کہ نہ قبول کر سکے اوسکی بات قیامت تک اور وہ اونکی پکارنے سے غافل ہیں
 تقویت ایمان میں ہے کہ اس آیت سی معلوم ہوا کہ یہ جو بعض لوگ اگلی ہزرگون کو دور دور سے
 پکارتی ہیں اور تناہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت
 ہماری حاجت روا کر دی اور پھر یوں سمجھتی ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ انسانی
 حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو کہ مانگنے کی راہ سی شرک
 نہیں ثابت ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اونکو ویسا سمجھا کہ دور سے

مشرکین کی کیا باتوں تقریر عدم جواز توسل میں ہے جسکے لفظوں میں دعا
 جواز

اور نزدیک سی برابر سن لیتے ہیں جی اونکو اس طرح پکارا اور حالانکہ اللہ صاحب فی اس آیت
 میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کی درمی ہیں یعنی مخلوق سو وہ اون پکارنے والوں کی پکارنے سے
 غافل ہیں فقط ہم کہتے ہیں کہ انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کی نذر سے کفر لازم نہیں آتا انبیاء اللہ
 بعض علم غیب منصوص قرآنی ہو اور اولیاء اللہ کو بھی بعض علم غیب بطور کرامت و خرق
 عادت کے ہوتا ہے چنانچہ اسکا ثبوت اس رسالے میں کیا جائیگا البتہ تبون کو علم غیب پر
 اطلاع نہیں ہو سکتی بارہویں تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا
 یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو پھر توسل و استغاثہ کیونکر جائز ہوگا ہم کہتے ہیں
 کہ یہ استدلال بھی بالاجنبی ہے اسلیے کہ توسل و استغاثہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے
 ساتھ کسی غیر کو نہیں پکارتے در النفید میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں وَالْتَوَسَّلْ بِالْعَالِمِ
 مَثَلًا لَمْ يَدْعُ إِلَّا اللَّهَ یعنی عالم سی توسل کرنیوالا سو امی اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں پکارتا
 تیسریں تقریر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ثُمَّ مَا
 أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْمَرْبِقُ مَعِنِ اللَّهُ
 یعنی تمکو کیا خبر ہے کیسا ہر دن انصاف کا پھر بھی تمکو کیا خبر ہے کیسا ہر دن انصاف کا جس
 دن بہلانہ کر سکے کوئی جی کسی جی کا کچھ و حکم اوس دن اللہ کا ہے اس آیت سی صلی
 معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی دن کسی کو کسی سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو استدلال کیونکر جائز
 ہوگا ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کو امتناع توسل سے کسی قسم کا لگا نہیں ہے اسلیے کہ جو شخص
 کسی نبی یا ولی سی توسل کرتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ نبی یا ولی کو خداوند تعالیٰ کے ساتھ قیامت
 کے دن میں کسی طرح کی مشارکت ہے در النفید میں ہر دوہو لا یعتقد لمن تو تسل
 بہ مشارکت جل جلالہ فی اہر یوم الدین چودھویں تقریر طبرانی نے معجم کبیر میں
 عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ قوا موا
 نستغیث برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من هذا المناق فقال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا یستغاث بی بل باللہ عز وجل
 جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک منافق کی نسبت استغاثہ کیا

مشرکین کی بارہویں تقریر عدم جواز توسل میں
 جسکے یہ الفاظ عوام اللہ صلا الایمہم جواب

مشرکین کی تیسریں تقریر عدم جواز توسل میں جسکے یہ الفاظ اور ایک
 اللہ صلا

مشرکین کی چودھویں تقریر عدم جواز توسل

آپ نے فرمایا مجھی استغاثہ کرنا نہ چاہیے بلکہ خداوند تعالیٰ سے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ استغاثہ بغیر اللہ ناجائز ہے اس تقریر کی بہت سی جواب ہیں پہلا جواب اس حدیث کی بناء پر ہے
عبداللہ بن مسعودؓ ہر وہ مجروح ہو دوسرا جواب جب منافقین پر سلمان کے احکام نافذ ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور انکی ساتھی ایک منافق کی نسبت یہ چاہتے تھے کہ قیل کیا جا اپنے جواب دیا کہ اس مقدمے میں ہمارا کیا اختیار ہے خداوند کریم کا حکم یوں ہی ہر تم خدا سے استغاثہ کرو اس صورت میں لایستغاثت کی معنی لایستغاثت فی فعل لا مژور والنصیۃ میں ہر ممرادہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لایستغاثت بہ فیما لایقدر علیہ الا اللہ واما ما یقدر علیہ المخلوق فلا مانع من ذلک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ ایسے امر میں آپ سی استغاثہ نہ چاہیے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کی کوئی دوسرا قادر نہ ہو اور جو مقدور بشر ہو اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے پہلا جواب یہ حقیقت پر مبنی ہے اسلئے کہ فی الواقع اصل مستغاث باری تعالیٰ ہر احادیث میں اکثر حقیقت امر کا بیان ہوتا ہے اور قرآن میں اضافت فعل کی مکتسب کی طرف ہوتی ہے وحیدہ میں ہر نید خل احد امنکو البجۃ عملہ حق تعالیٰ حل شانہ فرماتا ہے اور ادخلوا البجۃ بما کنتمو تعملون اگر نفس استغاثہ نام شروع ہوتا تو امام یا قاضی کی تقریر کی ضرورت کیون ہوتی حدود و تغیرات کی احکام قرآن شریف میں یا احادیث میں کیون بیان کی جاتی پندرہویں تقریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنث خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا علام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجددہ تجاہلک واذ اسئلک فاسئل اللہ واذ استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوا بشئ لم ینفعوا الا بشئ کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضرک بشئ لم یضرک الا بشئ کتبہ اللہ علیک وقد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن پیچھے پیچھے خدا کی تھی آپ نے فرمایا ای لڑکے یاد رکھو اللہ کو کہ وہ یاد رکھیگا تم کو یاد رکھو اللہ کو کہ وہ یاد رکھیگا

مشکرین کی پندروہین تقریر عام جواز میں ہے جس کی ایک نسخہ خانہ خلیفہ علی المرتضیٰ

تو اسکو اپنی رو برو اور جب تو کچھ مانگنا چاہے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب مدد چاہی تو اللہ سی چاہ اور یہ یقین سچہ لی کہ بیشک سب لوگ اگر اکٹھے ہو جائیں اسپر کہ کچھ فائدہ پہنچاویں تجکو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے مگر جتنا کہ لکھ دیا اللہ نے تیرے حق میں اور جو اکٹھے ہو جائیں اسپر کہ نقصان پہنچائیں تجکو تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر وہی کہ لکھ دیا ہی اللہ نے تجپر اٹھا گئے قلم اور سو کہہ گئے کا غذا اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر سے استغاثہ نہ چاہیے جواب یہ حدیث نری توکل پر مبنی ہے البتہ شان توکل کی یہی ہے کہ تمامی اسباب سے قطع نظر کر کے خدا ہی کا ہو ہر توکل کہتے ہیں اعتماد قلب کو جو اللہ تعالیٰ پر پوری طور سے ہو جس سے قلب میں اضطراب کا نام نہ ہو تو کلین کے مراتب ہیں بعضے مثل میت کی ہوتے ہیں یعنی غسل و پانی مردے کو جسطور پر چاہتا ہے اولٹتا ہے مگر مردی کسی طرح غسل دینے والے سے متعرض نہیں ہوتے اسی طرح مشوکلین ہر امر میں صابر و شاکر رہتے ہیں جو امر مشیت سی صادر ہوتا ہو اور ہر شکایت نہیں کرتے بعض کا حال غلام کا سا ہوتا ہے کہ وہ جس طرح اپنی مولا کی مال میں بھر حکم کے دست اندازی نہیں کرتے یہ بھی بھر حکم خداوندی کسی کام میں آپکو ذخیل نہیں سمجھتے بعض کا حال بیٹے کا سا ہوتا ہے کہ وہ باپ کی اجازت کے مال میں ہاتھ لگاتا ہے یہ بھی ہر کام میں آپ کو اللہ کی اجازت کے محتاج خیال کرتے ہیں بعض کا حال وکیل کا سا ہوتا ہے کہ وہ بجز اجازت ہوکل کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے اسی طرح یہ بھی بجز اجازت خداوندی کے کسی کام میں تصرف جائز نہیں سمجھتے جو توکل کہ مشروع ہے اوہمیں اس امر کا لحاظ ضرور رکھنا کہ وہ حد مشروع سے بڑھ نہ جائے توکل اوہی قدر چاہیے جسکی شارع نے اجازت دی ہے اگر کوئی شخص بہوکا ہو تو اوہی یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ کھانا خلافت توکل ہے اگر وہ یہ سمجھیکا تو بیشک شرع کی خلافت ہوگا توکل حقیقہ کسی انسان سے ہو نہیں سکتا جو شخص عالم اسباب میں موجود ہو وہ خواہ مخواہ کسی چیز کا محتاج ہوگا کوئی شخص جب تک محتاج الیہ کو حاصل نہ کرے زندہ نہیں رہ سکتا البتہ توکل حقیقی معدومات کی شان ہے شیخ محمد الدین ابی عبد اللہ محمد بن علی المعروف بابن عربی الحاکمی الطائی فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں التوکل مشروع فیئال الحمد المشروع منه وتوکل الحقیقہ غیر واقع من الکون فی حال وجود یعنی توکل مشروع ہے ہر جہر جسقدر مشروع ہے

وہیں تک توکل کرنا چاہیے اور توکل حقیقی انسان سی جب تک وہ موجود ہی پایا نہیں جاتا میرا خیال تو یہ ہے کہ معدومات محض میں بھی توکل حقیقی نہیں پایا جاتا اس لیے کہ توکل اعتماد قلبی کو کہتے ہیں اور معدومات میں قلب نہیں ہوتا محمد بن عبد الوہاب نجدی کتاب التوحید میں لکھتا ہے انظر كيف علم النبي كيفية السؤال والاستعانة فمن قال يا محمد اسئلك الشفاعة الى الله يا عبد الفادر اسئلك الشفاء من الله فكيف لا يكون مشركا يعني دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کی اور استعانت کی کیفیت کیونکر سکھائی ہے جو شخص کہی یا محمد ہم آپ سے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے شفاعت چاہیے یا شیخ عبد القادر آپ ہمارے واسطے دعا کیجیے تو ایسا شخص کو توکل مشرک نہوگا ہر یہ کہتے ہیں یہ ہذا تعلیم علی مراتب التوکل ای قطع النظر عن الاسباب والوسائل وكفالك منها ذكر المحدثين هذه الاحاديث في باب التوكل ومن لم يكن بهذا الحال يجوز له دعائه الاسباب من غير تكبر وبلا كراهة فكيف المحرم فكيف الشرع كما صرح به الجوهري في الشرح فصار فاع عليه النجدي بقوله فمن قال يا محمد لا يخلو من الجهل والضلال يعني اس حدیث میں توکل کا بیان کیا گیا جو حسین اسباب و وسائل کا خیال نہیں کیا جاتا چنانچہ اس حدیث کو محدثین نے باب التوکل میں لکھا ہے جو شخص قسم قسم کا متوکل نہواؤ سکوا اسباب کا لحاظ جائز ہے حرمت و شرک کا تو کیا ذکر ہی کرنا ہست تک نہیں ہے چنانچہ محدثین نے شرح میں لکھا ہے پھر اس حدیث پر نجدی کی تفسیر محض جہالت و ضلالت ہے صواعق آتیمہ میں ہے اول حدیثی کہ در باب توکل مذکور گرد و چہ ضررست کہ ہر جگہ ان موذی مضمون توکل باشند دوم بر تقدیر تسلیم اینکه ہر جماعت اس حدیث متعلق بہ توکل ہست اقامت استدلال باین حدیث بر رد شرک فی التصرف بدو وجہ امکان دارد اول آنکہ منع از سوال و استعانتی کہ منافی توکل ہست از ان ہست کہ بسا وقت از عدم توکل شرک فی التصرف ناشی میگردد پس منع از ان مستلزم منع شرک فی التصرف بالضرورة باشد دوم ہر گاہ سوال و استعانت در امور اختیار بہ مخلوق از غیر او تعالیٰ کہ منافی توکل بالحدیث ممنوع شد سوال و استعانت در امور غیر اختیار بہ مخلوق از غیر او تعالیٰ کہ شرک فی التصرف

درجہ اولیٰ ممنوع باشد پس رد شرک فی التقرت ازین حدیث بطریق اولویت ثابت گردند ہم
 کہتے ہیں کہ یہ کلام سرسرخدوش ہی پہلا حدیث جو حدیث خاص باب توکل میں مذکور ہو اور سکو توکل
 کے متعلق سمجھنا چاہیے اگر کسی دوسرے مورد پر محمول ہو تو پھر باب ہی حسین وہ مذکور ہو تعلق
 کیا رہا دوسرا حدیث ہم اس بات کو نہیں مانتی کہ عدم توکل سے اکثر اوقات شرک نظر
 لازم آتا ہو ومن ادعی فعلیہ البیان مان اس قدر ہم بھی کہتی ہیں کہ توکل عمدہ چیز ہو جسکا
 ثواب خاص ہو توکل کو ملتا ہو سنن ابن ماجہ میں مروی ہو کہ اپنے فرمایا لو انکونوا کُلُّکم
 علیٰ حق نفاق لہ لزمہ فکونوا کما یزعمون الطیر تغدو اخصاصاً و تروح بطاناً
 یعنی اگر تم لوگ اچھی طرح توکل کرتے تو وہ تم لوگوں کو چڑیوں کی سی روزی دیتا صبح کو وہ بھوکے
 بہتے ہیں شام کو سیر ہوتی ہیں یہ بات ظاہر ہو کہ دنیا میں ایسے متوکل شاید ایک دو کلین تو کلین
 نہیں تو بیشتر اشخاص کی نظر عالم اسباب پر ہو کوئی نوکری سے اوقات بسر کرتا ہو کوئی تجارت
 سے فائدہ اٹھاتا ہو کوئی زراعت سے غلہ فراہم کرتا ہو اس سے مسلمان مشرک نہیں ہو سکتا
 خود صاحب صواعق ابنی پیرانہ سالی میں بھوپال گئے وہاں کی ملازمت اختیار کی حالانکہ ہند
 میں اونکو سب کچھ میسر تھا صاحب جاہ و آخر خاک میں ملایا

مصری۔ وکمن ثمنی فی بطون المقابر

مروی ہو حبب المال والیجاہ تنبیاں انفاق فی القلب یعنی مال و جاہ کی محبت دل میں
 نفاق پیدا کرتی ہو تیسرا حدیث اگر عدم توکل سے شرک فی التقرت ناشی ہونا تسلیم کیا جایی
 تو یہ آیت کریمہ تعاونا علی البر والتقی کی شافی ہو اسلئے کہ اگر استعانت شرک ہو تو پھر عا
 کا حکم کیون ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہو من انصار فی اللہ مروی ہو اللہ فی
 عون العبد ما حار العبد فی عون اخیه المسلم یعنی اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہو جب
 بندہ اپنی مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہو دوسری روایت میں ہو من فزع عن مومن
 کربة فزع اللہ عنہ کربة من کرب الاخرۃ یعنی جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت
 کو دور کرے اللہ تعالیٰ اوسکی مصیبت دور کرتا ہو بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعانت
 کی ہو عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَمْ يَأْخُذْهُ النَّوْمُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي وَكَانَ يَطْلُبُ مِنْ مَجْرَسِهِ حَتَّى
 جَاءَ سَعْدٌ فَسَمِعَتْ غَطِيظَهُ يَمْنَى حَضْرَتِ عَائِشَةَ سَمِعَتْ رُوحِي بِرَكْعَةٍ أَنْخَفَتْ صَلَاحُ
 السَّعْدِ عَلَيْهِ سَلَّمَ كَوَاحِلَ شَبِّ نَيْنِدْنَهْ أُنَى أَوَّلِ شَيْءٍ تَخَفُّصَ كَوْدُ حَوْنَدَهْ جَوَّهَرِ دَسْ بَحْرِ سَعْدَانِي پَرِہ دِیَا تَوَّابِ
 آرام سے سوئے آپ کی سینے کی آواز نہ تھی چوتھا حدیث اگر موخیر اختیار یہ میں استعا
 سی بدرجہ اولیٰ شرک فی التصرف لازم آتا تو آپ اندھی کو استعانت کا طریقہ کیوں سکھائی طرفہ یہ ہو
 پہلے آپ نے توکل کا مضمون اوسکو سمجھا دیا تھا چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا وَاَنْ
 شَكَّتْ صَبْرَتْ فَهَوَّ خَيْرٌ لَّكَ چنانچہ اسکی تفصیل لکھی جائیگی اس مقام پر ایک شبہ
 یوں وارد ہوتا ہے کہ اگر استعانت جائز ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اذکار فی عِنْدِ رَبِّكَ
 فرمایا کیا برا کیا پھر اس کسنی پر کیوں سات برس تک اپنی حالت پر رکھے گئے جواب یہ انبیاء
 السَّعْدِ کی معللہ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو سائر مخلوقات پر برکزیہ کیا ہے اسی طرح انکی
 کام بھی بہ نسبت دوسری لوگوں کی عمدہ ہوتی ہیں نبی کے لیے بھی بہتر ہے کہ جب خداوند کریم
 انکو کسی بلا میں مبتلا فرمائے تو وہ سوا اسی اللہ کی کسی طرف متوجہ نہ ہوں خصوصاً جب مستعانت
 کا فر ہو تو اسوقت لحاظ چاہیے تاکفا طعن نہ کریں کہ اگر یہ حق پر ہوتی اور انکو اللہ نے بھیجا ہوتا تو
 یہ ہمے کیوں استغاثہ کرتے حسرتی جب اس آیت کو پڑھتی تھی روئے تھے اور کہتے تھے کہ ہم
 لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو آدمیوں سے مدد چاہتے ہیں تفسیر کشاف میں ہے
 كَمَا اصْطَفَى اللَّهُ الْأَنْبِيَاءَ عَلَى خَلْقِيَّةٍ فَقَدْ اصْطَفَى لَهُوَ احْسَنُ الْأُمُودِ
 وَافْضَلُهَا وَأَوَّلُهَا وَأَلْحَسَنُ وَالْأَوَّلَىٰ بِالنَّبِيِّ أَنْ لَا يَكُلَّ امْرَأًا إِذَا
 ابْتَلَاهُ اللَّهُ إِلَّا إِلَىٰ رَبِّهِ وَلَا يَعْتَصِدُ إِلَّا بِهِ خُصُوصًا إِذَا كَانَ الْمُعْتَصِدُ بِهِ كَافِرًا
 لِّئَلَّا يُشْمِتَ بِهِ الْكَفَادُ وَيَقُولُوا لَوْ كَانَ هَذَا عَلَى الْحَقِّ وَكَانَ لَهُ رَبٌّ بَعَثْنَا
 اسْتِغَاثَ بْنَا وَغُلَّ احْسَنُ أَنَّهُ كَانَ يَبْكِي إِذَا قَرَأَهَا وَيَقُولُ نَحْنُ إِذَا نَزَلَ بِنَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
 ہماری اس تقریر سے جو دونوں جواب کی ذیل میں لکھی گئی یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے
 کہ صاحب تفریت الایمان نے حدیث کا مطلب بالکل نہ سمجھا وہ لکھتے ہیں یعنی اللہ صاحب کو کسب
 بادشاہوں کا بادشاہ ہے پیر اور بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا ہو التجا نامتی

ہیں اور انکا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ انھیں کی خاطر سے التجا قبول ہوئی بلکہ وہ بڑا کریم
 ورحیم ہر وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں جو اسکو یاد رکھے وہ آپ ہی اسکو یاد کرتا
 ہی کوئی سفارش کرے یا نہ کری اور اسطرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہی اور سب سے بلند مگر اور
 بادشاہوں کا سادہ بار نہیں کہ کوئی رعیتی لوگ وہاں پہنچ نہ سکیں اور امیر وزیر سی رعیت
 حکم چلاوین اور رعیت کی لوگوں کو انھیں کا مانتا ضرور پڑے اور انھیں کا دربار کرنا پڑے
 بلکہ اپنے بندوں سے بہت نزدیک ہو جادنی بندہ اپنے دل سے اسکی طرف متوجہ ہوے
 تو وہیں اسکو اپنی مٹہ ہی کی آگے پاوی وہاں اپنی غفلت کی سوا ہی اور کچھ پردہ نہیں جو کوئی
 کچھ اس سے دور ہو اپنی غفلت کی سبب سے دور ہو اور وہ سب سے نزدیک پھر جو کوئی کسی
 پیر وغیرہ کو بچا رہا ہے کہ وہ اسکو اسدی نزدیک کر دیوں سو یہ نہیں سمجھتا ہے کہ پیر وغیرہ تو اس
 دور ہیں اور اسد نہایت نزدیک سو یہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک رعیتی آدمی اپنی بادشاہ کی پاس
 اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اوس کی عرض سننے کو متوجہ ہی پھر وہ رعیتی کسی امیر وزیر کو کہیں
 دوسری پکاری کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کی حضور میں عرض کر دی سو وہ اندھا
 یا دیوانہ اور فرمایا کہ ہر مراد اسدی سی مانگی اور ہر شکل میں اوس کی مدد چاہی اور یہ یقین سمجھ
 لیجئے کہ قلم تقدیر ہرگز نہیں پھرتا اور لکھا ہرگز نہیں مٹتا پھر اگر ساری جہان کی بڑے اور چھوٹے
 ملکر چاہیں کہ کسیکو کچھ نفع و نقصان پہنچاویں اسدی لکھی سی کچھ بڑھ نہیں سکتا اس حد
 سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیا کو اسد نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر
 کو بدل ڈالیں جسکی تقدیر میں اولاد نہیں لکھی اسکو اولاد دی دیوین جسکی عمر تمام ہو چکی ہو
 اسکی عمر بڑھا دیوں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یہ سمجھا چاہیے کہ اسد اپنی ہر ہند سے کی کہی دعا
 قبول بھی کر لیتا ہے اور انبیا اور اولیا کی اکثر مکر دعا کی توفیق دینا بھی اوس کی اختیار میں ہے اور
 قبول کرنا بھی اور دعا بھی کرنی اور مراد بھی ملنی دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہیں تقدیر سے
 باہر کوئی کام دنیا میں نہیں ہو سکتا اور کچھ کام کرنی کی قدرت نہیں ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا
 نبی ہو یا ولی سوا ہی اسکی کہ اسدی مانگی اور اسکی جناب میں دعا کرے کچھ اور طاقت نہیں کہتا
 پھر وہ مالک و مختار ہی چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کر لی چاہے اپنی حکمت کی راہ سے

قبول نہ کری اتنی تم کئی ہیں کہ اس حدیث سے نفسِ شہانت کی مخالفت نہیں پائی جالی یاں توکل کا مفہوم
 یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی کسی سی نہ مانگا جائے اگر عالمِ اسباب میں غیر توکلین البین شہانت و توکل کو چھوڑ دیں
 دنیا کا کام بند ہو جائی لگا بھوک سی ٹپٹتا ہو مگر یاں دودھ نہ پلائی آدمی بھوک سی بچیں ہو مگر کھانا نہ کھا
 علیل کی بیماری سی حالت نازک ہو مگر دوا نگری حج کا غم ہو مگر جہاز پر سوار نہ ہو سی وول کے در کچے
 کتوین سے پانی نہ نکالی جسطرح شارع نے اس قسم کی اجازت نہیں دی اوسیطرح استدعا و استدعا
 انبیا و اولیا سے بھی ممانعت نہیں فرمائی سواہر میں تقریر بلاغ البین فی احکام رب العالمین
 و اتباع خاتم النبیین میں ہر درعہ خلافت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اسکا باران شدہ بود
 خلیفہ علیہ السلام باجم غفیر برای استسقا در مدینہ منورہ رفت و عباس رضی اللہ عنہم کہ علم ان سرور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود تو سل نمود و گفت اللہم انا کنا نتوسلُ بنبیِّک و نحن
 لان نتوسلُ ببعث نبیِّک یعنی اسی بار خدا یا بودیم کہ می کردیم توسل بہ پیغامبر تو و احوال
 میں ہم ہم پیغامبر تو ازینجا ثابت شد کہ توسل بگبد شنگان و غائبان جائز نہ داشتہ اند و اگر نہ عباس
 رضی اللہ عنہ از سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر نبود چہرہ انہ گفت کہ توسل میکردیم بہ پیغمبر تو
 و احوال میکنیم ہر چ پیغمبر تو ہم کہتے ہیں کہ صاحب بلاغ البین نے حضرت عمر کی قول کونہ
 سمجھا کنا اذا اجدنا تسقنا بنبینا الیک فتسقینا و انا تسقنا الیک لبعث نبینا
 بسم نبینا کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا معمول یہ تھا کہ جب خشک سالی ہو کرتی تھی تو ہم اپنے
 نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پانی کی دعا مانگتے تھے کہ میں نہ برستا تھا اب ہم حضرت عباس
 رضی اللہ عنہ کی ساتھ پانی کی دعا مانگتے ہیں تو سل کے معنی تسقی ہیں و النصیدین ہی و
 تو سل ہو استسقا و ہو بحیث یدعوا و یدعون معہ فی کون
 ہو و سلتمو الی اللہ تعالیٰ و النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کان فی مثل ہذا شافعا و داعیا لہو اس عبارت کا یہ مفہوم نہیں ہے
 کہ توسل روح پر فوج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جائز نہیں ہے اسلئے حضرت عباس ہی توسل
 کرتے ہیں بشرہ میں تقریر حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لما انزلت و انزلت
 عَشْرِ جَرَّتْكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَلْبَهُ

منہجین کی سواہر میں تقریر ہر درعہ خلافت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اسکا باران شدہ بود

منہجین کی تقریر میں تقریر ہر درعہ خلافت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اسکا باران شدہ بود

فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اانْقِذُوا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَالْتَمَسَ
 لَا اَمْلَكَ لَكُمْ مِنْ اَللّٰهِ شَيْئًا اَلْحَدِيثُ — یعنی جب نازل ہوئی آیت
 کہ ڈراؤ بھئی آپ اپنی برادری کو جو تانا رکھتے ہیں آپ سے تو پکارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے اپنی ناتنے والوں کو پھر اکٹھا کر کے پکارا اور جدا جدا بھی اور فرمایا ای اولاد کعب بن لوی کے
 بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سی کیونکہ بیشک میں نہیں اختیار کرتا تمھارا اللہ کے ہاں کچھ
 نصیبیت الایمان میں ہر اور جو لوگ کسی بزرگ کی قرابتی ہوتی ہیں اور لوگوں کی حمایت پر ہر سنا
 ہوتا ہی اور اوپر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں سو اس لیے اللہ صاحب نے اپنی پیغمبر کو فرمایا
 کہ وہ اپنی قرابتیوں کو ڈراؤی سو اونھوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا
 حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہو کہ اپنی اختیار کی ہو سو یہ میرا مال موجود ہو اور میں مجھ کو کچھ نکل
 نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہو ہاں میں کسی کو حمایت نہیں کر سکتا
 اور کو سنا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کری اور دروغ سے
 پیچھے کی ہر کوئی تدبیر کرے فقط ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث انکار تو مسل و تشفع کی دلیل نہیں ہو سکتی
 خداوند کریم نے لوگوں کو شرک و کفر سے بچانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف
 خطاب کر کے فرمایا فَلَا تَدْعُ مَعَ اَللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
 یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسری اللہ کو نہ پکاریے ورنہ آپ ظالمین سے ہونگے یہ بات
 تو ظاہر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سی شرک و کفر کا صدور از قبیل محالات کی تھا پھر اس
 آیت سی مقصود اہل یہ ہو کہ تمام مکلفین اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ شرک بد بلا ہو اس
 بہت بچنا چاہیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع کیے گئے ہیں جسے شرک کا
 صدور محال تھا تو دوسری لوگوں کو اس سے بچنی کی کس قدر ممانعت ہوگی تفسیر ابو سعید و
 میں ہر خواط بے السبب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع ظہور استحالۃ
 صدور المنہی عنہ علیہ السلام تھیجا علی اذ یاد الاخلاص و لطف
 لساثر المدکلفین ببیان ان الاشتراک من القبیح و السوء بصیحت ینہی
 عنہ من لا یمن صدر و ذکر عنہ فکیف من صلاہ اسکے بعد خداوند کریم نے یہ حکم کیا کہ شرک و معصی

سی بچنے کے لیے اپنی قربت مندوں کو حکم کیے تفسیر ابو سعید درومی میں ہر داندذر العذاب
الذی یستتبعہ الشر واللعنۃ غرض یہ تھی کہ جب قربت مند اس قسم کے
ڈرائے گئے جو غیر ہیں وہ بدرجہ اولی خائف ہونگے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہر بانذار
الاقربین ان الحجۃ اذا قامت علیہم تعددت الی غیرہم انحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہل قربت سے ایک ایک کو پکار کے سمجھایا کہ تم لوگ شرک کفر سے جو اپنے
جہنم کی آگ سے بچاؤ ہماری قربت پر بہرہ و سنا کر وہم اوس عذاب کو تم لوگوں سے دفع نہیں کر سکتے
جس سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ متعلق ہو گا شرح مسلم امام نووی میں ہر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی
لا املک لکم من اللہ شیئاً معناہ لا تتکلموا علی قتر ابنتی فانی
لا افتدر علی دفع مکر وہا یرید اللہ بکمو جب آیت و حدیث کی یہ مطلب
ہوے تو اس سے یہ امر کمان سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی حمایت و شفا
قیامت کے دن نہ کریں گے یا تو اسل و استغاثہ آپ ہی یا کسی نبی یا کسی ولی سے منع یا حرام ہے
اٹھا رہوین تقریر حدیث صحیح میں ہر اذامات الا نسا انقطع عملہ الا من
ثلث صدقۃ جاریۃ او عملو ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ
یعنی جب آدمی مر جائے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین آدمیوں کا عمل منقطع نہیں ہوتا ایک تو
ایسے شخص کا جس نے صدقہ جاریہ دیا ہو دوسرے ایسے عالم کا جس نے دین کی کتاب تصنیف کی ہو
یا شاگردوں کو دین کی کتابیں پڑھائی ہوں تیسرے ایسے باپ کا جس نے صالح بیٹا چھوڑا ہو اور
وہ بیٹا اپنی باپ کے لیے دعا کرتا ہو قاضی شوکانی در النفعین میں شرح منازل ابن قیم سے
نقل کرتی ہیں قد انقطع عملہ وهو لا یملک لنفسہ نفعاً ولا ضرراً فضلاً
لما استغاث بہ یعنی اموات کا عمل منقطع ہو جاتا ہے وہ اپنی لیے نفع و ضرر کے مالک نہیں ہوتے
تو مستغنیث کو کیونکر نفع پہنچا سکتے ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال بالا ضعیفی ہے اس حدیث کا مطلب
یہ ہے کہ بعد موت کے بعض اعمال خیر ثواب کی ثمرات مقرب ہوتی ہیں اور انکی ثمرات منقطع ہو جاتی
ہیں بعض اعمال کے ثواب منقطع نہیں ہوتی روزہ نماز حج یہ ایسے اعمال ہیں کہ انکی ثمرات
تساہی ہو جاتے ہیں یعنی جب آدمی مر جاتا ہے تو انکا ثواب ملتا ہے مگر ثواب کی تجدید نہیں ہوتی

منہجین کی اٹھا رہوین تقریر عدم جو ان تو اسل میں ہر ایک کتاب انکسالات انسان انکسالات مع جواب

اور نہ انہیں نہ ہو تا ہی جیسے ان امور ثلاثہ میں تجدید ہوتی رہتی ہی نہ ہوتی اور فی الواقع شرح جامع المقصود
 میں لکھتے ہیں انقطع عملہ ای فائدہ عملہ و تجدید ثوابہ یعنی لا یصل
 الیہ فائدہ شئی من عملہ کصلۃ و حج الا من ثلاثۃ اشیاء فان
 ثوابہا لا ینقطع لكونہا فعلا دائرۃ الخیر متصل النفع ولانہ کان
 السبب فی اکتسابہا کان لہ ثوابہا یعنی بعد مرنے کی فائدہ عمل کا اور تجدید ثواب کا منقطع
 ہو جاتا ہی مگر تین چیزوں کا ثواب منقطع نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ دائم الخیر ہیں ان پر نفع ہمیشہ مترتب
 ہوتا رہتا ہی اور وہ شخص انکی اکتساب کا سبب تھا تو اس غیر جاری کا ثواب ہمیشہ اویں ہو چکا
 ہوگا جب یہ استدلال بالا جہنی ہی تو اس حدیث سی استغاثہ کا عدم جواز کیونکہ ثوابت ہو سکتا ہی
 افعال کی دو قسم ہونے کو عدم جواز استغاثہ سی کسی قسم کا تعلق نہیں عبد الرحمن بن حسن و الملحین
 میں لکھتا ہی فدل ذلک ان لیس للمیت تصرف فی ذاتہ فضلا عن
 غیرہ بحرکتہ وان روحہ محبوسۃ مرہونۃ بعلمہا من خبر و شر
 فاذا عجز عن حرکتہ نفسہ فکیف ینصرف فی غیرہو یعنی اس حدیث سی
 یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ مردی کو کسی قسم کا تصرف نہیں ہوتا اپنے میں نہ غیر میں نہ انہیں جس حرکت
 ہی او سکی روح محبوس ہی او سکو غیر و شر کی اطلاع نہیں جب خود میت حرکت نہیں کر سکتے تو غیر میں
 کیونکر تصرف کریں گے ہم کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ معنی اپنے ذہن سے تراشے ہیں ہرگز اس
 حدیث کا یہ مطالب نہیں ہی کہ اموات میں جس و حرکت کا تعلق نہیں ہوتا اور اسمیں کسی قسم سے
 مادہ تصرف کا باقی نہیں یا روح محبوس و سجون ہیں بلکہ احادیث سی جس و حرکت سننا بولنا
 پر ہر سب کچھ ثابت ہو چکا نہ اسکا بیان اچھی طرح سے کیا جائیگا امام نووی شرح مسلم میں
 لکھتے ہیں قال العلماء معنی الحدیث ان عمل المیت ینقطع بمواتہ و ینقطع
 تجدید الثواب لہ الا فی ہذا الاشیاء الثلاثۃ لكونہ سببہا
 یعنی علماء محدثین نے اس حدیث کی مضی یہ لکھیں کہ میت کا عمل او سکی موت سی منقطع ہو جاتا
 اور تجدید ثواب کا جاتا رہتا ہی مگر ان تین چیزوں میں ثواب کا تجدید ہوتا رہتا ہی اس لیے کہ وہ
 شخص ان اشیا ثلاثہ کا سبب تھا جب علماء محدثین کا یہ مقولہ ہو اور اس حدیث کے معنی علماء

محققین مجتہدین فی صاف صاف لکھ دیے ہوں ایسی حدیث کو دوسرے معنی پر چل کر ٹانا دانی ہے
 اس مقام پر یوں شبہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا مردت بمواسی
 لیلة اسری بی و هو قاتل و بصلی نے قتل کیا یعنی شب معراج میں ہم گدزی سے
 علیہ السلام پر اس وقت وہ کھڑی اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے سو اسکے بعض احادیث میں یہ وارد ہے
 کہ بعض صحابہ بنی خیمہ نصب کرتے وقت ایک مردی کو سورہ بختہ پڑھتے سنا جب سجد و ثواب اعمال
 منقطع ہو چکا تو ناک کا یا سورہ کا پڑھنا یعنی چیم کہتی ہیں کہ اس عمل پر اللہ تعالیٰ اکرام کرتا ہے اور اس عمل سے
 ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے مفتی صبیحۃ الدین محمد غوث مدرسی رسالہ تنبیہ لاغیاب یحیات الانبیاء میں
 لکھتے ہیں حافظ زین الدین بن جب و کتاب احوال القیور لکھتے کہ گاہ باشد کہ اللہ تعالیٰ بعض اہل برزخ را در برزخ
 باعمال صالحہ اکرام میکند لکن اگرچہ اور باین عمل ثواب حاصل نشود بسبب انقطاع ثواب اعمال بموت لیکن آن
 عمل بروی باقی یہاں تا بذکر و طاعت الہی لذتی یا بد چنانکہ ملائکہ و اہل بہشت و بہشت باین لذتی یا بند
 اگرچہ ہر ان ثواب مترتب نیست زیر اگر کہ نفس نہ کر و طاعت از ہم نغم اہل دنیا نرزد اہل جنت بزرگ ترست
 تنعمون بہچ آسائشی مثل ذکر و طاعت الہی نخواہند یافت انیسویں تقریر ابو بکر بن ابی شیبہ
 اپنی مصنف میں روایت کی ہے کہ علی بن حسین نے ایک شخص کو دیکھا کہ در پہچے میں جو قبر انحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیک تھا گھس جاتا ہے پھر دعا کرتا ہے علی بن حسین نے کہا ہم تم کو ایک
 بات سناتی ہیں جسکو ہم نے اپنی باپ سی سنا اور ہماری باپ فی ہماری داد اسی ہمارے دادا نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا حدیث یہ ہے کہ ہماری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنی گھروں کو قبر
 نہ بناؤ اور درود بھیجیم پر تمہاری درود و سلام ہماری پاس پہنچتی ہیں تم کہیں ہو اس حدیث
 ثابت ہو گیا کہ قبر کی پاس جا کر نہ مانع ہو تم کہتے ہیں کہ یہ روایت معلول ہے قابل حجت کی
 نہیں اسلیے کہ جعفر بن ابیہیم جو اسکا راوی ہے وہ مجہول ہے اصحاب صحاح ستہ اس سے روایت
 نہیں کرتی اور علی بن عمر کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں مستور لکھا ہے اور شیخین انسی روایت
 نہیں کرتے اور زید بن جباب کو امام احمد کہتی ہیں کہ صدوق کثیرا الخطا چنانچہ ذہبی میں
 میں انسی یوں ہی نقل کرتے ہیں اور ابن جبان نے کہا یتبر حدیثہ اذا دوی عن
 المشاہیر اما دوا یتہ عن الجاہیل ففیہ المناکیر یعنی ابن جبان خطا کرتا ہے

تقریر کی انیسویں تقریر عدم جواز تلمس میں بیشک حدیث علی بن حسین مع جواب

جب مشاہیر سے روایت کری تو معتبر ہی نہیں تو نہیں چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اسکو نقل کیا ہے تجارتی اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتی جب روایت معلول ہوئے قابل حجت نہ ہی بر تقدیر تسلیم حماغت کی دو منشا ہیں پہلا منشا وہ شخص یہ خیال کرتا ہوگا کہ سلام کے لیے قبر شریف پر حاضر ہونا ضروری اسی وجہ سے وہ تکلف حاضر ہوا کرتا تھا علی بن حسین نے اس غلطی پر اسکو مطلع کر دیا اور حدیث کا مضمون منادیا کہ سلام ہر جگہ سے پہنچ سکتا ہے دوسرا منشا وہ شخص کھڑکی میں گھس جاتا تھا اور قبر شریف کی قریب پہنچ جاتا تھا اس طرح کا قرب ادب کی خلاف ہو زائر کو چاہیے کہ جو ستون راست کی جانب ہو اس سے چار گز کی فاصلے پر رہی طواع الانوار میں ہے وجزوا صحا بنا استعجاب وقوف الزائر علی نحو اس بعتہ اذ سارع من السارية التي عند رأسه لا يقرب بادني من ذلك فانه ليس من شعائر اديب الا بسرا سرا سو اسکی حدیث کا تختہ افتدای عید ا مجمل ہے چنانچہ اس رسالے میں اس حدیث کی متعلق بحث کی جائیگی جاننا چاہیے کہ مخالفین انکا توسل مشروع ہیں جو تقریر پیش کرتی ہیں بی سمجھے بوجھے کوئی آیت یا حدیث ایسی نہیں ہے جس سے عدم جواز توسل کا ثابت ہو آیت یا حدیث کا مطلب کچھ ہی یہ کہتی کچھ ہیں اگر یہ لوگ توسل کی معنی توسل کی طریق بخوبی سمجھ لیں تو انکو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات ایسی آیات یا احادیث سے استدلال کرتے ہیں جنکو محل نزاع سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے آبن تمیہ وابن قیم نے اس مقدمے میں جس قدر آیات و احادیث لکھی ہیں اسی قبیل کی ہیں قاضی شوکانی نے در النصفید میں جس قدر احادیث لکھی ہیں اس سے استغاثہ نامشروع کا ابطال کیا ہے یعنی صاحب قبر قادر مطلق و فاعل مختار سمجھ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا استقلال اندا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے شریک اور کسی تعظیم کی جائے اس مقدمے میں شوکانی سے ہم بھی متفق ہیں کوئی مسلمان خاصہ جو زمرہ خواص سے ہیں ہرگز اس صورت کو جائز نہیں سمجھتا شوکانی نے عبث اسکی ابطال میں رحمت اوٹھائی شوکانی نے اس مقام پر صرف اسقدر تعصب کا بڑا دیا ہے کہ ایسے باطل امر کو معتقد علیہ اکثر عوام و بعض خواص قرار دیا ہے حالانکہ یہ محض غلط ہے نہ اکثر عوام کا یہ عقیدہ ہے نہ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا شاید عوام کا لانعام سے کسی شخص کا یہ عقیدہ باطل ہو تو اسی ہم نہیں

جاتی اور نہ ہماری بحث ایسی ہیودہ خیالات سی ہو تقویت الایمان اور نصیحت المسلمین وغیرہ میں
 عموماً اسی قسم کی آیات و احادیث مذکور ہیں اور انکی ذیل میں بالکل اتنا پشناپ لکھا گیا ہے جیون
 تقرر یہ غیر خداوند اقدس سے کسیکو پکارنا شرک ہو اس مقدمے میں بہت سی آیات موجود ہیں پر
 استدلال شرک ہوا اسلیئے کہ اسمیں بھی غیر خدا کو پکارتے ہیں جواب اہل خلاف نہ یہ سمجھتے ہیں کہ
 پکارنا کسی کہتے ہیں اور نہ شرک کا مفہوم ٹھیک ٹھیک جانتے ہیں اپنے مفروض پر آئین باہت
 شائیں بکتی جاتی ہیں توحید و شرک کی معنی کو چاہیے کہ خدا و رسول کی احکام سی مستنبط کریں
 مجمل کا بیان شکلم کی طرف سے تلاش نہ کرنا اور اپنی تراش خراش کو دخل دینا ایک قسم کا عیب
 بلکہ خود رائی ہو ہم اس مقام پر بطور مختصر توحید و شرک کا بیان کیا چاہتے ہیں اس بیان سے
 یہ دھوکا جاتا ہو گیا کہ مسلمان شرک کا کام کرتی ہیں توحید کہتی ہیں خداوند تعالیٰ کو ذات و صفات
 میں ایک سمجھنا اسمیں چار امور مقبر ہیں جب تک چار امور کا اذعان نہ ہو توحید پوری نہیں ہوتی پہلا
 امر وجوب وجود کا حضرات باری تعالیٰ میں سمجھنا یعنی سوا او سکی کوئی واجب نہیں دوسرا
 امر کل اشیا کا خالق او سیکو جاننا یہ دونوں امور مقدمات مسلمہ سی ہیں اسی لیے کتب سماویہ
 میں اس سے بحث نہیں کی گئی بحث ایسی چیز سے ہوتی ہے جس میں کفار مخالف ہوتے ہیں اس
 مقدمے میں مشرکین عرب ہیودہ نصاریٰ سب متفق ہیں پر ضرورت بحث کی کیا رہی تیسرا
 امر اوی کو مدبر و متصرف حقیقی سمجھنا چوتھا امر سوا او سکی کسیکو مستحق عبادت نہ جاننا یہ دونوں
 امور باہم متلازم ہیں یہی دو امر ایسے ہیں جنہیں لوگوں نے اختلاف کیا نجومی ستاروں کی پرستش
 کرتے ہیں اونکی عبادت سی دنیا و آخرت کی منافع سمجھتے ہیں اونکا خیال یہ ہے کہ ستاروں کو
 حوادث یومیہ میں قومی اثر ہو آدمی کی سعادت شقاوت صحت مرض اونہیں سے ہوتی ہے
 اونکی نفوس مجروحہ اونکی محرک ہیں اونکی بندوں سے جو اونکی پرستش کرتی ہیں ہرگز غافل نہیں
 رہتی مشرکین کہتے ہیں کہ امور مخطمہ کا مدبر تو خداوند تعالیٰ ہے مگر بعض صاحبین نے خداوند تعالیٰ کی
 عبادت کی جس سے وہ او سکی مقرب خاص ہو گئے خداوند کریم نے او سکے صلے میں اونکو الوہیت
 کا درجہ عنایت کیا جس سے وہ مستحق عبادت کی ہو گئے ہمہ اونکی عبادت لازم ہو تا وہ ہکومت
 میں الہ کے نزدیک کر دیں اون لوگوں نے اپنی مفروضی مقبولین کے لیے یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ

مشرکین کی یہ بیویں تقرر یہ عدم جواز تو مسلم ہیں جس کا ابتداء ذائع جواب

لوگ سنتے ہیں دیکھتے ہیں اپنے بندوں کی شفاعت کرتے ہیں پھر انکی نام کی پھر کہہ دیے اور
 اوکو معبودوں کی توجہ کے لیے قبلہ ٹھہرایا یہ تو خاص متقدمین کا حال ہے جب اونکے بعد لوگ ہو
 وہ اس دقیقہ کو تو سمجھ نہیں اونہوں نے خاص بتوں کو اپنا معبود ٹھہرایا نصاریٰ نے دیکھا کہ
 حضرت عیسیٰ میں خاص ایک قسم کا تقرب ہوا نہیں جبکہ کتنا ایک قسم کی بی ادبی ہے پھر بعضوں نے
 ابن اللہ کہا اس خیال سے کہ باپ بیٹی پر ایک خاص قسم کا رحم کرتا ہے اپنے سامنے اونکی پرستار
 کرتا ہے عید کو بیٹے کے سامنے کچھ تہنیں قبض نصاریٰ نے خدا کہا اس لحاظ سے کہ خداوند کریم
 اونہیں حلول کیا ہوا ہے اسوجہ سے ایسے خوارق عادت اونسی ظاہر ہوتی ہیں جو کسی دوسرے
 شخص سے ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتی جیسے مردے کو زندہ کرنا تو ایسے شخص کا کلام خاص اللہ
 تعالیٰ کا کلام ہے ایسی شخص کی عبادت عین خداوند کریم کی عبادت ہے پھر اونکے بعد جو لوگ ہو
 وہ اس دقیقہ کو تو سمجھ نہیں اونہوں نے یہ خیال کیا کہ عیسےٰ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یا یہ خیال کیا
 کہ واجب الوجود میں شرک کہتے ہیں خداوند کریم کی ذات و صفات میں دوسرے کو سا جھی
 بنانا یعنی یہ سمجھنا کہ یہ آثار عجیبہ جو اس شی سے صادر ہوئے اسکا منتشا ایک ایسی صفت ہے جو
 باری تعالیٰ سے خاص ہے جب تک اس غیر میں الوہیت کی صفت نہ آجائے یا خود وہ نیست
 ہو کہ ذات باری میں منضم نہ ہو جائے اس قسم کے آثار اس سے صادر نہیں ہو سکتے عام
 ازینکہ وہ انسان ہو یا کوئی دوسری چیز غرض شرک کی حقیقت میں سا جھی کرنا جزو اعظم ہے
 مشرکین کو قسم قسم کی خیال تھی یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کا محتاج ہے جو انتظام
 عالم اسکے ساتھ ہو کر رہے یا خدا تعالیٰ کو حال نہیں معلوم ہوتا جب تک کوئی واسطہ اسکو نہ بتا
 یا وہ رحم نہیں کرتا جب تک کوئی بیچ کا ذریعہ اسکی میان سفارش نہ کرے جیسے مخلوق آپس میں ایک
 دوسرے کے لیے سفارش کرتے ہیں یا وہ بندوں کی عرضداشت کا جواب نہیں دیتا جب تک
 درمیانی اونکی حاجات کو پیش کریں انہیں وجہ سے شرک ایسا گناہ ٹھہرایا گیا جس سے بڑا
 کوئی گناہ نہیں تمام گناہوں کی مغفرت ہو سکتی ہے مگر نہ بخشا جائیگا تو شرک اور پشاک کیونکر جائے
 شامت نفس سے کوئی قصور ہو گیا ہوتا تو خداوند کریم اس سے درگزر فرماتا یہاں تو غضب ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کا سا جھی ٹھہرا دیا تو ہیت کی شان ہرگز اسکے متفقہ نہیں جو اپنا سا جھی تجویز کرے

یا ایسے شخص کے عقائد و افعال و اقوال سے درگزر ہی جسے ساجھی بنا رکھا اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ کوئی مسلمان شرک نہیں ہو سکتا نہ کوئی شرک مسلمان اہل خلاف جو افعال مشروع یا مندوب یا مباح کو شرک کہے مسلمان کو حقیقتاً التزاً ما شرک ٹھہراتے ہیں یہ سب اونکی بیباکی یا غلط فہمی یا جس طرح شرک ایسی مملکت چیز ہو جس سے آدمی کو اختیار لازم ہو اسی طرح ہر صفت یا ہر کام کو بھی شرک کہنا نہ چاہیے اس لیے کہ جب وہ افعال ایسے ہیں کہ جنہیں مسلمان کرتے ہیں اور سچ پوچھے تو افعال ناجائز نہیں ہیں نہ اونکی کرنے میں کسی قسم کا محذور ہو تو ایسی چیز کو شرک کہنے سے مسلمانوں کو شرک سمجھنا لازم آتا ہے

در دہر چہ من کیے و آنہم کافر پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود
 اور مسلمان کو شرک سمجھنے سے یا کہنے سے کفر کا خوف ہو یہ گنبد کی صدا ہو جو کہ کہیے وہی آواز بلکہ سنائی دیتی ہے چنانچہ متعدد احادیث اس مقدمی میں موجود ہیں سو اسکے موحد کو شرک کہنا ایسا ہی ہے جیسے سفید کو سیاہ کہنا یا دن کو رات سمجھنا یا فرد کو زوج خیال کرنا یا ڈٹھیا ری کو اندھا جاننا اس لیے کہ اند و نون میں نسبت تضاد کی ہے شرک میں ایک صفت خاص کا اعتقاد معتبر ہو جس سے توحید کو منہرہ نہ نافذ ہو یا نہین تقابل عدم ملکہ کا ہو اس لیے کہ توحید ایمانی کا مضمون شرعی ہے نہ کہ خداوند کریم کو ذات صفات میں ایک سمجھنا جسکی شان ہی یہ تصدیق ہے جو بی جنون حیوانات اس سے خارج ہیں اس لیے کہ اونکی شان تصدیق کے نہیں ہے شرک عدم تصدیق کو کہتی ہیں جب کی شان ہی تصدیق چھو بہ توحید و شرک کا مضمون معلوم ہو گیا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ شرک کی کیفیت آدمی کی اعتقادی معلوم ہوتی ہے یا ایسے افعال کے صادر ہونے سے جس سے شرک کا مضمون ٹپکتا ہو مثلاً غیر خدا کے عبادت کرنا اس تقریر سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ انبیاء و اولیاء و اہل اللہ ہی تو تسل و استغاثہ شرک نہ ہو گا اس لیے کہ وسیلے کا مضمون اسکی صورت میں جو مذکور ہو نہیں اونسے خاص شرک کی نفی پائی جاتی ہے وسیلے کی تینوں صورتوں میں طلب خاص ذات باری سے ہوتی ہے یا نجاح مرام میں کسیکو دخل نہیں ہوتا پھر یہ شرک کیونکر ہو گا اگر یہ حضرات مظہر عون الہی نہ سمجھے جائیں یا مستقل سمجھے جائیں یا اونکی عبادت و پرستش کیجئے جیسے کفار و مشرکین عرب کرتے تھے پھر ان سے توسل کیا جاو تو بیشک یہ ناجائز طریق ہو گا جسکی حرمت پر اتفاق ہے یہ وہ سوئی سی بات تھی جسے اہل خلافت نہ سمجھے جب منکرین کی تقریرات کی لغویت بخوبی ظاہر ہو گئی تو استمداد و استغاثہ کی اقبیلج کا بیان

کیا چاہتا ہوں جانا چاہیے کہ دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا جسے بالطبع استمداد کی ضرورت نہ ہو
شیر غار کا بھوک مین دودھ کی لیے رونا ہو اور نہ پھیر پھیر کے بار بار مان کو دیکھتا ہو جس سے
اوسکی مان کو جوش طبعی پیدا ہوتا ہو ۵

تا نگریہ طفل کی جوش لبین تا نگریہ ابر کے خند و چمن

اگر نفس استمداد منوع ہوتا تو خداوند کریم نہ تھے بچوں کو یہ طریقہ نہ سکھاتا یہ تعلیم جو انکو خاص مبداء
فیاض سے ہوئی ہر صفت کی دیتی ہے کہ انسان کو بدون استمداد کے چارہ نہیں انسان چونکہ مدنی
الطبع مخلوق ہوا ہے ایک دوسرے سے استمداد کی ضرورت ہوتی ہے خداوند کو جو رسی انتظام خانگی میں
کس قدر مدد پہنچتی ہے ہر کہ زن ندارد آسایش تن ندارد اور جو روتو خداوند کی مدد کی ہر طرح محتاج
ہو مریض جب نامی طبیب کے مطب میں حاضر ہوتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ حکیم صاحب متوجہ ہو کر ابتدا
انتہا تک مریض کا حال سننے کوئی نسخہ مجرب تجویز کرے اگر حاکم مظلوم کی حال پر متوجہ نہ ہوتا تو ظالموں کے
ہاتھ سے دنیا بے کیوں جب آدمی بوڑھا یا ضعیف ہوتا ہے تو عموماً استمداد کرتا ہے کبھی عصا پر
زور ڈال کر چلتا ہے کبھی عصا کی ذریعہ سے یہ دریافت کرتا ہے کہ راستہ ہموار ہے یا ناہموار اگر عصا نہ کہتا تو
ایک قدم نہ چل سکتا ٹھوکر کھا کر منہ کی ہل کر تا غرض انسان بچپن سے آخر عمر تک اپنی ہر کام میں استمداد
کا محتاج ہے مہاجرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کچھ مدد نہیں کی آپ فرماتے ہیں ان
احمر الناس علی فی مالک وصحبہ ابو بکر الصغار فی مہاجرین کی مدد کس کشادہ پیشانی سے کی جا چکا
خداوند کریم اپنے کلام پاک میں انکی مدد و ثنا کرتا ہے نصیحتا المسلمین میں ہے بعض شخص اس مقام
میں شبہہ کرتے ہیں کہ اگر خدا کی سوا کسی سے مدد چاہنا درست نہیں تو چاہیے کہ حاکم سے فریاد کرنا
حکیم سے علاج کروانا نوکریا غلام سے پانی مانگنا باتہ میں لاشی کا رکنا بھی درست نہوا سوا سطلے
کہ ان کاموں سے بھی سوا ہی خدا کے اور چیزوں سے مدد چاہنا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے
ان چیزوں کو انھیں کاموں کی واسطے سبب مقرر کیا ہے پانی پینے کے واسطے پیدا کیا ہے اور دوائیاں
بیماری کے واسطے مگر علاج سالار کو اس واسطے نہیں پیدا کیا کہ لوگوں کو رزق اور پیٹے دیا کریں اور
انبیا و اولیا سب ان کاموں کو کرتے تھے یعنی لاشی بھی ہاتھ میں رکھتے تھے اور علاج بھی کرتی تھے
اور حق تعالیٰ نے ہر کام بھی ان کاموں سے نہیں منع فرمایا انتہی ہی غیبت ہے کہ اب اس امر کی تسلیم

کی گئی کہ استعانت غیر خدا سی جائز ہی بلکہ بیشتر چیزوں کو خداوند تعالیٰ نے اسی لیے پیدا کیا ہی جس سے استعانت کی جائے اب گفتگو اس امر میں رہو کہ انبیاء اولیاء کہ حق تعالیٰ نے اعانت کی لیے پیدا کیا انہیں عموماً و بابیہ کا یہ مسلک ہو کہ انہما العصا المتی کا علیہما انفع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس قسم سی کستخ ہو وہ اولیاء اللہ کی نسبت کس قدر بیباک نہو گا مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ سچ ایک قسم کی غلط فہمی ہی خداوند عالم نے آپ کو رحمۃ للعالمین پیدا کیا جسکی رسالت کی بنا رحمت پر ہو اوس سے خواہ مخواہ عالم کا مینا ہو گا قبل تخلیق سے لوگ اس چشمہ رحمت سی سیراب رہو اور قیامت تک شیریں کام رہینگے اسکا ثبوت آیات و حدیث سی انشاء اللہ تعالیٰ کیا جائیگا سہر دست تہوڑا سا انتظار کیجیے اگر سو امی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری انبیاء و اللہ کی نسبت کچھ شک ہو تو ہم حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ یاد دلاتی ہیں جو مخصوص قرآنی ہوا و جبکا انکار نہیں ہو سکتا اولیاء اللہ کی تخلیق بھی بیکار نہیں انسے بھی لوگ حیات و ممات میں فیض یاب ہیں

اولیاء را هست قدرت از آله	تیر جہتہ باز گرداند ز راہ
---------------------------	---------------------------

اولیاء اللہ امت نبویہ کی تجربہ کار حکیم ہیں جسطور سے وہ عرض مرض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا شخص نہیں پہچان سکتا چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے لیے ہوئی ہوا و انکو استعانت ایسے وقت میں شروع ہو جو وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہو علامہ سیوطی کا رسالہ اخیر الدال علی وجود القطب والا و ماد والنجا، والابال خاص اس بحث میں ہوا و لوگوں کی تخلیق خاص واسطے اعانت کی ہوا و انکے ذریعے سے پانی بہتا ہوا و انکی مردے اعدا پرستج حاصل ہوتی ہوا و انکی وجہ سے عذاب تارہتا ہوا و انکی برکت سی بلا دور دفع رتی ہی چنانچہ علامہ اوسی رسالے میں جناب امیر علیہ السلام سی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آپ سی سنا یسقی بھو الغیث و تنصر بھو علی الاعداء و یصرف عن اہل الشام بھم العذاب یعنی انکی وجہ سے زمین برستا ہوا و دشمنوں پر قیاب ہوتے ہیں اور اہل شام عذاب سی محفوظ رہتے ہیں جب اولیاء اس کام کے لیے مامور ہوئی پھر اونسے استمداد ناجائز نہو گا اس بحث کی تفصیل ہم آگے چل کے اچھی طرح لکھنے والے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت بریج الدین قدس سرہ یا حضرت مسعود غازی

قدس سرہ لوگوں کو رزق یا بیادتی میں مان یہ کہتی ہیں کہ حضرات اولیاء اللہ ہی استمداد جاز
 ہر رزق کی بابت ہو یا بیہ کی چنانچہ ایک مقام پر صاحب نصیحت المسلمین فی اسکا اعتراف
 بھی کیا ہے عبارت یہ ہے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ کہتے ہیں واقعی اللہ کی سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں لیکن
 اولیاء انبیا اللہ کی بندی قبول ہیں جس چیز کی اللہ سے عرض کرتے ہیں وہ قبول کرتا ہے اور اسکا
 جواب یہ ہے کہ البتہ انکی دعا اکثر قبول ہوتی ہے لیکن ہر دعا انکی بھی قبول نہیں ہوتی حضرت
 نوح فی اپنے بیٹوں کے واسطے دعا کی اور حضرت ابراہیم فی اپنی باپ کی واسطے دعا کی اور ہماری
 حضرت نے اپنی چچا کی واسطے دعا کی کسی کے دعا قبول نہوئی اور حکم ہوا کہ جاہل مت بنو اس
 مقدمے میں خلافت مرضی ہماری دعا نکر واس سے صاف معلوم ہوا کہ انکی بھی دعا وہی قبول
 ہوتی ہے کہ موافق مرضی خدا کی ہے ہر چند کہ یہ پاک لوگ ہیں مگر پھر بھی بندی ہیں کچھ انکا اللہ پر زور
 نہیں کہ جو چاہیں وہی ہو فقط ہم کہتے ہیں کہ جب یہ بات تسلیم کی گئی کہ انبیا اولیا کی اکثر دعائیں
 قبول ہوتی ہیں تو استمداد کی لیے مسلمانوں کو اتنا سہارا کافی ہے کہ کوئی مسلمان نہیں سمجھتا کہ انکا اللہ
 پر زور ہے بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ خداوند تعالیٰ کے مقبول بندی ہیں انکی دعا خداوند کریم مقبول فرماتا
 ان سے استمداد کبھی چنداں عید کی نامقبولیت کا حال جو لکھا گیا اس سے ہم بیل نہیں ہوتی اس لیے
 کہ وہ دعائیں کفار کے لیے تھیں جنکو خداوند کریم فی نامقبول فرمایا ہم جو استمداد کرتی ہیں اس میں
 اس قسم کا عارض نہیں اس مقام پر ہم صاحب نصیحت المسلمین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے
 انبیا اللہ اولیاء اللہ کو خدا کا مقبول بندہ تو کہا اس امر کا تو قائل ہوا کہ انکی اکثر دعائیں مقبول
 ہوتی ہیں جب یہ دو امر مسلم ہیں تو پھر توسل واستغاثہ شرک یا بدعت کیونکر ہو سکتا ہے اب تو تسل
 واستغاثہ کی جواز پر دلائل نقلی پیش کرتا ہوں پہلی دلیل حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے فَتَكَلَّمُوا
 مِنْ تَرَاتُفٍ ۚ كَذٰلِكَ نَتَكَلَّمُ بِمَا كُنَّا نَكْتُمُ ۚ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۱۰۱ یعنی سیکھا آدم نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات
 کو جس سے انکی توبہ مقبول ہوئی حدیث صحیح میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سی خطا سرزد ہوئی
 اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا خداوند امین تجھے بحق محمد توسل کرتا ہوں تو میرے گناہ کو
 بخشتی استفسار ہوا کہ محمد کون ہیں حضرت آدم نے کہا کہ جب تو نے مجھ پر کیا تھا میں نے عرش کی طرف
 اپنی گردن اٹھائی اور سپر لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس میں یہ تھا کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم ایسے مرتبہ کی بندی بہن کر اذکی عظمت و جلالت کی سائنے کسی کا تربیت نہیں تو نے
 اپنی نام کے ساتھ انکا نام شریک کیا حکم ہوا وہ خاتم انبیاء میں جو تمھاری اولاد سی ہونگے اگر انکو
 پیدا کرنا منظور نہ ہو تا تم پیدا نہ کیے جائے علامہ بیہوشی و نشو وین اسی آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں
 اخرج الطبرانی فی المعجم الصغیر و المحاکم و ابوالنعیم و البیهقی کلاهما
 فی الدلائل و ابن عساکر عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم لما اذنب آدم الذنب الذی اذنبہ سرفہر رأسہ
 الی السماء فقال اسئلك بحق محمد ان غفرت لی فاحی اللہ الیہ من محمد فقال
 تباً لاسمک لما خلقتنی سرفعت رأسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب
 لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فعلست انہ لیس احد اعظم عندک قدرا ممن
 جعلت اسمہ مع اسمک فاحی اللہ الیہ یا آدم انہ اخر النبیین
 ذریتک ولو لا ہوا ما خلقتک یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سی خطا
 واقع ہوئی انکو حد درجے کا کرب ہوا اور سخت ندامت ہوئی پھر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف
 لائی اور کہا اسی آدم ہم تکمالیسا طریقہ توبہ کا بتاتی ہیں جس سے تمھاری مغفرت ہوگی حضرت آدم
 علیہ السلام موافق تعلیم جبریل علیہ السلام کے اپنی مقام سے اٹھی پہلے خداوند کریم کا حمد کیا پھر لا الہ
 الا اللہ کہا حکم ہوا اسی آدم کہنے تمھیں یہ سکھایا حضرت آدم نے جواب دیا کہ باری تعالیٰ تونی جب
 مجھے پیدا کیا میں نے ساق عرش پر بیٹھ کر کہا و کما یسبح اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ
 وحدہ لا شریک لہ الحمد للہ سئل اللہ جب میرے مبارک نام کی بعد کسی مقرب فرشتے کا یا
 نبی مرسل کا نام سوای نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کیا مجھے یقیناً معلوم ہو گیا کہ یہ اگر تم مخلوقات سی ہیں حکم ہو تم
 سچ کہتے ہو یہی تمھاری گناہ عاف کی حضرت آدم نے حمد و شکر کیا اور نہایت خوش خوش ہو کر
 کہ کوئی شخص خداوند عالم کی بارگاہ سی اسطور سے سرور نہ آیا ہوگا اور سوقت حضرت آدم کا لباس
 کا تھا و المشورین و اخرج ابن المنذر عن محمد بن علی بن حسین بر علی
 ابن ابی طالب قال لما اصاب آدم الخطیۃ عظم کبہ واشتند
 ندماہ فجاہ جبریل فقال یا آدم هل ادلت علی باب توبتک

الذی یتوب الله علیک منه قال بلی یا جبرئیل قال فتوفی مقامک الذی
 تنأجی فیہ سربک تمجده وامدح فلیس شیء احب الی الله من المدح قال
 فاقول ماذا یا جبرئیل قال تقول لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك
 وله الحمد یحیی ویمیت وهو حی لا یموت بیده الخیر کله وهو علی
 کل شیء قدیر تبوء بخطیئک فتقول سبحانک اللهم وبحمدک لا اله الا انت
 رب انی ظلمت نفسی وعملت السوء فاغفر لی انه لا یغفر الذنوب
 الا انت اللهم انی اسئلك بمجاهد محمد عبدک وکرامته علیک ان
 تغفر لی خطیئتی قال ففعل آدم فقال الله یا آدم من علمک هذا قال یا رب انک
 لما نفخت فی الروح فقلت بشر اسویا اسمع وابصر واعقل وانظر لم أریت
 علی ساق عرشک لبسما الله الرحمن الرحیم لا اله الا الله وحده لا شریک له محمد
 رسول الله فلما کلم الله علی اثر اسمک اسمک مقرب ولا نبی مرسل غیر اسمک علمت انه
 اکرم خلقک علیک فقال صدقت یا آدم وقد ثبتت علیک وغفرت لك خطیئتك قال فحمد
 آدم ربہ وشکره وانصرف باعظمت سرور له یصرف به عبد من عباده وكان لیل الممیز
 جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تعلق آدم من ربہ کلمات
 نقاب علیہ کی کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو ہندین ڈالا اور کو جبرئیل میں ابلیس کو
 میسان میں سانپ کو اصبہان میں اسوت سانپ کی پاؤں اونٹ کی طرح تھی آدم اپنے
 گناہوں کی مذمت میں ہندین سو برس رویا کیے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علی ذریعے سے حکم بھیجا کہ ای
 آدم کیا ہمتے تمکو قدرت سی نہیں پیدا کیا کیا ہمتے اپنی روح تم میں نہیں پہنچی کیا ہمارے فرشتوں نے
 تمکو سجدہ نہیں کیا کیا حوا کا ہمتے تم سے نکاح نہیں کیا آدم فی کما یہ سب کچھ ہوا حکم ہوا پھر یہ وہاں کیسا آدم
 نے کہا کیوں نہ روؤں جو ارجمت سی نکالا گیا اس سے بڑھ کر کیا مصیبت ہوگی حکم ہوا ان کلمات
 کا ورد رکھو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ کو قبول کرے گا تمہارے گناہوں کو بخشے گا اللہ تعالیٰ یہ وہ کلمات
 ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا ورنہ شور میں ہوا خیر الدیلمی فی مسند الفردوس بسند
 واہ عن علی قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قول الله تعالیٰ فتلقى آدم من ربہ

الرحمن

کلمات فتاب علیہ فقال ان الله اهبط آدم بالهند وخو اجدرة وابلين ميساذ
 والحية باصبعها وكان للحية قوائم كقوائم البعير ومكث آدم مائة
 سنة باكباً على خطيئته حتى بعث الله اليه جبرئيل وقال يا
 آدم الله اخلقك بيدي الله انفخ فيك من روحى الله اسجد لك ملائكتى
 الله انزل جلك حوامتى قال بلى قال فما هذا البكاء قال وما يمنعنى من البكاء و
 قد اخرجت من جوار الرحمة قال فعليك بهذا الكلام فان الله قاسل
 تو بتك وخافزك ذنبك قل الله انى اسئلك بحق محمد وآل محمد سبحانك
 لا اله الا انت عملت سوء ظلمت نفسى فاغفر لى انت الغفور الرحيم
 اللهم انى اسئلك بحق محمد وآل محمد سبحانك لا اله الا انت عملت سوء و
 ظلمت نفسى فتنب على انك انت التواب الرحيم فهو لاء الكلمات التى تلقى آدم
 حضرت ابن عباس سى مروى بركة منى ان حضرت صلى الله عليه وسلم سى بوجها ككون سى كلمات الله تعالى
 فى حضرت آدم كوتبائى تحس جس سے حضرت آدم كى توبه قبول ہوئی آپ نے فرمایا كہ حضرت آدم نے
 سوال كيا كہ بحق محمد وعلى وفاطمة وحسن وحماد توبه قبول كرتى تعالى جل شانہ نے قبول فرمایا
 وثنوین ہوا خرم ابن النجار عن ابن عباس قال سألت رسول الله صلى الله عليه
 وسلم عن الكلمات التى تلقاها آدم من ربه فتاب عليه قال سأل
 بحق محمد وعلى وفاطمة والحسنان ثبت على فتاب عليه ان دونو عيشون سى ايك بت بڑا
 فائدہ یہ حاصل ہوا كہ جس طرح توسل انحضرت صلعم سى جائز بلکہ باعث حصول مقاصد ہوا سى طرح ايكى آل كے
 ساتھ بھی توسل جائز بلکہ موجب انجاء مرام ہوا اولياء اللہ سے تھى اس سے بڑھ كر كيا ہوگا كہ خود حق
 تعالى جل شانہ نے آپ اوسكى تعليم فرمائی اور آپ كى توسل كى بدولت حضرت ابو البشر آدم عليه السلام
 كى توبه قبول ہوئی اس نكبتى كو بايد كرنا چاہیے كہ كجگہ كام آئیگا اور بہت كام آئیگا شفاء السقم
 مین ہوا وى الحاکم ابو عبد الله بن البيع فى المستدرک على الصحيحین ۱۰
 احدثا قال ثنا ابى سعيد عمرو بن محمد بن منصور المعدل بنا ابو الحسن محمد
 ابن اسحاق بن ابراهيم الحنظلى بنا ابو سلمة انا عبد الرحمن بن نريد بن اسلم عن

ابیه عن جدہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اترف ادم علیہ السلام الخطیبة قال یا رب اسئل بحق محمد لما غفرت لی فقال اللہ یا ادم کیف عرفت محمد اولو خلقه قال را کناک لما خلقتنی بیدک وفتحت فی منی روحک ورافعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوب الا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فعرفت انک لو تصف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللہ صدقت یا ادم انه لا حب الخلق الی اذ سالتہ حقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک قال احاکم هذا حدیث صحیح الا سناد وهو اول حدیث ذکرته بعبد الرحمن بن زید بن اسلم فی هذا الکتاب وراوا البیهقی ایضا فی دلائل النبوة وقال تفرد به عبد الرحمن و ذکره الطبرانی وراوا فیہ وهو اخر الانبیاء من ذریتک متاخرین علما سے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں فتلقى ادم پس بیا مویخت آدم من ربہ یعنی از اہم پروردگار خود کلمات یعنی کلمہ چندی کہ سبب قبول توبہ ایشان شد و ان کلمات اینست کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ و طبرانی در معجم صغیر و حاکم و البیہقی از حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت آورده اند کہ آنحضرت صلعم فرموده اند کہ چون حضرت آدم ۱۲ کتاب گناہ کرد و مذموبات شدند و قبول توبہ خود حیران بودند ایشان را یاد آمد کہ مرا ہر گاہ حق تعالی پیدا کردہ بود و روح خاص دین و مید دین در آنوقت سرخورد و بسوی عرش برداشتم دیدم کہ در اینجا نوشته اند لا اله الا اللہ و محمد سؤل اللہ از اینجا معلوم میشود کہ قدر یکس نزد خدا برابر این شخص نیست کہ نام او را با نام خود برابر کردہ است تدبیر این است کہ بحق ہمین شخص سوال مغفرت نمایم پس در دعای خود گفتند اسئلک بحق محمد ان غفرتکے حق تعالی ایشان را آمرزش کرد و دوحی فرستاد کہ محمد را از کجا دانستی ایشان تمام ماجرا عرض کردند فرمان رسید کہ ای آدم محمد آخرت پیغمبران است از ذریت تو علیہ السلام اگر او نبی بود ترا پیدا نمیکردم اس مقام پر کنی خدشہ وارد کیے گئے ہیں پہلا خدشہ ابن تیمیہ نبلی کہتا ہوں کہ حضرت آدم کی نسبت توسل کی باب میں جو کچہ کہا گیا او کی کچہ اصل نہیں ہوا و کسی نے اس روایت کو

یہا خدشہ ابن تیمیہ کا عدم صحت حدیث پر اور اس کا جواب

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی اسنادی نہیں روایت کیا جو قابل اعتماد و اعتبار و استشہاد ہو جواب
 معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کو نہ یہ اسناد پونجی نہ یہ امر معلوم ہو کہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اگر اس کو یہ حال
 معلوم ہوتا تو صحیح ہونیکا کیوں انکار کرتا یا عبد الرحمن بن زید بن اسلم یہ کیوں طعن کرتا مجھے اس مقام پر
 اس قدر لکنا کافی ہے کہ ہر حکم کی تصحیح پر اعتماد ہو اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم ایسے ضعیف نہیں ہیں جیسا ابن
 تیمیہ نے سمجھا شفاء السقام میں ہر لحوقیف ابن تیمیہ علیہ بہذا الاسناد ولا بلغه
 ان الحاکم صحیہ ولو بلغه ان الحاکم صحیہ لما قال ذلك او لتعرض للجواب
 عنه ونحن نقول قد اعتمدنا فی تصحیہ علی الحاکم وایضا عبد الرحمن بن
 زید بن اسلم لا یبلغ فی الضعف الی الحدیث الذی ادعاه وکیف یجوز المسلم
 ان یتجاسر علی منع هذا الامر العظیم الذی لا یرده عقتل ولا شرع
 وقد مراد فیہ هذا الحدیث ووسر اخر شہ قبل خلقت کی آپ شفاعت کر نہیں
 سکتے تھے تو توسل وشفع کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جواب میں یہ نہیں کہتا کہ آپ خود شفاعت
 فرما سکتے تھے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال تو بس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل خلقت کے
 اسی طرح صحیح ہے جیسے بعد خلقت کی کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال تو بس ایسے شخص کے جائز ہے
 جسکی نسبت یہ یقین کیا جاتا ہو کہ وہ خداوند کریم کی درگاہ میں عالی مرتبہ رکشا ہے عادت مستمرہ یہاں
 کہ اگر کسی شخص کا مرتبہ کسی کے نزدیک ایسا ہو کہ اسکی شفاعت مقبول ہوتی ہو تو اسکی غیبت میں
 اگر اسکا توسل کیا جاتا ہے تو بلحاظ اسکی وقعت و عزت کی شفاعت مقبول ہوتی ہو کہ وہ شخص
 اسوقت نہ خود حاضر ہو اور نہ اسوقت شفاعت کرتا ہوتا آنکہ کبھی محبوب کا ذکر یا کسی عظیم امر کا
 ذکر کبھی اعمال صالحہ کا ذکر باعث شفاعت ہوتا ہے اور عیہ ماثورہ میں ہی اسلک بكل اسولک
 واسلک باسمائک الحسنی واسلک بانث اللہ واعوذ برضاک من سخطک
 ومعا فانک من عفو بیک وبلک منک جذب القلوب بین ہر موطن اول کہ توسل پر موح
 مقدس اوست پیش از تلبیس خلعت جسمانیت مخصوص جناب اوست وپیچی کی راز انبیا واولیا
 درین منقبت عظمیٰ باوی شاکرتی وسمائے نیست وعدم ورود نص وخرآن حضرت درین باب
 کافی ست تو قیسم بدرجہ اولیٰ توسل کے اقسام ہی ہو سکتی ہے تو میرا خدشہ حق کے معنی واجب ہیں

دوسرا خدشہ یہ تھا کہ میں نے آپ شفاء میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے اگر اس کو یہ حال
 معلوم ہوتا تو صحیح ہونیکا کیوں انکار کرتا یا عبد الرحمن بن زید بن اسلم یہ کیوں طعن کرتا مجھے اس مقام پر
 اس قدر لکنا کافی ہے کہ ہر حکم کی تصحیح پر اعتماد ہو اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم ایسے ضعیف نہیں ہیں جیسا ابن
 تیمیہ نے سمجھا شفاء السقام میں ہر لحوقیف ابن تیمیہ علیہ بہذا الاسناد ولا بلغه

ان الحاکم صحیہ ولو بلغه ان الحاکم صحیہ لما قال ذلك او لتعرض للجواب

عنہ ونحن نقول قد اعتمدنا فی تصحیہ علی الحاکم وایضا عبد الرحمن بن زید بن اسلم لا یبلغ فی الضعف الی الحدیث الذی ادعاه وکیف یجوز المسلم

ان یتجاسر علی منع هذا الامر العظیم الذی لا یرده عقتل ولا شرع

اور خداوند کریم پر کوئی چیز واجب نہیں پھر حق محمدؐ کہنا کیونکر جائز ہوگا جواب یہاں حق کے
 معنی واجب کی نہیں ہیں بلکہ ترتب و منزلت کی ہیں یا حق سے وہ حق مراد ہے جسے خداوند عالم
 نے آپ کا حق خلق پر ثابت کیا یا وہ حق جسے خداوند اقدس نے اپنے فضل عمیم سے اپنے ذی
 یاسقاء السقام میں ہو المراد بالحق الرتبة والمنزلة والحق الذي جعله الله على الخلق
 او الذي جعله الله بفضل له عليه كما في الحديث الصحيح قال فما
 حق العباد على الله وليس المراد الحق الواجب فانه لا يجب على الله شيء
 وعلى هذا المعنى يحصل ما ورد عن بعض الفقهاء في الاقتناع من اطلاق هذه
 اللفظة مولانا شاہ عبدالغفری دہلوی رح تفسیر غزیری میں تحریر فرماتے ہیں درین جا
 باید دانست کہ در کتب فقیہ مذکور است کہ دعا کردن بحق کسی مکروه است زیرا کہ کسی را بر خدا
 حق نمی باشد و تفصیل بمقام آنست کہ نزد مختلہ افعال عباد و مخلوق عبادی و اندر خدای
 آن افعال حق حقیقی بندگان است و بر مذہب اہل سنت و جماعت افعال عباد و مخلوق خدا
 اندر عباد و اسباب آن افعال حق ثابت نیست حقیقتہ بلکہ وعدا و جلا چنانچہ در حدیث صحیح
 آمدہ است کہ من امن بالله و دسولہ و اقام الصلوٰۃ و صام رمضان کان
 حقا علی الله ان یدخلہ الجنة ہاجر فی سبیل الله او جلس فی ارضہ
 اللی ولد فیہا و نیز در حدیث صحیح از معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آمدہ ہل تدبری ما حق العباد علی
 اللہ نہیں انچہ در روایت تویح حضرت آدم علیہ السلام آمدہ است محمول بر یہاں حق جعلی و تفصیلی
 است و انچہ در کتب فقہ ممنوع است حق حقیقی است و از بسکہ در زمان سابق مذہب معتزلہ رواج
 بسیار بہت و استعمال این لفظ موہم مذہب ایشان می شد فقہا مطلقا از استعمال این لفظ
 منع نمودہ اند تا خیال کسی بان مذہب نہ رود آئین است انچہ درین مقام موافق قرار داد علماء
 ظاہر است و اہل تحقیق چنین گفتہ اند کہ ہر یک از کلن نبی آدم را باعتبار صورت کمالیہ او اسمی است
 از اسماء الہی کہ ترویج او می فرماید پس سوال بحق کاملی از کمالان اشارہ بان اسم است اگر شخصے
 در وقت استعمال این لفظ ملاحظہ کنیم نمائید قطعاً ملام و معاتب نیست المختصر فیہ قسم صورت
 اول توسل کی ہر ماہ مسائل میں بھی اسی جائز لکھا ہے عبارت یہ ہے دعا باین طور کہ الہی ہجرت

نبی و ولی حاجت مرار و اکثراً جزست چنانچہ از شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مفہوم می شود و نیز
در قواعد الایمان فی علم الکلام و معرفۃ الایمان تصنیف ملا علی قاری مذکور است و دوسری
و دلیل حق تعالی جل شانہ فرماتا ہر یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ و وسیلہ وہ ہے جس سے
خداوند تعالیٰ کا تقرب کیا جائے عام از نیکی ذات ہو یا فعل یا قول وسیلہ کو منحصر بافعال کہنا ایک
ایسا امر ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ ذوات فاضلہ کو افعال صادرہ پر بدرجہ با تفضیل ہی خصوصاً
سرور عالم کو کہ سجدیت جابر رضہ خدا کی نور سے پیدا ہوئی ہیں افعال کو انکی ذات بابرکات ہی
کیا مناسبست پھر ایسے مقام پر وسیلہ سے ذوات فاضلہ مراد لینا نہایت مناسب ہی صاحب
مزین احسانات اس آیت کو آنحضرت ص کے وسیلہ ہونے پر سند لایا ہے یہ دلیل عام ہے تیسری
و دلیل حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہر دَلَّوْا نَحْنُ ذُكُوْرًا وَكُنَّ نَحْنُ ذُكُوْرًا وَكُنَّ نَحْنُ ذُكُوْرًا
فَاَسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرْ لَكُمْ الرَّسُوْلُ لَوْ جَدَّوْا اللَّهَ تَقُوْا اَبَا
دَحِیْمًا یعنی اگر ادوں لوگوں نے جسوقت اپنا بُر کیا تھا آتی آپ کی پاس بھجرا لے
بخشواتی اور رسول او کو بخشواتی اللہ کو پاتی معاف کر دیا لامہربان اس آیت سی صاف یہ
بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع موجب مغفرت ہے چنانچہ ایک اعرابی
آپ کے انتقال کے بعد اسی آیت کی ذریعے سے مغفرت چاہی تھی قبر شریف سے آواز آئی
قَدْ غَفَرَ لَكَ چنانچہ گیارہویں دلیل میں اسکا بیان کیا جائیگا محمد بن عبد الوہاب نجدی کہتا
التوحید میں لکھتا ہر ایہا الجانین لما تقولون یا اللہ فای حاجۃ الی محمد
والرجوع الیہ یعنی ای بے عقلو جب تم لوگ یا اللہ کہتی ہو پھر محمد کی یا انکی طرف رجوع کی ضرورت
کیا ہے یہ تقریر اس آیت کی صریح خلاف ہے جب اللہ تعالیٰ نے صاف حکم فرمایا ہو کہ جو لوگ اپنی
نفس پر ظلم کر کے آپ کی پاس آویں اور آپ او کی مغفرت چاہیں تو اللہ تعالیٰ تو یہ قبول فرمائیگا
پھر آپ کی طرف رجوع کرنے میں مضائقہ کیا رہا تفسیر ابی سعود مدین ہر و انما قیل واستغفر لہم
الرسول علی طریقۃ الالتفات تفہیم الشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم و تعظیماً لاستغفادہ و تنبیہاً علی ان شفاعتہ فی حین القبول

دوسری دلیل جواز استغفار شریک پار یا اللہ العزیز انوار

تیسری دلیل جواز استغفار شریک پار یا اللہ العزیز انوار

غلط فہمی محمد بن عبد الوہاب نجدی کی

یعنی اللہ تعالیٰ نے و انتقم لهم الرسول بپہل التفات فرمایا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی
 بزرگی اور بزرگی استغفار کی تعظیم مقصود ہو اور اس امر پر آگاہ کیا تھا کہ اپنی شفاعت مقبول ہوگی اس
 دلیل سے جو امور ثانیہ کا ثبوت ہوتا ہے جو توحی دلیل حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ لا یمید کون
 الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عهداً اعمد کہتے ہیں لا اله الا الله محمد رسول کو توبہ مطلب
 ہو کہ سوا ہی مومنین کی کوئی شفاعت کا مالک نہ ہوگا پھر شفاعت کا مومن سے طلب کرنا اسطوریہ
 سے جائز ہوگا جیسے کسی مالدار سے مال کا تفسیر کسیرین ہو المراد لا یمید غیر ہم ان یشفعوا لہم
 دلالت لایۃ علی حصول الشفاعة لاهل الکبائر انتہی مختصر یعنی مطلب یہ ہے کہ سوا
 مومنین کی کوئی شخص اس کی شفاعت نہیں کر سکتا اس آیت سے یہ بات بھی سمجھی گئی کہ ہر کبار کے
 لیے شفاعت ہوگی اس دلیل سے صورت ثانیہ کا جو ثابت ہوتا ہے یا پنجون دلیل حق تعالیٰ
 جل شانہ فرماتا ہے والنار عات غرقاً والنار عات غرقاً والنار عات غرقاً والنار عات غرقاً
 فالسایقات سبقت المذنبات اہمرا یعنی قسم ہر ارواح مفارقت کی جو نکلتی ہے اور ان سے
 بدست اور پہلے ہی ہر عالم ملکوت میں اور میر کرتی ہے اور ہمیں پس پونچ جاتی ہے خطائر قدس تک پھر اپنی
 شرف و قوت سے تبریر کرتی ہے علم کی تفسیر بیضاوی میں ہے او صفات النفوس الفاضلة حال
 للمفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً ای نہ عا شدید افتتنشط الی عالم الملكوت
 وتسمیہ فیہ فتسبق الی خطائر القدس فتصیر بشرفها وفقوتها من
 المدبرات جب ارواح مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہو کہ وہ نکو تبریر عالم میں خل دیا گیا تو انہو
 توسل جائز ہوگا عبد الرحمن بن حسن نے رد الملحدین میں لکھا ہے وما دقت علی قول احد حکم
 هذا الذي ذكره هذا عن البيضاوي سوى البيضاوي مع انه قدم سواه
 واخر بل قدم عليه القول بان هذه صفات لنجوم وذكر وجهه فان كان
 قول البيضاوي حجة فقد قدم على هذا انها صفات لنجوم وعلى
 هذا المعترض واحتجاه بعبارة البيضاوي يطلب من النجوم
 ويستمد منه ويقال بانها تنصرف لان البيضاوي ذكر انها من المدبرات
 امرا ومن كان منه حجاز الاستمداد منه والمقدمتان كاذبتان

جو توحی دلیل حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے والنار عات غرقاً والنار عات غرقاً والنار عات غرقاً والنار عات غرقاً
 فالسایقات سبقت المذنبات اہمرا یعنی قسم ہر ارواح مفارقت کی جو نکلتی ہے اور ان سے بدست اور پہلے ہی ہر عالم ملکوت میں اور میر کرتی ہے اور ہمیں پس پونچ جاتی ہے خطائر قدس تک پھر اپنی شرف و قوت سے تبریر کرتی ہے علم کی تفسیر بیضاوی میں ہے او صفات النفوس الفاضلة حال للمفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً ای نہ عا شدید افتتنشط الی عالم الملكوت وتسمیہ فیہ فتسبق الی خطائر القدس فتصیر بشرفها وفقوتها من المدبرات جب ارواح مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہو کہ وہ نکو تبریر عالم میں خل دیا گیا تو انہو توسل جائز ہوگا عبد الرحمن بن حسن نے رد الملحدین میں لکھا ہے وما دقت علی قول احد حکم هذا الذي ذكره هذا عن البيضاوي سوى البيضاوي مع انه قدم سواه واخر بل قدم عليه القول بان هذه صفات لنجوم وذكر وجهه فان كان قول البيضاوي حجة فقد قدم على هذا انها صفات لنجوم وعلى هذا المعترض واحتجاه بعبارة البيضاوي يطلب من النجوم ويستمد منه ويقال بانها تنصرف لان البيضاوي ذكر انها من المدبرات امرا ومن كان منه حجاز الاستمداد منه والمقدمتان كاذبتان

بل يرجع حیدر علی عبادۃ النجوم وما كانت علیہ الصابئة فی زمن
ابراہیم الخلیل علیہ السلام وکذا قال فی تفسیرہ اوصفات
انفس الغزاة اوصفات خیالہم وعلیٰ هذا یطلب منہم من خیالہم یستدلانہا من اللہ بامثالہا
محصل شیبہ کا یہ ہو کہ ہماری نظر میں سوامی بیضاوی کی کہنے اس قول کی حکایت نہیں کی
سوامی اسکے بیضاوی نے اس آیت کے کئے مضی بیان کیے ہیں جو اس قول کی آکے نتیجہ
تفسیر بیضاوی میں لکھی گئی ہیں بیضاوی نے اس قول کے قبل لکھا ہو کہ یہ نجوم کی صفات ہیں
تو چاہیے کہ نجوم سے استمداد کیا جائے اور یہ بات کہی جائے کہ نجوم صرف کرتے ہیں اسلیے کہ بیضاوی
نے لکھا ہو کہ نجوم بدرات سے ہیں حالانکہ یہ دونوں امور غلط ہیں ایسی صورت میں نجوم کے پرستش
لازم آتی ہو جیسی صاحبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ستاروں کو پوجتے تھے اسی طور سے
بیضاوی نے اس قول کے بعد اسی صفات غرات یا انکی گھوڑوں کی صفات ٹھہرایا جو اس سے
لازم آتا ہو کہ غرات یا انکی گھوڑوں سے استمداد کیا جائے ہم کہتے ہیں کہ صاحب ردالمحتدرین اس
قسم کا شخص نہیں جسکے نظر تفسیر پر پڑی ہو اس شخص میں اتنا مادہ بھی نہ تھا کہ تفسیر بیضاوی کے
عبارت کا مطلب سمجھتا اگر اس شخص میں تھوڑی سی لیاقت بھی ہوتی تو وہ ہی سمجھ بھی کسی کو جو
مشک نہ پکارا وٹھپا چنانچہ صاحب ردالمحتدرین نے اس عبارت منقولہ کے بعد کیا کچہ یادہ گوئی
نہیں کی جو اس مقدمے میں صاحب تفسیر بیضاوی منفرد نہیں ہو اور نہ عبارت تفسیر بیضاوی سے
کوئی امر خلاف مقصود لازم آتا ہو تفسیر کہہ میں ہے شران الاسرار و اح البشریۃ الخالیۃ
عن العلائق الجسمانیۃ المشتاقۃ الی الاتصال بالعالو العلوی بعد خروجہا من
ظلمۃ الاجساد تذهب الی عالم الملكۃ و منازل القدس علی اسرار الوجوہ
فی سروسر یحان فعبر عن ذہابہا علی ہذہ الحالۃ بالسیاحۃ نحو لاشک
ان مراتب الاسرار و اح فی النفرة عن الدنیا و محبة الاتصال بالعالو
العلوی مختلفۃ و کما كانت اتہ فی ہذہ الاحوال کان سیرہا الی ہناک
اسبق و کما كانت اضعف کان سیرہا الی ہناک اقل و لاشک ان الاسرار و اح
السابقۃ الی ہذہ الاحوال اشرف فلا جرم وقع القسم بہا شعرا

هذه الاسرار الشريفة العالية لا يبعد ان يكون فيها ما يكون لقوتها
 وشرفها يظهر هنا آثار في احوال هذا العالم فهي المدبرات امر اليسان الانسان
 قد يرى استاذة في المنام وبيئته عن مشكله فيرشد الى اليسان الابن قد يرى اباة
 في المنام فيهديه الى كنز مدفون اليسان ان جالينوس قال كنت مريضاً فحجرت
 عن علاج نفسي فرأيت في المنام واحداً ارشدني الى كيفية العلاج
 اليسان ان الغزالي قال ان الاسرار الشريفة اذا فارت ابدانها شو
 انفق انسان مشابه الانسان الاول في الروح والبدن فانه لا يبعد
 ان يحصل للنفس المفارقة تعلق بهذا البدن حتى نصير كالمعاونة
 للنفس المتعلقة بذلك البدن على اعمال الخير فتسمى تلك المعاونة
 الهاماً ونظيره في جانب النفوس الشريفة وسوسة وهذه المعاني
 وان لو تكن منقولة عن المفسرين الا ان اللفظ محتمل لها جداً
 اس عبارت كايه مطلب هر كج بزرگان دين كى ارواح طيبه جسام سى علمه هو حاقى بين تو عالم
 ملائكه كى طرف و دوتى هر جى سياحت كتمه بين ان ارواح كى مراتب كسبين مختلف هوتى بين بعض
 ارواح كو ارباب دنيا سى نفرت هوتى هر او عالم علومى سى ملنى كاشوق انتها درجى كا هوتا هر بعض
 ارواح مين يه دو نون امور كم هوتى بين بعض مين متوسط اتحاصل جس روح مين يه دو نون حالتين
 كمال درجى كو هوتى بين او كى سى منازل قدس مين سب سى طبرجى هوتى هر چنگى حالت كم هوتى هر او كى سى
 بهى كم هوتى هر چنگى حالت متوسط هوتى هر ده سى بين بهى متوسط هوتى بين چنگى سى سب سى طبرجى هوتى هر
 وه سب سى اشرف بين اسيله اليسان ارواح كى قسم كهائى گمى آن ارواح شريفه كو بسبب اپنى قوت
 و شرافت كى عالم دنيا كى احوال مين ايك خاص قسم كا تعلق هر اسى وجه سى وه مدبرات سى
 سمجھ حاقى بين چنانچه يه امر وجدانيات سى هر شكار و كجى اپنے استاذ كو خواب مين ديكيتا هر او اشكلات
 كا سوال كرتا هر او استاذ سى جواب شافى پاتا هر بيٹا كجى اپنى باب كو خواب مين ديكيتا هر او اپنى حياج
 ظاهر كرتا هر باب اوسى خزانہ بتا ديتا هر جب بيٹا حسب نشاندهى كى زمين كھو دتا هر تو خزانہ پاتا هر جائنوا
 نے كى كى مين مريض تھا اپنى علاج سى كچھ فائدہ ہوا تو خواب مين كيا ديكيتا ہوں كى كى شخص نے علاج

کی کیفیت بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی امام غزالی فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ جب ابدان سے علو
ہوتی ہیں اور مائل اپنی کوئی ایسی روح پاتے ہیں جسکا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مائل الہی
بدن کے ہر جسکے ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اس بدن ہی خاص
تعلق پیدا ہو جائی جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی روح کو اعمال خیرین مدد دی اسی معاشرت کو الہام
کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ارواح خبیثہ جب اپنی اجسام سے علیحدہ ہوتی ہیں تو انکا تعلق ایسی ارواح سے
ہو سکتا ہے جو طیبہ میں اسکی مشابہت اور تعلق ایسی بدن ہی ہو جو شاربوس بنکی ہے جس میں خبیث روح ہر توبہ
خبیث روح اعمال خبیثہ میں اس روح کو خوب مدد دی سکتے ہیں یہ امور اگرچہ تفسیر سے منقول نہیں
ہیں مگر لفظ سی نکلتے ہیں دیکھو اس عبارت کا مآل وہی ہے جو تفسیر بیضاوی کا ہر فرقہ اثنائیکہ امام
فخر الدین رازی نے نہایت مفصل لکھا ہے لفظ بھی پیش کیے ہیں قاضی بیضاوی نے اوہی مضمون کو مختصر
عبارت میں ادا کیا ہے تفسیر غزالی سورہ اذا السماء انشقت کی تفسیر میں ہے و بعضہ از خواص اولیاء اللہ
کہ انہما جاح تکمیل و ارشاد ہنی نوع خود گردانیدہ اند درین حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق
آنها بحت کمال وسعت مدارک آنها مانع توجہ باین سمت نمی گردد و اولیایان تحصیل کمال
باطنی از آنها می نمایند و از باب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنها می طلبند و می یابند
و زبان حال آنها در آنوقت ہم مترنم باین مقالات است مصرع من ایم سبحان گر تو آئی بتی
تفسیر بیضاوی کی عبارت سی مطابقت یا التزام یا نہیں پایا جاتا کہ نجوم سے استدلال جائز ہو بلکہ
تدبیر کی نسبت وہ صاف صاف لکھتا ہے فیدبر امر انیط بھا کا اختلاف الفصول
و تقدیر الامر منہ و ظہور موافقت العبادات اگر نجوم سے اختلاف فصول معلوم ہوا
یا زمانے کا ٹھہرا ہوا عبادات کی اوقات ظاہر ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نجوم قابل
استدلال ہو گئے مارون گھٹنا چھوٹے آنکہ نجوم کی تفسیر کچھ قاضی بیضاوی کی اوچ نہیں ہے
تمام تفاسیر اس سے بالا مال ہیں تفسیر معالم التنزیل تفسیر شیخ محی الدین عربی تفسیر کفر
غزالی سب میں یہ تقریر موجود ہے تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال الحسن وقتادة وابن کيسان
ھی النجوم معلوم نہیں صاحب رد المحتار کسی کسی جاہل مشرک بنائیکا حضرت حسن بصری کی
عظمت شان کا کون شخص انکار کر سکتا ہے علیٰ ہذا القیاس تفسیر بیضاوی میں صفات النفس غزاة

کی توجہ میں لکھا ہے فیسبق الی حرب العدو فیدبرون امرها اور صفات میل کی توجہ میں ہو
 فتسبق الی العدو فتدبر امر الظفر جب تفصیل تدبیر کی خاص تفسیر رضاعی میں موجود ہو تو پھر
 اسے استمداد کا کیا علاقہ رہا جان جسکو تدبیر نفوس میں دخل ہو اسی مظهر عن الہی سمجھ کر استمداد جائز ہو
 نہ کہ جہان تدبیر کا نام آجائی وہاں استمداد جائز ہو شیخ محی الدین ابی عبد اللہ محمد بن علی العزوف باین
 عربی الحاکمی الطائی فتوحات کبیر میں لکھتے ہیں ان الله اذا افض الارواح من هذه الاجساد الطبيعية
 حيث كانت او العنصرية او دحها صورا جسدیة فی مجموع هذا القرن النفوس فجميع
 ما یدلک الانسان بعد الموت فی البرزخ من الامور انھا یدلک بعین الصوۃ التي
 هو فیھا فی القرن وبنوعھا وھو ادراک حقیقی من الصوۃ ھذا لک ما ھی مقیدۃ
 عن النصرف ومنھا ما ھی مطلقة کادوار الانبیاء کلھم وارواح الشہداء ومنھا
 ما یکون لھا نظر الی علم الدنیا فی ھذا الدار ومنھا ما یتجلی للناس فی حضرة الخیال التي ھو فیہ
 وھو الذی تصدق رؤیاء ابد او کل رؤیا صادقة لا تخطئ فاذا الخطأ الذی رؤیا فالرؤیاء
 ما اخطأت ولكن العاید الذی یعبث ھاھنا المخطی حیث لو یعرف بالمراد
 بتلك الصوۃ یعنی خداوند کریم جب ارواح کو انکی اجسام سے قبض کرتا ہو عالم برزخ
 میں انکی یہ صورتیں عنایت فرماتا ہو کہ وہ ان صورتوں میں رہتی ہیں پھر مرنے کے بعد جو آدمی
 عالم برزخ میں صور کو دیکھتا ہو وہ ادراک حقیقی ہو عالم برزخ میں بعض صورتیں ہوتی ہیں انہیں
 کسی طرح تصرف کا اختیار نہیں ہوتا بعض اپنے طور پر ہوتی ہیں اور انہیں تصرف کا اچھی طرح
 اختیار ہوتا ہو تمام انبیاء الہی ارواح طیبہ اور شہداء کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں بعض
 ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہو بعض ارواح خواب میں نظر آتی ہیں اس قسم کا خواب
 ہمیشہ سچا ہوتا ہو روئے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی البتہ تعبیر کرنے والے جب مطلب
 خواب کا نہیں سمجھتے کہ کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معبر کی طرف منسوب ہوگی اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائیگا
 یہ تقریر نہایت مفصل ہو اس سے صاف صاف ظاہر ہو کہ ارواح انبیاء و شہداء عالم میں تصرف کرتی ہیں اور بعض
 ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہو پھر حسب طرح عالم حیات میں اسے استمداد دینی عنہ یہ تھا بعد
 ممات کی بھی ناجائز نہ ہوگا بلکہ اس حالت میں بدرجہ اولیٰ درست سمجھا جائیگا حضرت امام ربانی مجدد

العن ثانی قدس سره جلد ثانی کی مکتوب ۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں ہر گاہ جنیان را بتقدیر اند
 سبحانہ این قدرت بود کہ مشکل باشکال گشتہ اعمال غیر بہ وقوع آرند ارواح کمل را اگر این قدرت
 عطا فرما پند چہ محل تعجب ست و چہ احتیاج ببدن دیگرانیں قبیل ست انچہ از بعضی اولیا نقل
 می کنند کہ در یک آن در مکث متعددہ ماضی می گردند و افعال متباینہ بہ وقوع می آرند انچہ از بعضی
 ایشان سنجہ را جسا و مختلفہ اند و مشکل باشکال متباینہ علیہ شیخ حسین کی فی کشتہ الارباب میں
 لکھا ہے وقد تقرر فی الکتاب المعتبرة ان نفوس الاولیاء بعد مفارقة الابدان
 منزہة عن الحیز والمکان ویستوی عندہا ما فوق السماء وما فی قعر
 البحار وما تحت الثری بل تشترک فی هذا التجرد جمیع النفوس من نفوس
 عامة المسلمین والیہود والنصارى والجوس لولا ان عرض لنفوس
 الکفار والعصاة والمشرکین نحو من الاختباس کما
 یحتبس فی الاجساد قبل الموت ولا یعلم کیفیت
 الا خالق الناس واما نفوس الانبیاء والصلحاء فانہا مسرحة
 مطلعة بتمکین الله وتقديره علی بعض ما یجری فی الارض والسماء اذ ید
 من الاحیاء فانہوا یرتاحلوا من مضیق عالم الشهادة الی سعة عالم الغیب وهو
 اوسع الف الف مرة من هذا العالم واعجب من غیر ریب ولا یلزم من ثبوت
 هذا العالم لهم استواءهم فی العلم برب العباد وادعاءؤہم لنوم ذلک
 غایة الشقاق و نہایة العناد فان الله سبحانه یعلم من الانزل
 مکاتیل البحار وعدد اوراق الاشجار وحركات النبات وقطرات الامطار
 وهو اجس النفوس وخائنة الاعین وما تخفی الصدور واحاط
 علمہ بما هو فی کتم العدم وکائن الی یوم النشور ولا تدعی حصول
 هذا العلم المحیط بکل شیء للاولیاء وحصول علم الجزئی
 کالعلم بالتداء وبعض حوادث الکوّن الذی ہو بتمکینہ
 لا یوجب الاستواء ولو کان حصول هذا العلم الجزئی

البشر موجب الاستواء في العلم مع خالق القوي
والقدرا استوينا معه سبحانه في العلم والسمع والبصر
یعنی کتبہ معتبرہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اولیاء اللہ کے نفوس متبرکہ جب ابدان سے علیحدہ
ہو جاتی ہیں تو حیز و مکان سے اونکو تعلق نہیں رہتا آسمان کا فوق دریا کی تہ زمین کی تحت
اونکی نزدیک برابر ہوتی ہیں بلکہ اس شجر و مین نفوس عامۃ مسلمین و یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ
سب بڑا بہین فرق آٹیا ہے کہ کفار و عصاة مشرکین کی نفوس کو ایک قسم کی قید ہوتی ہے جیسے قبل
موت کی اپنی اجسام میں مقید تھی اسکی کیفیت سو اسی اللہ کے کوئی نہیں جانتا نفوس انبیاء و صلحا
کو کسی قسم کی قید نہیں بلکہ وہ بطور غیو و مطلق العنان رہتی ہیں زمین و آسمان میں جو کچھ وقائع
گذرتے ہیں اونکو بعض وقائع پر نسبت احیاء کی زیادہ تر اطلاع ہوتی ہے اسلیئے کہ وہ عالم شہاد
کی تنگنای سے نکلا کر عالم الغیب کی فراخ میدان میں جا نکلی ہیں عالم الغیب کے فراخی و وسعت
لاکھوں درجہ اس عالم سے بڑھی ہے اور اس عالم سی لاکھوں درجہ بہتر ہے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ
صورت میں اولیاء اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کی علم کے ساتھ مساوی ہو گیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
ازل سے دریائوں کی پیمانی اور درختوں کے پتے اور گھانسی کی حرکات اور بارش کی قطرات اور
نفوس کی وسواس اور انگھون کی خیانت اور دونوں کی حال سی واقف ہو اور حدود و مات کو بھی جانتا
اور جہیز قیامت تک پیدا ہوگی اوسکا علم رکھتا ہے اس قسم کا علم محیط کسی ولی کو نہیں نہ ہم اسکا
دعویٰ کرتی ہیں اگر کسی جزئی کا علم اونکو ہو تو اس سے مساوات لازم نہیں آتی مثلاً اگر اونکو
بعض حوادث یومیہ کا علم ہو تو اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اونکا علم ویسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا
ہو نہیں تو یہ لازم آتا ہے کہ اللہ کا علم بشر کی علم سے مساوی ہو جائی آخر بشر میں فی الجملہ علم سمع بصر
موجود ہو تو ذوالہد نہایت قیاس شیطانی ہے ہماری محققات سی ہے کہ صفات اللہ تعالیٰ کے
پہلی درجے کی کامل اور صفات انسانی حد سے زیادہ ناقص ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کتاب
حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں فاذا مات انقطعت العلاقات و رجع الی
مذاجہ فیلحق بالملائکة و صار منہود الہو کالہامہ و یسیر
فیہا یسعون و ربما اشتغل ہولاء باعلاء کلمۃ اللہ و نصر حزب اللہ و

لہذا کان لہو لہو قہ حیر باین اذ مروا بما اشتاق بعضہم الی صلی جسدنیۃ
 اشتہاء اشد رید اننا شیا من اصل جبلینہ فخرج ذلک بابا من المثل و اختلطت
 بہ فقتلہ منہ بالنسبۃ الہویۃ و صار کل جسد النوائی و ما اشتاق بعضہم الی
 مطعہ و فحوقا لہ فیما اشنہم قضاۃ لشواق فی بعضی بعد موت کی آدمی کی علاقہ ٹوٹ جاتی ہیں اور
 رجوع کرتا ہی اپنی مزاج کی طرف اور مل جاتا ہی فرشتوں ہی اور ہو جاتا ہی انہیں میں ہی اور اس کے واسطے ہوتا ہی
 جیسے فرشتوں پر اور جس کام میں فرشتے سعی کرتے ہیں آپ سعی کرتا ہی اور کبھی مشغول ہوتی ہیں یہ
 لوگ اس کا کلمہ بلند کرنی اور اللہ کی گروہ کی مدد کرنی میں اور کبھی خبر پونہ چاقتی ہیں آدمیوں کو اور
 کبھی کوئی بہت چاہتا ہی صورت جسمیہ پکڑنے کو بلحاظ اصل خلقت کی جس سے اس کا تمثال ہوتا ہی
 اور ملتی ہی ایک قوت اس سے روح ہوائی میں اور جسم نورانی ہو جاتا ہی اور کوئی مشتاق ہوتا ہی
 کھانیکا سوا و سکویا جاتا ہی آب فرماۓ ان اموات میں اور زندہ میں کیا فرق رہا اگر ہی تو
 چولی دامن کا یہ حالت کچھ ارواح طیبہ میں مختصر میں ہی بلکہ ارواح خبیثہ کا بھی یہی حال ہی مگر ہر
 امور میں بالکس یہ ارواح خبیثہ شیاطین کی قریب قریب ہوتی ہیں ان کی مزاج فاسد ہوتی ہیں
 راسی ان کے حق کی خلاف ہوتی ہی اخلاق ان کی ردی ہوتے ہیں شکل بد ہوتی ہی ان کی خیالات
 فاسد ہوتی ہیں شیاطین کو ان سے وسوسہ ہوتا ہی ان کو لعن گمیرے ہتی ہی یہ لوگ زمرہ شیاطین
 سے شمار کیے جاتے ہیں ان کا کپڑا سیاہ ہوتا ہی اس سے بڑھ کر یہ ہی کہ شاہ صاحب الطاف القدوس
 تحریر فرماتے ہیں چون رفتہ رفتہ سخن بچھالت غامضہ افتاد از اسخالت نیز رمزی باید گفت
 چون آب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ کشت کمال عارف از حجب بالاتر میرود و نفس کلیہ
 بجای جسد عارف می شود ذات سجت بجای روح او ہمہ عالم را تبعاً لعلم حضوری در خود بیند
 اس سے بڑھ کر کیا ہو گا یہ ایسا امر ہو جسے لسان شرع کمال کر بیان نہیں کرتے حضرت شاہ صاحب
 کا حوصلہ تھا کہ آخر نہ ہر کے اور کیفیت و واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا جب ذات سجت بجای
 روح کی ہوئی تو کوئی شئی اس پر مخفی نہیں رہ سکتی اس دلیل سے تیسری صورت کا جواز ثابت ہوتا
 چھٹی دلیل جذب القلوب میں ہر در روایت انس بن مالک آمدہ کہ فاطمہ بنت اسد فوت کرد
 آن حضرت بروی در آمد بر سر وی نشست فرمود باقی بعد اقی و ثنائی بسیار بروی کرد و پیراں

چھٹی دلیل جواز اسقاط نظر ہو سکتا روایت انس بن مالک

خود را کفن وی ساخت یعنی ازین اسماء بن زید و ابوالیوب انصاری و عمر بن خطاب را رضی اللہ عنہم فرمود تا قبر برای او کنند و مسجد ویرا بدست شریفین خود حفر کرد و بدست مبارک خود خاکسار برآورد بعد از فراغ در مسجد درآمد و نجفت و فرمود اللہ الذی یحبی و یحبیت و هو حی لا یموت اغفر لاهمی فاطمة بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک و الا نبیاء قبلی فانک اسرارہم الراحمین و چار تکبیر خواند و در مسجد آورد و عباس و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نیز با وی بودند اس حدیث کو غورست و یکینا چاہیے کہ کہ آپ فی انبیاء سے توسل کیا جب باوصف اس عظمت و جلال کے آپ نے توسل کیا ہو تو جو توسل میں کچھ تامل کا مقام نہ رہا جذب القلوب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں درین حدیث دلیل ست بر توسل دربر دو حالت نسبت بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو حالت حیات و نسبت بانبیاء علیہم السلام بعد از وفات و چون توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہم و علیہم اجمعین بعد از وفات جائز باشد پس انبیاء علیہ فضل الصلوٰۃ و کملہا بطریق اولی جائز باشد بلکہ اگر مابین حدیث توسل با ولیا می خدا نیز بعد از وفات ایشان قیاس کنند و درست مگر آنکہ دلیل بر تخصیص حضرت رسول صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود و این الدلیل اس دلیل سے صورت اولی کا جواب ثابت ہوتا ہو ساتوین دلیل جامع ترندی میں ہر عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضربنا ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شکت دعوت وان شکت صبرت فهو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ فیمسح بوضوءہ ویدعو بهذا الدعاء اللہ انی اسئلك و اتوجه الیک بنبیک محمد بنی الرحمة یا محمد انی توجہت بہک الی ساری فی حاجتی لتقضی لے اللہ و شفعه فی یعنی ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیری بینائی کے لیے دعا کیجیے آپ نے فرمایا اگر تم کو منظور ہو تو دعا کروں اور اگر چاہو صبر کرو پس یہ بہتر ہو تمہارے لیے اوسنے کہا نہیں دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا پڑھو اللہم انی اسئلك لے چنانچہ اوس اندھے نے آنحضرت کی غیبت میں ایسا ہی پڑھا اور بینا ہو گیا

ساتوین دلیل جامع ترندی میں ہر عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضربنا ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شکت دعوت وان شکت صبرت فهو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ فیمسح بوضوءہ ویدعو بهذا الدعاء اللہ انی اسئلك و اتوجه الیک بنبیک محمد بنی الرحمة یا محمد انی توجہت بہک الی ساری فی حاجتی لتقضی لے اللہ و شفعه فی یعنی ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیری بینائی کے لیے دعا کیجیے آپ نے فرمایا اگر تم کو منظور ہو تو دعا کروں اور اگر چاہو صبر کرو پس یہ بہتر ہو تمہارے لیے اوسنے کہا نہیں دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا پڑھو اللہم انی اسئلك لے چنانچہ اوس اندھے نے آنحضرت کی غیبت میں ایسا ہی پڑھا اور بینا ہو گیا

پہلے فی مبنائی کی کیفیت راوی سے نقل کی ہو اس حدیث کو نسائی، ترمذی، وہب، ماجلی بھی روایت کیا ہے اور حاکم
 نے بخاری و مسلم کی شرط پر کہا ہے اور حافظ ذہبی نے اس کا اقرار کیا ہے اور ابن تیمیہ نے اپنی فتاویٰ میں لکھا
 ہے اور کچھ محدثین نے کیا حافظ جزیری نے حصص حصین میں اسی لکھا ہے اور حافظ سیوطی فی جامع صغیر میں ہے
 محدثین کی تصحیح اس حدیث کی صحیح ہونے کو پس ہے اس دعا میں لفظ یا محمد کی طرف التفات و تضرع
 تاکہ آپ اپنی روح پر فتوح سی الد کی طرف توجہ فرمائیں اور سائل کو غیر خدا سے غنی کر دیں توجہ
 بک میں باری استعانت ہو تیقضی صیغہ مجہول و معروف دونوں ہو سکتا ہے اگر مجہول لکھا جائے
 تو یہ مطلب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت روائی آپ کے سبب کرے اس سے صورت ثانی کا
 جواز ثابت ہوتا ہے اگر معروف لکھا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ آپ میری حاجت روائی کیجئے یعنی میری
 حاجت حاصل ہونے کے سبب ہو جیے یہ اسناد مجازی ہے اس سے صورت ثالث کا جواز ثابت
 ہوتا ہے اس تعلیم میں نکتہ یہ ہے کہ آپ نے اس دعا کی تعلیم صرف اسی واسطے فرمائے تاکہ لوگ آپ کا
 مرتبہ سمجھیں اور آپ کی توسل کا طریقہ ان کو معلوم ہو اور یہ طریقہ الی یوم القیامت باعث انجلاہ مراد
 ہر حاجت مند ہو و ضو کرنا دعا کے لیے یہی اس توسل کی عظمت پر صریح دلالت کرتا ہے نہیں تو
 قرآن محدث کو پڑھنا جائز ہے ہر وضو کی احتیاج کیا تھی اگر اس نکتہ کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو فی نفسہ
 اس کی تعلیم کی احتیاج کیا تھی ممکن تھا کہ آپ خود دعا فرمائے جس سے اندھا بینا ہو جاتا بلاغ
 المبین فی احکام رب العالمین و اتباع خاتم النبیین میں ہو دین حدیث و طریق صحیح ست
 کی اسلم از وقوع شرک دوم سالم از ان اسلم آتست کہ مخصوص بزبان حیات آن سرور بود ممکن
 کہ آن ضعیف البصر قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در مسجد نبوی دو رکعت نماز گزار دود دعا
 خود بعد از نماز باسم مبارک و یا نبی اللہ ذکر دتا آنحضرت را بر و ترجم آمد و دعا کرد چنانچہ کلمہ اللہم
 فشفعہ صاف دلالت برین معنی می دارد و ازین جاست کہ بعضی ابن خرق عادت را در مجربات
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمرده اند و نیز مؤید این معنی است آنکہ علی احدی از اصحاب کہا در
 حلقے از حاجات بدین دعا منقول نہ شدہ است و بسا حدیث ست کہ چون صحابہ بر آن عمل نہ کرند
 حکم آن جاری نہ اند و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن دعا را علی العموم ارشاد نہ کردہ و نہ گفتہ
 ہر کرا حاجت و مصیبتہ پیش آید این ندا کنند اگر در عبارت ابن حدیث از اول تا آخرہ ملاحظہ کردہ شود

پنج محذور لازم نیاید گویا سائل محض از برای شفاعت است پس این عرض کرده آنحضرت را که در
 آنحال زنده بودند نزد او حاضر مردی خطاب کرد و گفت ای پیغمبر خدا متوجه میگردانم ترا بسوی
 پروردگار خود در قضای این حاجت خاص من تا که روا کندش پس هرگاه که آنحضرت صلی الله
 علیه و آله وسلم متوجه بشفاعت شدند سائل بجناب الهی عرض کرد بار خدا یا شفاعت او قبول کن
 در حق من مثال این قصه آنست که غریبی را از طرف بادشاه گزندے رسیده است پیش وزیر التجا آورد
 و گفت چیزی تدبیر بمن تعلیم کن که بادشاه این گزند را از من بردارد وزیر گفت من مزاج دان او
 هستم میدانم که عجز و انکساری را دوست می دارد تا وقتی که تو خود عاجزی نخواهی کرد و التجا بجناب
 او نخواهی برد سفارش من در حق تو اثری نخواهد کرد خبردار هرگاه که در حضوری او بدگیری التفات
 ننمائی مگر همین محبتی که با من داری بروی ظاهر سازی و گویی که ای بادشاه تو بروی خود مهربان
 هستی و من یا را دوستم باین وسیله در حضور تو رسیده ام و آن وزیر هم بحضور تو در حق من سفارش
 میکند اینکه موجود است انگاه بمن گویی که ای وزیر بادشاه من از روی عجز و انکساری وسیله تو
 می آرم بسوی بادشاه خود در انجام مطلب خود که بر تو معلوم است بامید آنکه بادشاه حاجت
 من روا گرداند انگاه در حق تو شفاعت خواهم نمود لیکن تو هم غافل نهاشی و زود گوئی
 ای بادشاه سفارش وزیر خود را در حق من قبول فرما که بی اقبال تو کشت و کار ناممکن است پس
 اینمخفی بعینه همان مفهوم است که از فعل عمر رضی الله عنه در استسقا که توسل بحضرت عباس رضی
 الله عنه عم نبی صلی الله علیه و سلم کرده بود بخوبی روشن میگردد یعنی عمر رضی الله عنه در حالت
 باران حضرت عباس را پیش کرده بجناب الهی عرض کردند که بار خدا یا اول درامساک باران
 توسل بپیغمبر تومی کردیم و احوال عم پیغمبر ترا وسیله گردانیدیم یعنی دعا و فرستادن باران قبول فرما
 که همه حجهان اهل بیت پیغمبر تو ایم از اینجا ثابت می شود که زندگان را بدین طریق که مذکور شد وسیله
 ساختن در قبول دعا خود یا که غیر از شرکت بنده مسلمان در دعا چیزی دیگر نیست مباح است
 بلکه مسنون صحابۀ کرام و اگر گوئیم که سنت پیغمبر است نیز رواست زیرا که آنحضرت صلعم ضرر البصر
 مذکور را این طریق توسل تعلیم فرموده بود و طریق سالم از وقوع در شرک حلی آنست که اشاره آنحضرت
 این کلام محض بذات پاک آن سرور صلی الله علیه و آله وسلم دانسته آید و ظاهر است که در حالت

غیبت آنحضرت صلی الله علیه وسلم مجاز است و اطلاق مجاز را علقه مجازی ضرور و آن علقه این
 است که ذات پیغمبر صلی الله علیه وسلم با وصفت نبوت که داخل هر مومن است و مندرج
 در ایمان گوید داخل قلب هر مسلمان است پس سائل بجناب الهی بایراد این ندانم هر
 می سازد که وسیله قوی است و عاقلان ایمان من است پیغمبر تو ازین جاست که آنسوی
 صلی الله علیه و آله وسلم بعد از لفظ یا محمد کلمه یا نبی الکرم تعلیم فرمودند لطافت این معنی
 و حقیقت این مجاز را اهل مذاق شعربوب میدانند حافظ شمس الدین شیرازی رحمه الله
 علیه بفرماید اسی نسیم حس آرام گیر که یار کجاست حاصل آنکه بیشتر اوقات آدمی
 در حضور ایزد تعالی بر اے حصول مرادات اضطرر بهای تخیلی میکنند و آن اضطراری
 مادام که سنجش شرک نیست موجب مزید قبول میگردد لیکن چون این تخیل عوام را کشان
 کشان در ورطه شرک می اندازد آنحضرت صلی الله علیه و آله وسلم علاج آن فرموده ایم
 در جائی دیگر و بهم در حدیث الله و شفیع فی دلیل واضح است بر آنکه این خطاب
 خطاب تخیلی است نه خطاب حقیقی و الاحاجت باین دعائی افتاد که بار خدایا پیغمبر را در حق من
 شفیع گردان بلکه چنان می باشد گفت که اسی پیغمبر در حق من شفاعت کن شخصی ازین مقام بگوید
 گفت ضمیر منصوب غایب و شفیع عائد پیغمبر است اگر خطاب حقیقی دریا محرمی شود شفیع هذا البنی
 میگفت اگر چه درین معنی هم مجاز است اما ایراد ضمیر غائب دلیل است بر آنکه ندانم آن سرور
 محض از برای لحاظ ذهنی است نه آنکه ذات پاک آن سرور صلعم مقصود بالذرا باشد فالطریق
 الاول اسلم و انجی افتد و بهم درین حدیث دو طریق غیر صحیح است یکی اقبح و دوم قبیح اقبح
 آنست که گویند پرستان فهمیده اند و گفته اند بار اول طیبه نمودن و التجا کردن و انجاء مطالب
 خواستن از آنها مسنون و مستحب است وجه اقمیت این طریق لزوم استحلال معصیت است
 و آن قسمی است از کفر معاذ الله من ذلک و قبیح آنکه بعضی مردم گویند ازین حدیث ثابت
 میشود که در مطالب خود بار اول طیبه راندن و ایشان را در انجاء مطالب بجناب الهی شفیع
 ساختن و شفاعت ایشان را در حق خود متیقن القبول پنداشتن درست و مباح است و وجهیت
 این طریق همین است که بی اذن شارع در امور دین از رای خود اباحت امری بر آوردن است و این

معنی اصل قباحت ست ہم کہتے ہیں کہ یہ تقریر بوج و بچہ قضا و حاجت کی لیے بطریقہ عذر فیض
 مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخصوص تھا اس پر بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ عثمان بن حنیف راوی
 اس حدیث نے اسکی تعلیم قضا و حاجت میں بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی جسکا ذکر متفق
 کیا جائیگا تاہر ممکن ہے کہ ضعیف البصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیاب میں نماز پڑھی ہو
 جس سے وہ کامیاب ہوا ہو عموماً محدثین اس حدیث کو باب من لا الی اللہ حاجۃ
 اولی احد من خلقہ میں لکھتے ہیں اگر بلحاظ خرق عادت کی کسی نے معجزات سی شمار کیا ہو
 تو اس سے کسی قسم کا محذور لازم نہیں آتا ایک حدیث بلحاظ مطالب و مقاصد کی دو دو تین
 تین باب میں مذکور ہوتی ہے چونکہ ضرر کی شفاعت و توسل سے بیجا ہو گیا اسلیے معجزات سے
 محسوب ہوا چونکہ یہ دعا قضا و حاجت کی ہے اسوجہ سے باب من لا الی اللہ حاجۃ
 اولی احد من خلقہ میں لکھے گئے باب کا عنوان صاف کہی دیتا ہے کہ محدثین نے
 اسی قضا و حاجت کی لیے تسلیم کیا ہے خود عثمان بن حنیف نے اسکی تعلیم کی صحابہ کبار سے
 عمل کا منقول نہوتا ترک عمل کا مستلزم نہیں ہے اس لیے کہ معمول یہ ہے کہ انجام حاجات کی
 لیے جو کام کیا جاتا ہے اخفا و کتمان سے استعینوا علی السحواً بالکلمات پھر جائز ہے کہ صحابہ کبار
 احتیاج اس عمل کو کرتے ہوں مگر اعلان نفرماتی ہوں اس حدیث کو محدثین باب من لا
 الی اللہ حاجۃ اولی احد من خلقہ میں جو لکھا کرتے ہیں اس سے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ہرگز متروک و غیر معمول نہیں ہے جتنے مانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس دعا کو علی العموم ارشاد فرمایا مگر یہ مستلزم تخصیص کا بھی ہونہیں سکتا صحابہ نے اس سے
 عموم سمجھا آپ کی شفاعت ہی عام ہوگی یہ کیا ضرور ہے کہ اس شفاعت عامہ کو ہم خاص
 اندھی کے لیے مخصوص کریں شفاعت کا حصر کچھ حالت حیات میں نہیں ہے آپ کی شفاعت
 حیات و عالم برزخ و شہرہ و نشر ہر جگہ ہو سکتی ہے اور مثال غریب و بادشاہ کی جو لکھی گئی وہ ہر جا
 میں منطبق ہے مگر یہ صورت بعینہ استسقا والی نہیں ہے استسقا میں توسل کیا گیا ہے یعنی حضرت
 عباس رضی اللہ عنہ فی استسقا کی دعا فرمائی اور یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت چاہا
 استسقا میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف دعا نہیں فرماتے تھے بلکہ شفاعت کرتے تھے

جس شخص نے خطاب کی باب میں توجہ کی اوسنے خاک مطلب نہ سمجھا دھا کو ترکیب میں گد بکریا
یہاں معطوف علیہ مقدم ہر حزمین شرح حصین میں ملا علی قاری لکھتے ہیں ولا ظہر
اللہ عند ائیتہ وما بعدہ جملۃ دعائیتہ والمعطوف علیہ بالفاء مفد سرو
المعنی باللہ اجعلہ شفیعا اولافا قبل شفاعتہ ثانیالیتوبہ المقصود اخر
ندائین اسقدر روشگانی کی ضرورت کیا ہو نہ تو بیگانہ کی تشدد میں نہ کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اقبح قبیح کی دو صورتیں چو لکھی گئیں وہ فی نفسہما اقبح وقبیح ہیں
اقبح ہونیکا منشا یہ کہ کوئی شخص مسلمان ارواح طیبہ کو مستقلا حاجت روا نہیں سمجھتا
انہذا لا افتراء قبیح ہونی کی وجہ یہ کہ ارواح طیبہ کی ندا یا اونہیں اسباب مرام میں شفیع
کرنا تو ناجائز نہیں ہر ایسا سب کرتے ہیں مگر اونکی شفاعت کو عموما متیقن القبول نہیں سمجھتے
البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بالاذن متیقن القبول ہر اور آپ ماذون بھی جگہ
ہیں اس مقام پر یہ خدشہ ہوتا ہو کہ اسمیں خود شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی
ہو اسلیے کہ آپ اوس اندھی سے خود فرمایا کہ انی توجہت الیک پڑھی اس خدشے کے
کئی طرح سے جواب ہیں پہلا جواب یہ اعتراض اوسوقت ہو سکتا تھا جب سواے
اوس اندھی کی کسی نے یہ دعائے پڑھی ہو حالانکہ عثمان بن حنیف نے بعد وفات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی اسکے استعمال کا حکم کیا اور کسی نے اسی مشروط نہ سمجھا دوسرا جواب اگر
ہم اس اعتراض کو تسلیم ہی کر لیں جب بھی یہ بات ثابت ہو کہ توسل الی اللہ لغیرہ جائز ہو
اگر جائز نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تعلیم فرماتے یا اگر اس سے فائدہ نہ ہوتا تو کیوں
سکھاتی غالباً آپکا یہ مقصد یہ ہوگا کہ صاحب حاجت اضطرار کی جگہ توجہ اور استغاثہ کری جس سے
اوسکا کمال مقصود حاصل ہو بعض حضرات نے اسکا نہایت عمدہ جواب دیا ہو جس سے
دل پھڑک اڑتا وہ کہتے ہیں کہ اندھی نے آپکی صورت ذہن میں ٹھہرائی اور اوس صورت شریف
کی ساتھ ایسا خطاب کیا جیسے لوگ دوست یا دشمن کی صورت ٹھہرا کے اوس سے خطاب
کرتے ہیں سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ و بحمدہ اولاندا بصورت ذہنی و خیالی چہ معنی پھر اوس
طلب کا حاصل ثانیاً اگر یہ صورت جائز ہو تو چاہیے کہ اسی طور سے صورت کو ذہن میں نقش

خدا شمس اور بڑے میں جو شفاعت آئی پائی جاتی ہو

پہلا جواب عثمان بن حنیف نے آپکی وفات کی بعد اسکے پڑھنے کا حکم دیا

کر کے ہمیشہ ندا و طلب جائز ہو اس لیے کہ یہ حدیث خاص نہیں بلکہ عام ہے چنانچہ بیہقی و طبرانی عثمان
 ابن حنیف سی روایت کرتے ہیں جسکا ذکر آگے آتا ہے آٹھویں دلیل طبرانی نے معجم کبیر میں
 روایت کی انا کان را جل له حاجۃ عند عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 وکان ینختلف الیہ و عثمان لا یلتفت الیہ فلقی عثمان بن حنیف فشدکی
 الیہ ذلک فقال توفضاً ثرائت المسجد فصل فیہ رکعتین شحر
 قل اللہم انی اسئلك واتوجه الیک بنبیك محمد صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم بنی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک لیقضی حاجتی اللہم
 فشفعه فی ففعل ذلک الرجل کذلک ثرائی باب عثمان بن عفان
 فجاء البواب واخذ بیدہ وادخلہ علی عثمان بن عفان واجلسہ عثمان
 علی بساطہ وسأل منہ الحاجۃ وقضی لہ لِحاجتہ وقال ما کانت لک
 حاجت فا ذکرہا فسر ذلک الرجل وخرج من عندہ ولقی عثمان بن
 حنیف وقال جزاک اللہ خیر العک قلت لعثمان بن عفان فی
 حاجتی فقال واللہ ما کلمتہ الا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم اذ جاءہ رجل ضریر واستمد بہ لبصارتہ بصرہ فقال لہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل ما قلت لک ففعلت منہ ان التوسل بہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجب قضاء الحاجات بینی ایک
 شخص حضرت عثمان کی پاس حاجت مند تھا آپ کی خدمت میں پیشتر جاتا تھا مگر کچھ توجہ نہیں
 فرماتے تھے اس شخص نے عثمان بن حنیف سی اپنی نامرادی کی کیفیت بیان کی عثمان بن حنیف نے
 یہ کہا کہ تم پہلے وضو کرو پھر مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو بعد اسکے اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو
 چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب معمول حضرت عثمان کے دروازے پر آیا دربان نے آتی ہی
 انکا ہاتہ تھاما اور حضرت عثمان کے پاس لے گیا حضرت عثمان نے اپنی فرش پر اونکو بٹھایا اونکو
 حاجت پوچھی اونکا کام کر دیا اور یہ کہا جب تمہیں کوئی حاجت پڑے تو مجھے کہا کرو وہ شخص
 خوش ہوا وہاں سے اور حضرت عثمان بن حنیف کی پاس آیا اور یہ کہا خدا تمہارا بدلہ کرے شاید تمہیں

حضرت عثمان سے ہمارے مقدمے میں کہا تھا انہوں نے کہا میں نے کسی کچھ نہیں کہا ایک اندھی نے آپ سے اپنی بصارت کے لیے استمداد کیا تھا آپ نے اسی طور سے اوسکو ارشاد فرمایا میں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا توسل باعث انجاء مرام ہوتا ہے صواعق الہیہ میں ہو در روایت ثانیہ جملہ من كانت له ضرورة فليتبوضا ويصل دکتین ثوليقفل اور ارج صاحب حصن حصین سنت ضریر البصر بموجب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والا خود راجحنا باری تعالیٰ درو عامشغول ساختہ پس ان استشفاع از آنحضرت در حالت حیات وی صلی اللہ علیہ وسلم نمود و چون آنحضرت برامی او استشفاع فرمود یہاں وقت ضریر البصر گفت اللهم شفعه فی وجوده از استشفاع از ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حالت حیات نزعی نیست محل نزاع استجات از اموات است و روایت طبرانی کہ عموم حکم استعمال این دعا از ان بیان کنند ضعیف است از جہت ضعف روح بن صلاح راوی آن چنانکہ عابد سند ہو گفته و متعدد آن را می عثمان بن حنیف است بقصد تبرک از الفاظ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بدون قصد استشفاء و شفاعت از وی صلی اللہ علیہ وسلم طبری در شرح مشکوٰۃ نوشتہ قولہ انی توجہت بک بعد وفاتہ انتفاعہ فیہ یعنی قولہ تعالیٰ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ سأل اولاً ان یأذن الله نبيه ليشفع له ثم اقبل على النبي ص لمتمسكاً ان يشفع له ثم اتى مقبلاً على الله ان يقبل شفاعته قائلاً لا تشفعه انتهي و شيخ الاسلام احمد بن عبد الحليم و صراط مستقيم نوشتہ فعلوا ان ذلک التوسل الذی ذکرہ و لا هو مما يفعل بالا حياء دون الاموات والميت لا يطلب منه شيء لا دعاء ولا غیرہ کذلک حدیث الاعشى فانہ طلب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعوا لہ و لہ و لہ علیہ بصرہ فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعاء و امرہ فیہ ان یسأل الله قبول شفاعته فہذا یدل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شفیع فیہ و امرہ ان یسأل الله فیقذ ذن شفاعته وان قولہ اسألك واتوجه بنیک بنی الرحمة ای بدعائہ و شفاعتہ کما قال عنہ رخصنا انما توسل اليك بعون نبينا فلفظ التوجه والتوسل في الحديثين

جمعہتی واحد انتھلی و بر تقدیر سلیم صحت روایت خطاب استاد مجازی بدلات
 قرینہ سیاق و سباق کلام ست ہم کہتے ہیں کہ یہ تقریر ستر یا پامخوش ہو سکیے کہ اگر ہم تسلیم کریں
 کہ یہ جملہ حافظ شمس الدین جزری کا بڑھاپا ہوا ہو تو اسکا منشا آخری ہی ہو کہ مورد عام ہر اس
 صورت میں تمامی اہل حاجات اسکو پڑھ سکتے ہیں پھر اسی عالم حیات کی ساتھ خاص کرنا التزم
 بالازوم ہر اسی لیے طبرانی کی روایت میں عموم ہو اگر یہ روایت ضعیف فرض کی جائے تو
 فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہو عثمان بن حنیف جلیل القدر صحابی تھے اصل
 روایت ضریر کی ہی راوی ہیں مورد استغاثہ کو عام سمجھ کی اس شخص کو تعلیم کی تھی جسکی ضرورت
 حضرت عثمان کے پاس تھی چنانچہ یہ عبارت فعلست منه ان التوسل به صلی اللہ
 علیہ وسلم موجب قضاء الحاجات اس پر صریح دلالت کرتی ہو پھر یہ خیال کہ استغاثہ کا
 قصود نہ کیا گیا تھا محض خیال خام ہو طبیعی نے جو معنی بیان کیے ہیں وہ بی شبہ ٹھیک ہیں
 ضریر کی منہ سے یہ دعا ہو یا کسی دوسری حاجت منہ سے معنی حقیقی بنتی ہوے مجاز کے
 ارتکاب کی ضرورت نہیں ابن تیمیہ نے اس دعا کا مطلب مطلق نہ سمجھا اور اپنی ذہن سے ایسی
 معنی تراشے جسکو دعا سے مطلق لگا و نہیں دعا کی معنی ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں جامع الدرر
 شرح حصین میں ہو نبیك ای بسبب نبیك والباء فی نبیك للتعبدیة وفی
 بك لا استعانۃ حرز الثمین شرح حصین میں ملا علی قاری لکھتے ہیں یا محمد القات
 الیہ وتضرع لدیہ لیتوجه روحہ الی اللہ ویغنی السائل عما سواہ وغیر التوسل
 الی غیرہ ولاہ نوین دلیل خلاصۃ الوفا میں ہر راوی البیہقی وابن ابی شیبہ بسند
 صحیح عن مالک الدار وکان خازن عمر قال اصاب الناس قحط فی زمان
 عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ
 استسق لامتك فانہو قد ہلکوا فأتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فی المنام فقال انت عمر فارقہ السلام واخبرہ انہو یستقون وقل لہ
 علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ فبکی عمر قال یا رب ما الی
 الاما انجزت عنہ مالک وارجوا ان عمر رضی اللہ عنہ کی تھی کہتے ہیں کہ عند خلافت حضرت عمر رضی

نوین دلیل واز توکل پر بہ شک اصاب الناس قحط

میں مدینہ منورہ میں قحط پڑا پھر ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی پاس آیا
 اور کہا یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے پانی مانگیے وہ ہلاک ہو جاتی ہے پھر اس شخص نے خوا
 دیکھا کہ عمر کے پاس جاؤ اور سلام کہو اور یہ خبر پوچھاؤ کہ پانی پڑ گیا اور کوہ تم زیر کی کا التزام
 کرو وہ شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور یہ ماجر بیان کیا حضرت عمر زار زار روئے اور کہا
 اے پروردگار ہم قصور نہیں کرتے مگر اس چیز میں کہ ہم اوسین عاجز ہوتے ہیں اس حدیث کو
 بیہقی نے طریق آتش عن ابی صالح عن مالک الدار سے روایت کیا ہوا و حارث بن خثیمہ بھی
 اس کو روایت کیا ہوا ثقافہ استقام میں علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں وہی الاستسقاء
 من هذا الاثر طلبه الاستسقاء من النبي صلى الله عليه وسلم بعد موته في مدة
 البرزخ ولا مانع من ذلك فان دعاء النبي صلى الله عليه وسلم لربه
 تعالى في هذه الحالة غير مستنعم وقد وراحت الاخبار على ما ذكرنا
 ونذكر طرفا منه وعلیه صلی اللہ علیہ وسلم بسوال من
 یسأله وخر ایضا ومع هذين الامرین فلا مانع من ان یسأل النبي صلى الله عليه وسلم
 الاستسقاء كما كان یسأل فی الدنیا اس سے یہ بات سمجھی گئی کہ عالم برزخ میں
 اگر استغاثت سرور عالم سے کی گئی اس میں کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ استغاثت سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے اس حالت میں ممکن نہیں ہو چنانچہ اس مقدمے میں اخبار وارد ہیں کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سوال سائل کو سنتے ہیں پھر جیسے دنیا میں آپ سے سوال کرتے تھے اگر عالم
 برزخ میں سوال ہوا تو کیا مضائقہ ہو صراط المستقیم میں ہو و ما روى ان رجلا جاء اليه
 النبي صلى الله عليه وسلم فشكل اليه الجذب عام الرمادة فراه وهو
 يأمره ان يأتي عمر فيأمره يستسقى بالناس قال فمثل هذا يقع كثيرا
 لمن هو دون النبي صلى الله عليه وسلم واعرف من هذا اوقائع وكسوال
 بعضهم للنبي صلى الله عليه وسلم حاجته او غيره من امته فقضاه هذا
 وقع كثيرا ولكن عليك ان تعلم ان اجابة النبي صلى الله عليه وسلم وغيره
 من امته لهؤلاء السائلين لا يدل على استحباب السؤال واكثر هؤلاء

ان تيسر فاعلم ان هذه هي جملة ما رواه عن النبي صلى الله عليه وسلم في الاستسقاء

السائلین المحبین لما هو علیہ من ضیق الحال لولم یجابوا الا بضراب ایمانہم
 کما ان السائلین فی الجہنم کانوا کل اس کلام کا حاصل یہ کہ اس قسم کے وقائع کا کچھ اسی پر انحصار
 نہیں ہر بلکہ امتیاز محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہت سی وقائع اس قسم کے پائے گئے چنانچہ مجھے
 بہت سی وقائع معلوم ہیں اور اکثر ایسا بھی واقع ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی یا کسی
 ولی سے لوگوں نے سوال کیا اور مدعا برآیا لیکن اگر اپنی یا کسی ولی نے حاجت برآری
 کسی سائل کی کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس سوال مستحب ہو اس لیے کہ اکثر سائلین اس
 قسم سے پریشان حال تھے اور اس قسم سے گڑگڑاتی تھی کہ اگر اونکی حاجت برآری نہوتی تو اونکی
 ایمان میں خلل واقع ہوتا عالم حیات میں ہی تو اونکے سوال کا یہی طور تھا ہم کہتے ہیں کہ ابن
 تیمیہ کو اس امر کا تو صریح اقرار ہے کہ توسل انبیاء و اولیاء رض سے اکثر لوگوں نے کیا اور اونکی حاجت
 برآئی رہی گفتگو اس مقدمے میں کہ سائلین کی حاجت برآری صرف اس منتہا سے تھی کہ وہ مضطر
 تھے اونکے ایمان میں خلل واقع ہونے کا خوف تھا پہلے تو ہم اس کلمے کو تسلیم نہیں کرتے کہ
 عموماً سائلین ایسے مضطر تھے خلی ایمان جانے کا خوف تھا اگر ہم تسلیم کریں تو مضطرین کا توسل
 تو مستحب ہوا اصل توسل تو انہیں کا ہی اور حاجت بھی انہیں کی حاجت ہو اس سے صورت ثانی
 کا جواز پایا جاتا ہے وسوین دلیل شفاء السقام میں ہر قد روی عن ابی الجوزی قال
 قحط اهل المدينة قحطاً شديداً فشكوا الى عائشة فقالت فانظروا
 فبنا النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوا الى السماء حتى
 لا يكون بيني وبين السماء سقف ففعلوا فانظر واحتي نبت العشب وسمعت
 الابل حتى تفتقت من الشحم فسمي عام الفتنق یعنی ایک مرتبہ مدینہ میں بہت بڑا
 قحط پڑا جسکی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش ہوئی حسب حکم حضرت
 عائشہ کے مزار مقدس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و آسمان کی درمیان ایک روزن
 کیا گیا سقف حائل نہ تھا خوب مینہ برساجس سے اچھی طرح گمانس اوگی اونٹ موٹے
 تازے ہوئے چربی سے لد گئے یہی ایک طریقہ استمداد کا تھا صورت ثانی جسکا مال ہی جذب
 القلوب میں ہوا و امروی رض بکشان درجہ رمزی وضع ست یا آنکہ موجب فتح باب مطلوب دعا

وسوین دلیل جواز توسل پر یہ مستحب قحط اهل مدینہ

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو غلامی میں ڈال دیا

۵
 و سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ گاہ رب العالمین میں جلا کر کیا رہو ہیں و لیل
 مصباح الظلام فی استغثین بخیر الانام میں ہر ذکر الحافظ ابو سعد السمعانی
 فیما روینا عن علی رضی اللہ عنہ قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفننا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلاثة ايام فرمى نفسه على قبر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حشامن ترابہ علی رأسہ و قال یا
 رسول اللہ قلت فسمعنا قوالک و وعیت عن اللہ ما و بعیدنا عنک
 و کان فیما انزل اللہ علیک و لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤا لک
 فاستغفروا اللہ و استغفر لہم الرسول لو جدوا اللہ تقا ابا دجیا و قد ظلمت
 نفسی و جئتک تستغفر لی ففقدی من القبر اند و قد غفر لک
 جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب تین روز گزر گئے
 ایک اعرابی آیا اور آپ کی قبر پر گر پڑا اور قبر مبارک سے مٹی لی گئی اپنے سر پر ڈالی اور کہا
 یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ فرمایا تھا میں نے اسی سنا اور جسے آپ نے اللہ تعالیٰ سے حفظ کیا
 میں نے آپ سے حفظ کیا آپ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس کی ایک آیت یہ ہے و لو انہم جاؤا لک
 اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کی خدمت شریف میں صرف اسی لیے حاضر ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 کی درگاہ ہی آپ ہمارے لیے مغفرت چاہیے اسی وقت قبر شریف سے آواز آئی یقیناً تمہاری
 مغفرت ہوئی جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ہے کہ محمد بن حرب ہلالی گوید بحمدہ آمد و زیارت
 قبر صلی اللہ علیہ وسلم کردم و در مقابل آن شستم گا گاہ اعرابی آمد و زیارت کرد و گفت یا خیر ازل
 حق تعالیٰ کتابی بر تو فرستاد و صادق و دروئی فرمود و لو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤا لک
 فاستغفروا اللہ الایۃ من بر تو آمدہ ام تستغفر از ذنوب خود و تشفع بجناب تو
 و بگریست و این بیت انشا کرد

یا خیر من دفنت بالبقاء اعظمہ	قطاب لطیف من البقاء و الا کسر
نفسی الفداء بقبر انت ساکنہ	فیہ العفائف و فیہ الحق و الکرم
بعد از انصاف او آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بہ خواب می بینم کہ میفرماید آن مرد را در باب	

و بشارت وہ کہ حق تعالیٰ اور ایشفاعت میں مغفرت داد و گناہان اور بشید اس دلیل سے
 صورت ثانی کا جواز پایا جاتا ہے یا رہوین دلیل خلاصۃ الیوم باخبار المصطفیٰ بن نور الدین علی
 سمہوی لکھتے ہیں قال الامام ابو بکر بن المقرئ کنت انا وطبرانی وابوالشیمہ فی
 حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنا فی حالۃ واثرفینا المجوع
 وواہلنا ذلک الیوم فلما کان وقت العشاء حضرت قتیبہ النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم فرقت یا رسول اللہ المجوع وانصرفت فمیت انا وابوالشیمہ
 والطبرانی جالسین فی شئیء فحضر علوی معہ غلامان مع کل احد
 منہم بیل فیہ شئیء کثیر فجلسنا واکلنا وترکنا عندنا الباقی وقالوا قم
 اشکو تو الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی رأیتہ فی المنام
 فامر فی ان احصل بشئیء الیک ابو بکر مقرئ کہتے ہیں کہ ہم طبرانی
 وابوالشیمہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہو کی تھے تمام دن یوں ہی گذرا جب
 قبزی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ آئے اور کہا یا رسول اللہ المجوع اور پھر اپنے مقام پر
 اتنے میں ابو بکر سورہے اور ابو الشیمہ وطبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھتے تھے کہ ایک علوی آیا
 جسکے ساتھ دو غلام تھے اور ہر غلام کے ساتھ نبیل میں بہت سا کھانا تھا ہم لوگوں نے
 بیٹھکے کھانا کھایا جو کچھ بیچ رہا ہم لوگوں کے لیے چوڑا یا پھر علوی نے کہا کیا تم لوگوں نے
 اسختر مہی کھانے کی شکایت کی تھی ہم نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اؤ کو کمل
 اس اثر کو جماعت محدثین نے نقل کیا چنانچہ اس قسم کی روایات بہت ہیں جسے صورت ثالث
 کے جواز کا ثبوت ہوتا ہے خلاصۃ الیوم بن ہر و قال ابو العباس بن نفیس المقرئ
 الضریر جعت بالمدينة ثلاثة ايام فجئت الى القبر فقلت یا رسول
 اللہ جعت شربت ضعيفا فو کضنتی جارۃ برجلها فقمت معها
 الى داهها فقدمت الى خبز بر وتمر وسمنا وقالت کل یا ابا العباس
 فقد امر فی یہذا جدی صلی اللہ علیہ وسلم ومتی جعت فأت الینا
 یعنی ابو العباس کہتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تین روز بہو کے رہی پھر قبر مبارک کی پاس آئے

عبدالرحمن کہتے ہیں ہماری آنکھ ہر سال درد کرتی تھی جب ہم مدینہ طیبہ میں آئے بدستور آنکھ آئی
 تو ہم روضہ منورہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کی حمایت میں ہیں اور ہماری آنکھ
 دکھتی ہو پس آنکھ اچھی ہو گئی جیسے آج تک کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی جذب القلوب میں ہو این
 المعذری گوید کہ بعدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در آمد و یک دو فاقہ برین گذشتہ بود و
 بقبر شریف استادم گفتم انا ضیفک یا رسول اللہ و بخواب رفتم پیغمبر خدا را دیدم صلا
 علیہ وسلم غیفی بدست من داد نصفی را ہم در خواب خوردم چون بیدار شدم نصف دیگر دست
 من باقی بود و البوکر قطع گوید بعدینہ در آمد و پنج روز برین گذشت کہ طعام نخشیدم و شوشتم بر
 قبر شریف رفتم و گفتم انا ضیفک یا رسول اللہ بعد از ان در خواب می بینم کہ سر و انبیاء می آید
 و البوکر بین من و عمر بر شمال و علی بن ابی طالب در پس علی رضی اللہ عنہ مرا میگوید بر خیز کہ پیغمبر
 رفتم و دوسہ در میان دو چشم او در آمد غیفی بہن داد خوردم چون بیدار شدم ہنوز بارہ ازو
 در دست من بود و احمد بن محمد صوفی گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ
 طر قیدہ کہ بعدینہ آدم و بر ان سرور و صاحبیہ سلام کردم صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہما و بخواب
 رفتم آنحضرت را در خواب دیدم کہ میفرماید احمد آمدی چه حال داری گفتم انا جائع و انا فی
 ضیافتک یا رسول اللہ فرمود دست بکشا کشادم در ایہی چند در دست من نہاد بیدار شدم
 و راہم در دست من بود بازار رفتم و ظیرو قالوہ خریدم و خوردم و بادیہ در شدم حکایات
 اس مقدمے میں بہت ہیں جس سے قسم ثالث کا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ رسالہ مصباح اطلال
 فی المستغنیین بخیر الانام وغیرہ میں منقول ہیں بلحاظ طوالت کی نہیں لکھا مگر چند حکایات یہاں
 لکھا ہوں ناظرین دل سے سنیں ابن قیم جو ابن تیمیہ کا خاص شاگرد ہے اور جسکی زبان حجاج
 کی تلوار سے کم نہیں سمجھی جاتی کتاب الکبائر فی السنۃ والبدعہ میں بحث رض میں شیخ دمشق
 سے نہایت افتخار سے روایت کرتا ہے شیخ دمشق کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے ایک وزیر
 ایک آٹا خریدنے گئے کہ بینی نے رباعی لے کی مجھے کہا کہ شیخین پر لعن کہو تو آٹا دو ٹکائی میں
 کہا یہ تو نہو گا او سننے کئی بار ایسا ہی کہا او مینہستار ہا میں نے کہا خدا او سپہ لعن کرے جو
 شیخین پر لعن کرتا ہوا او سننے میری آنکھ پر ایسا گھونسا مارا کہ آنکھیں بہ کر رہا رہا کہ گئیں

لے ظہیر
 خلاد غفر
 بکشتہ
 ناظرین
 اس
 مع علامہ
 شیخ دار
 نقشبندی
 بغدادی
 بہ حکایت
 مولانا
 نقشبندی
 ابن قیم
 ابن تیمیہ
 جواز استغاثہ کا قائل ہے

یہ کیفیت میں نے اپنے ایک دوست سے کئی پہر حجرہ مبارک کے پاس گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں مظلوم ہو کر فریادی آیا ہوں میرے درد کو پونچھے شب کو سو گیا صبح کو اڑتا ہوں تو دو وزن آنکھیں درست تھیں پھر دوسرے سال جب اوس مقام پر گیا وہ بیٹا مجھے دیکھ کر مع جو روپے کے ایمان لایا پھر اسی کتاب میں ابن قیم نے اپنی سند سے ایک دوسری حکایت لکھی ہے کہ عمر بن العزین نے کہا کہ ہم مدینہ میں تھے کہ امامیہ عاشوراء کے دن قبر عباس میں جمع تھے میں قبر کے دروازے پر گیا اور محبت ابی بکر و عمرؓ کے مانگا ایک شخص نے نکلا مجھے کہا بیٹھو ہم آتے ہیں پھر فارغ ہو کر وہ گیا اور میرا ہاتھ تھام کے اپنے گھر لے گیا مجھے یہ خیال تھا کہ کچھ دینے کو لایا ہو گا پھر مجھے اندر بلا یا جب اندر گیا دو غلاموں نے مجھے پکڑ لیا اور خوب مارا اور میری زبان کاٹ لی میں نے حجرہ مبارک کے سامنے استغاثہ کیا کہ یا رسول اللہ انکی صاحبین کی محبت میں میری زبان کاٹ لی گئی اگر صاحبین حق ہیں تو میری زبان پھر درست ہو جائے یہ استغاثہ میں نے قلب سے کیا کہ مجھے نیند لگ گئی جب اڑتا زبان درست پائی اور قاطع زبان مسخ ہو کر بند ہو گیا طرفہ یہ ہے کہ یہی ابن قیم غاثۃ اللہ فی مصائد الشیطان میں استغاثہ و توسل کا انکار کر کے لکھتا ہے اب دیکھو کہ شرک و بدعت والوں جس بات کا اونکو حکم تھا اسکو اور بات سے بدل لایا مثلاً حکم تھا کہ مردی کے لیے دعا اور سفارش کرو اور انہوں نے اوس کی عوض اوس کو سفارش کی اور زیارت جو آخرت کی یاد اور مردے کے ساتھ سلوک کرنے کے لیے تھے اسکو اس طرح کر لیا کہ مردے سے سوال کرتے ہیں اور اوس کے سبب خدای تعالیٰ کو قسم دیتے ہیں اور مردوں کو پکارنا اور اونکی قبروں کے پاس دعا مانگنے اور اونکے باعث سفارش چاہنے کیسے جائز اور عمل صالح ہوگی جس صورت میں کہ پہلی تین قرن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب افضل ہیں اوس ہی بہرہ ہوں پھر وہ پچھلے لوگوں کو ملی جو کہتے ہیں کچھ اور کرتے ہیں کچھ اور ایسے افعال کرتے ہیں جیسا انکو حکم نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور قبر والوں کے باب میں کچھ اور ہیں برس ہی ہا اور آپ کی خلفا کا طریقہ اور تمام صحابہ و تابعین کا یہی تھا گھر ہی والے انہیں سے کسی سے کوئی روایت صحیح یا حسن یا ضعیف یا منقطع بیان تو کریں کہ جب انکو کوئی حاجت ہوتی تھی تو وہ لوگ قبروں پر جا کر دعا مانگتے اور انکو باتہ لگاتے تھے اور اونکی پاس نماز پڑھتے اور مردوں

طفیل سے خداسی کچھ مانگنے کا تو کیا ذکر ہو پس کوئی قول ان لوگوں کا بیان کریں اور ہم سکو
 ایک ہی حرف پر مطلع کریں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اوتکے بعد کے لوگوں کے اقوال نقل کریں اور
 جس قدر زمانہ بڑھتا گیا اور وہ عہد دور ہو گیا یہ بلا پہنچتی گئی میں نے اس بات میں چند
 کتابیں دیکھیں مگر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مروی نہ پایا نہ آپ کے خلفاء
 اور اصحاب رض سے کوئی حرف تھا بلکہ انہیں اسکے خلاف بہت تھا چنانچہ احادیث مرفوعہ
 ہم بیان کر چکے اور ثمار صحابہ بھی حصر سے زیادہ ہیں حضرت عمر کا انکار حضرت انس رض کا قبر
 کے پاس نماز پڑھنے سے اور یہ فرمانا کہ قبر ہی پیشتر لکھ ہی چکے ہیں اور محمد بن اسحاق نے
 اپنی مغازی میں خالد بن دینار سے اور اسنے ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ جب ہم نے
 قسٹر کو فتح کیا تو ہرمزان کی بیت المال میں ایک تخت پایا جس پر ایک شخص مردہ اور اس کے
 سر ہانے اس کا مصحف تھا ہم نے مصحف کو اٹھا کر حضرت عمر رض کے پاس بھیج دیا آپ نے
 کعب اجار رض کو بلوا کر و سکوعربی میں لکھوایا اور سب سے پہلی اس کو میں نے پڑھا جسے قرآن
 پڑھتا ہوں خالد بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس میں کیا تھا فرمایا کہ تمہارا
 خصلت اور کام اور گفتگو کے لہجے اور جگہ کی کوہو تا تھا وہ مذکور تھا میں نے پوچھا کہ تم نے اس
 شخص کو کیا کیا فرمایا کہ ہم نے دن کو تیرہ قبریں دور دور کو دین جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو
 دفن کر کے سب قبروں کو برابر کر دیا تاکہ لوگوں کو خیال نہ ہو اور قبر نکھو دین میں نے کہا کہ اس شخص
 سے اوتکی کیا غرض تھی کہا کہ جب مینہ نہ برستا تھا تو وہ تخت نکالا کرتے تھے اور پانی برسا
 کرتا تھا میں نے پوچھا کہ تمہاری دانست میں وہ کون شخص تھا کہا دانیال نبی تھے میں نے
 کہا کہ تمہارے نزدیک انکو مرے کتنے روز ہوئی کہا تین سو برس میں نے کہا کہ انہیں سے
 کچھ بگڑا نہ تھا کہا نہیں صرف چند بال گدی کے بدل گئے تھے اس لیے کہ انہی کی گوشت کو نہ
 زمین سڑاوی نہ درندے کھا دین اب اس قصی میں فعل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا اور حضرت دانیال کی قبر کے چھپانے کو دیکھو کہ لوگوں کو بلا میں پڑنے ندیا اگر پچھلے لوگ
 اس تخت کو پاتی تو تلواروں سے لڑتے اور خدا تعالیٰ کے سوا اسکی پرستش کرتے اور اگر قبروں
 کے پاس روم مانگتے اور اسے برکت حاصل کرنے میں کچھ بہتری ہوتی تو مجاہد و انصار اس

قبر کو مشہور کر دیتی اور او سکی پاس دعا مانگتے اس لیے کہ وہ لوگ تو بہتر سی کسی لیے پیش قدمی
 کرتے تھے اس طرح تابعین کے پاس اصحاب کی قبریں شہروں میں بہت تھیں اونہوں سے
 بھی کسی کی قبر پر فرادہ کی نہ اوس کو پکارا نہ اوس کے طفیل اور نہ او سکی پاس دعا مانگی نہ اوس سے
 سفارش چاہی اگر اونہیں سے کوئی بات بھی وہ کرتی تو روایت کیجاتی پہلا ایسی بات میں
 بہتری ہو کہ اوس سے عمدہ زمانی کے لوگ تو محروم اور نادانہ ہی ہوں اور پچھلی اوس سے
 بہرہ ور اور واقف ہو گئے ہوں یا وہ لوگ اوس کو جانتی تھی او بی غبتی کہ گئے حالانکہ امور خیرین
 لوگوں کی نسبت کہ حریص تر تھے تو اگر یہ ام خلاف شرع نہوتا تو وہ ضرور کرتے کہ دعا کی حاجت
 تو ہر ایک کو ہوتی ہو خصوص حبوت کہ کوئی بھاری مصیبت آدمی پر آوی فقط یہ قول خود ابن
 قیم کے کلام سے خلاف ہی باین شورشوری این بے نکی ایک کتاب میں کس دہوم دہام سے
 استغاثہ و توسل کا اقرار جس سے ایک فریق خلاف پر لازم دیا گیا ہے جب اس قسم کی حکایت بعید
 عن القیاس بیان کی گئی آخر اپنے ذہن میں کہہ تو سمجھ لیا ہو گا پھر اس رسالے میں اس قسم کا
 انکار کہ تو بہ پکارا وٹے خیر ہم زیادہ نہیں چھیڑتے مگر اس قدر کہتے ہیں کہ جب روافض اس
 متخالف کا منہ اخذہ کرینگے کہونکر گلو غلاصی کی جائیگی اور اہل سنت کی نزدیک انکی کلام کی وقعت
 کیا ہے انکی استا و صاحب کا مزاج بھی تو تولہ ماشہ ہی گھڑی میں کچہ اور گھڑی میں کچہ جب
 ثبوت کی پیچھے پری نومنکرین کو روئی کی طرح دھنک کر چوڑو یا کا فر کہنے میں بھی تامل نہ کیا
 جب انکار بطبیعت آگئی تو وہ بی نقطہ سنائی کہ سننے والوں نے کان پر ہاتھ رکھے اتنی لمبی
 کہانی کہ گئی مگر کوئی آیت یا حدیث ایسی نہ کہہ سکی جس سے استغاثہ و توسل کفر و شرک ٹھہرنا
 استغاثہ و توسل کو جس طرح ضرور نہیں ہو کہ اوس میں طلب کسی نبی یا ولی سے ہوا یہ طرح
 یہ بھی لازم نہیں کہ کسی قبر کے سامنے کیا جائے اگر یہ تسلیم کیا جاوے کہ ابن قیم صرف ایک
 قسم خاص کی نفی کرتے ہیں جب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ قبر کو سامنے کر کے اگر نماز پڑھنے کی
 ممانعت ہوئی تو استغاثہ و توسل ناجائز کیونکر ہوا مارون غلا و ولی خیر کہا و حضرت دنیال کا
 قصہ کہ لکھا گیا اگر اوسکو ہم تسلیم کر لیں تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں لاش بے گور رکھنے کی خود
 ممانعت ہے علاوہ اسکی یہ قسم استغاثہ و توسل کا ہرگز مشرّع نہیں کہ کسی حاجت میں لاش

بی گور سامنے اونٹن لائیں اور جناب باری کی درگاہ میں استغاثہ کریں بہت اچھا ہو کہ لاش
 ایسی طرح مدفون کی گئی جسکے کسیکو اطلاع نہوئی کہ کس قبر میں دفن کی گئی نہیں تو احتمال
 اوڑھ لیا نیکا تھا تتر کی لوگ تین سو سال سے عادی ہو رہی تھے وہ موقع پا کر کیا اوکھٹنے
 میں دریغ کرتی ہرگز نہیں یہ بدگمانی مسلمانوں پر فضول ہو وہ صحابہ کا زمانہ تھا پہلا ممکن تھا
 کہ صحابہ نباشی کرتی یا اپنی پاس نعش بی قبر رکھتے یا اس بی عنوانی سے استغاثہ کرتے
 صحابہ کے لیے اکابر صحابہ کا دم غنیمت تھا حاجت کے وقت خود صحابہ اجلہ صحابہ سے استغاثہ
 کرتے تھے جیسے حضرت عمر رضی حضرت عباس سے استغاثہ کیا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا مزار شریف کیا کم تھا جو وہ اس قسم کا ناشروع استغاثہ کرتے تھے ان ضرورت کی وقت
 گنبد مبارک میں ایک سوراخ آسمان کی طرف کرنا اسحاق مرام کے لیے کافی سمجھا گیا ہو
 وہ ان بکٹیروں کی ضرورت اس قسم کی قصی کہانیوں سے استغاثہ و توسل ناجائز
 نہیں ہو سکتا خصوصاً ایسا قصہ جس سے عدم جواز کو بالکل لگا و نہوتیر ہوین دلیل
 حصن حصین میں ہو و اذا انفلتت دابة فليناد اعينوا يا عباد الله يعني جب تمہارے
 سواری بی اختیار ہو جائی تو اعينوا يا عباد الله کہو چودہویں دلیل حصن حصین
 میں ہو و ان ادعونا فليقل يا عباد الله اعينوا يا عباد الله اعينوا في يا عباد الله
 اعينوا یعنی جب مدد کا چاہنا ہو تو يا عباد الله الخ کہی بلاغ المبين فی احکام رب العالمين
 و ابع خاتم النبیین میں ہے صحت این حدیث بر شما چگونہ متیقن شد محمد بن یحییٰ
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ در جامع صحیح خود دنیا ورده است و مسلم شیری رحمۃ اللہ علیہ
 و دیگر اصحاب صحیح ستہ و امام مالک و امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نیز در کتب احادیث
 صحیحہ دنیا ورده اند مگر در حصن حصین بر وایت طبرانی آمدہ است اول معلوم باید کرد کہ راویان
 این حدیث از طبرانی تا صحابی بخلفیثہ بودہ اند یا نہ و این حدیث متواترست یا مشہور یا منقطع
 یا مرسل یا ضعیف یا صحیح بعد از ان غور و معانی کلام باید نمود ظاہر ادراقت میشود کہ لفظ حصن
 حصین اعينوا في يا عباد الله باشد شمار يا عباد الله اعينوا في يا مداند بکریست
 ہجو آزا و ان بی وین اکتفا بر لا تقربوا الصلوة نباہر کرد و اول و آخر انجیل را ملاحظہ نمایند

تیرہویں دلیل جواز توسل بہ مسک و اذان

چودہویں دلیل جواز توسل بہ مسک و اذان

ورجع الجوامع از ابو یعلیٰ و طبرانی آورده است اذا نفلت دابة احدكم بادض فلا فلینا
 یا عباد الله احبسوا علی یا عباد الله احبسوا علی فان لله فی الارض حاضرا
 یحبسه الیه علی کسر و نیز طبرانی از عتبہ بن غزو ان می آر و اذا ضل احدکم
 شیئا او امراد غوثا و هو بادض لیس بها انیس فلیقل یا عباد الله اعینوا فی
 یا عباد الله اعینونی فان لله عباد الا یراهو اول آنکه ازین حدیث ہم اباحت مذاہبوی
 بندگان حاضر و صحر که برای این کار با از جانب خدا متعین باشند دریافت میشود و دوم آنکه انقدر
 استعانت ہم مشروط است بآنکه در اینجا انیسی و یاری از زنده نباشد و سوم آنکه این استعانت
 خاص در امری است که در میان با یکدیگر امداد مینمایند چہام اگر این حدیث بروایت ثقات مروی
 شدہ باشد این استعانت خاص بہ پیغامبر گشت و اگر بروایت صحیحہ ثابت نشود عمل برین حدیث
 ہم از روی حدیث دیگر ممتنع شد زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آله وسلم عبداللہ بن عباس را بہ
 تقیید فرمودہ بودند و اذا استعنت فاستعن باللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ
 و ہم در قرآن شریف متلوسست و غیر منسوخ الحکم ایاک نعبد و ایاک نستعین تقدیم ایاک
 بر ہر دو قول مفید ہرست بہر حال استفادہ قبری اہل زمانہ را استعانت مفہوم از کلمہ اعینوا
 یا عباد الله قیاس کردن قیاس الغائب علی الشاہد است و نیز قیاس مع الفارق
 کہ پیغمبر خدا زندگی این بندگان را بلکہ خدمت معینہ و حضور ایشان را واضح کردہ است و فرمود
 ان الله عباد الا یراہو و موت و انتقال اہل قبور ازین عالم منصوص و بدین نیک تفہم علماء
 حق ہم کہتہ ہین کہ اگر یہ حدیث صحیح ستہ میں نہیں ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ موضوع
 ہو احادیث صحیحہ کا انحصار و نہیں احادیث میں نہیں ہو جو صحیح ستہ میں نہ کہو بدین اس حدیث
 کی نسبت جامع الدرر شرح حصین میں لکھا ہو قال بعض العلماء الثقات هذا حدیث حسن
 بزار نے اپنی سند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سی اس حدیث کو مرفوع روایت
 کیا ہو حافظ ابو الحسن الہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسکو ذکر کر کے لکھا ہو و دجالہ ثقات
 اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے زوائد بزار میں اسکی تحسین کی ہو حافظ شمس الدین جزیری کا
 اس حدیث کو حصین حصین میں ذکر کرنا دلیل صحیح ہونے کی ہو اسلئے کہ حافظ جزیری نے حصین

میں اسکا التزام کیا ہے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسکو موقوف بھی روایت کیا ہے اور طبرانی کبیر میں اسکو عقبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن سنی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسکو مرفوعاً روایت کیا ہے جسکی سند ضعیف ہے لیکن اگر کوئی حدیث ایک طریق سے ضعیف ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلحاظ جمیع طرق کے ضعیف ہو جائی خصوصاً جب حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو اسکا ضعف جاتا رہتا ہے اور وہ حدیث قابل احتجاج سمجھے جاتی ہے سو اس کے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل احتجاج سمجھی جاتی ہے جب امام نووی و حافظ جلال الدین سیوطی و حافظ جزری و ملا علی قاری نے اسی قابل احتجاج تسلیم کیا ہو تو یہ قابل حرج نہ ہی حصن جہین میں ایک حدیث میں اعیاناً یا عباد اللہ ہو دوسری میں یا عباد اللہ اعیاناً ہو میں نہیں سمجھتا کہ باعتبار مضمون کی اس تفہیم و تاخیر میں کون سا امر مفید طلب سمجھا گیا ہے جس سے اعیاناً یا عباد اللہ کو ترجیح ہوئی در اثمین شرح حصن جہین ملا علی قاری میں ہر دوئی السنی عن ابن مسعود ہر فوعاً اذا انفلتت دابة احدكم يا مرض فلا تلبس يا عباد الله احبسوا فان لله تعالى عباداً في الارض تسبسون كيبس ابن السنی کی روایت میں یا عباد اللہ احبسوا ہے پوری حدیث لکھ کے جو چار امور اس پر مخرج کیے گئے ایک ایک کا جواب گذارش کرتا ہوں پہلی امر کا جواب بندی کو حاضر ہوں مگر میری حاستہ بصر کے سامنے تو نہیں ہیں بلحاظ میرے علم کے تو لا محالہ غائب ہیں پھر غائب کی ندائے معنی دوسری امر کا جواب انیس کا عدم تحقق نہ ہماری لیے مفید نہ ہو نہ تکو مفید معلوم نہیں اس میں کیا فائدہ سوچا گیا تیسری امر کا جواب اگر یہ استعانت خاص ایسے امر میں ہے جس میں لوگ باہم استعانت کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں چوتھی امر کا جواب جب تم خود کہتے ہو کہ یہ استعانت خاص حکم پیغمبر ہے تو اس قسم کی استعانت کا ثبوت ہو گیا اگر یہ حدیث بروایت صحیحہ ثابت نہیں ہے تو عدم صحت غیر معمولی ہونے کے لیے کافی ہے جو اسوجہ سے غیر معمولی ہو کہ اس مقدس میں حدیث صحیح وارد نہیں تو اس کے لیے کچھ ضرور نہیں ہے کہ کسی دوسری حدیث یا آیت سے اس فعل کا امتناع ثابت کیا جائے علاوہ برین اذا استعنت فاستغفر باللہ کی یہ معنی نہیں ہیں کہ ایسی امور میں استعا

ممنوع ہیں استعانت کا معمول ہے علیٰ ہذا ایلاک نستعین بھی یہ بات نہیں پائی جاتی کہ
 کہ ہر قسم کی استعانت کا حصر اللہ تعالیٰ میں ہے چنانچہ اسکے معنی سابقا لکھ چکا ہوں قیاس
 الغائب علی الشاہد یا قیاس مع الفارق کا جو دعویٰ کیا گیا اسکے لیے دلیل مطلوب ہے
 صاحب بلوغ الہین نے شاید کبھی حجۃ اللہ البالغہ کو نہیں دیکھا یا حجۃ اللہ کی سمجھنی کی اور
 لیاقت نہیں شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ المدین تحریر فرماتے ہیں کہ جب علاقہ ٹوٹ جاتے
 ہیں تو روح اپنی فرج کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرشتوں میں مل جاتی ہیں اور سپر الہام
 ہوتا ہے اور اللہ کے گردہ کی مدد کرتے ہیں چنانچہ عبارت کتاب کی لکھ چکا ہوں جب یہ کیفیت
 ہو تو پھر شاہد و غائب میں فرق کیا رہا دور کیوں جائے بلوغ میں لکھا ہے از نقل ثقات ثابت
 شدہ کہ عابدی از قصبات میان دو آب گنگ و جمن در روز ہائے عرس حضرت خواجہ
 قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ می آمد و در خانقاہ عالی فروش می شد یکبار از ان عالم کہ آشنای
 وی بود گفت چرا برای زیارت خواجہ نمیروی وی عالم گفت ضرورت نیست کہ در روز وفات
 زیارت قبر منحصر باشد بلکہ در مجمع عوام داخل شدن تکثیر سواد اہل بدعت نمودن خطر عظیم
 دارد کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر را عید گاہ ساختن ممنوع فرمودہ است غرض کہ چون جا
 بر قبر خواجہ قطب الدین رسید دید کہ گویا حضرت خواجہ کمر از قبر بیرون آمدہ اند و باین شخص
 سر خود را بدو دست گرفتہ اشارہ آزدگی و سروردی خود از ازدحام خلق سینماں ازان بعد
 آن عابد آمدن خود را در ایام عرس موقوف ساخت و از نہی آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کہ لا یتخذن و اقبری عید فرمودہ اند فائدہ برداشت جب حضرت خواجہ نے دور سے آواز
 سنی اور تاکم قبر سے باہر آئے اپنا سر و دونوں ہاتھوں سے تھام کے یہ ظاہر کیا کہ ازدحام
 حضرت خواجہ کو در دوسری تو پھر شاہد و غائب کا فرق مجرد دعویٰ ہے جو قابل قبول نہیں امت
 الہیہ میں ہی قطع نظر از ضعف این حدیث کہ بجای خود حسین ست و معارض ہونش با حدیث
 صحیح اذا السنحت فاستغن بالله و آئیکہ کریمہ اللہ تعالیٰ و ایلاک نستعین
 حکمش مخصوص ست بہم روش کہ انقلاب دابہ و صحرا ست بدلات احادیث دیگر کہ اجنبیا
 ملائکہ برای انصرام این کار و صحرا ما مور از جانب خدای تعالیٰ بودہ اند و این استعانت

صحت احادیث الہیہ میں ہر نوعی امتیاز الدین کی غلط فہمی

نے وجہ انقطاع کی بیان نہیں کی اور دلیل جو لکھی وہ محض لغوی یہ بات کہ ان سے
پائی گئی کہ امیر شام کی فوجی افضل تھی یا خواہ مخواہ امیر شام کی فوج میں ابدال شریک
تھے جب تک یہ امر ثابت نہ ہو جت قائم نہیں ہو سکتی الخبر الدال علی وجود القطب
والاوتاد والنجماء والابدال علامہ سیوطی کا ایک رسالہ خاص ہے علامہ نے مختلف
طریقوں پر احادیث اور آثار سے ابدال کا وجود ثابت کیا ہے چنانچہ شریح بن عبید سے
مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی پاس اہل شام کا ذکر ہوا لوگوں نے کہا یا امیر المؤمنین
ان لوگوں پر لعنت بھیجیے آپ نے کہا نہیں ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ ابدال شام میں ہیں وہ چالیس آدمی ہیں جب اونہیں کا کوئی شخص مرتا ہے دوسرا
شخص قائم مقام کیا جاتا ہے انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے دشمنوں پر فتح ہوتی ہے
اہل شام پر عذاب نہیں ہوتا عن شریح بن عبید قال ذکر اهل الشام عند علي بن
ابي طالب رضي الله عنه وهو بالعراق فقالوا الغنهم يا امير المؤمنين
قال لا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الابدال بالشام وهم
اربعون رجال كل مات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث و
ينصرهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب
ابدال کے عدد میں اختلاف ہے جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہمنے اس مقدمی میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا ہم سنو زجلانے وہ ساٹھ مرد ہیں
بعض روایت میں آیا ہے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں جب کوئی مرتا ہے تو مرد کی جگہ
مرد عورت کی قائم مقام عورت کی جاتی ہے حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
الابدال اربعون رجلا واربعون امراء كل مات رجل ابدل الله مكانه
رجلا وكل مات امرأة ابدل الله مكانها امرأة بعض روایت میں آیا ہے
کہ بہترین امت سے ہر قرن میں پانسو آدمی ہیں اور چالیس ابدال کبھی ان سے کم نہیں جاتی
جب ابدال سے کوئی مرتا ہے تو پانسو سے ایک آدمی ابدال میں بھرتی ہوتا ہے حضرت ابن عمر
سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا خیاد امتی فی کل قرن خمس مائت واربعون

قلا الخمسمائة ينقصون ولا الاربعون كلمات راجل ابدل الله من الخمسمائة
 مكانه وادخل من الاربعين مكانهم قال يا رسول الله دلنا على اعمالهم
 قال يعفون عن ظلمهم ويحسنون الى من اساء اليهم ويتقاسمون
 فيما اتاهم الله او نكي اماكن من بھی متعدد روایات وارد ہیں ابو الطفیل سے
 مروی ہے کہ ابدال بالشام النجباء بالكوفة حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے
 الا ان لا وتاد من ابناء الكوفة ومن اهل الشام ابدال جناب امیر سے مروی
 ابدال من الشام والنجباء من مصر والاخیار من اهل العراق انس بن مالک سے
 مروی ہے کہ آپ نے فرمایا البدلاء اربعون اثنان وعشرون بالشام وثمانية عشر
 بالعراق كلمات واحد ابدل الله مكانه اخر فاذا جاء الامر قبضوا كلهم فمعد
 ذلك تقوس الساعة یعنی بدال چالیس ہیں یا اسی شام بین ہیں اثنی عشر عراق میں جب
 انہیں سے کوئی شخص مرتا ہو دوسرا شخص اونکے قائم مقام کیا جاتا ہے جب سب مرتا
 قیامت قائم ہوگی اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انہی خداوند عالم نے نظام عالم کا
 تعلق رکھا ہے جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آنے کی جس روز یہ سب کے سب مرتا
 قیامت آجائیگی ہر ہر گاؤں میں سات سات خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جنکی بدلت
 گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں بعض روایت میں ہے کہ ابدال سترہ میں ساٹھ شام
 میں دس تمام زمین میں عن ابن اسود قال ابدال سبعون فستون بالشام وخمسة
 بسائر الارض بعض روایات میں ہے نقباء تین سو میں نجبا ستر ابدال چالیس اخیار
 سات اوتاد چار غوث ایک نقباء دیا و مغرب میں رہتی ہیں نجبا مصر میں اوتاد زمین
 کی اطراف غوث مکہ معظمہ میں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے نقباء متوجہ ہوتی ہیں پھر
 نجبا پھر ابدال پھر اخیار پھر اوتاد اگر دعا قبول ہو گئے ہو گئی والا غوث متوجہ ہوتا ہے
 او کسی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اخر بن عساكر والخطیب من طریق عبد الله بن محمد
 قال سمعت الكنافی يقول النقباء ثلثمائة والنجباء سبعون والبدلاء
 اربعون والاخیار سبعة والعداد اربعة والغوث واحد فمسكن النقباء المغرب

سلسلہ نبوت کا منقطع ہو گیا اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے او کی قائم مقام بنائے
 انھیں ابدال کہتے ہیں وہ کچھ نماز روزہ تسبیح کی بدولت اس تہ کو نہیں پہنچے بلکہ حسن
 خلق صدق و روح حسن نیت سلامتی قلب و نصیحت کی سبب ابوالدرداء رضی عنہ سے مروی ہے
 ان الانبياء كانوا اوتاد الارض كلما انقطعت النبوة ابدل الله مكانهم قوما من
 امة محمد صلى الله عليه وسلم يقال لهم الابدال لم يفضلو الناس بكثرة
 صوم ولا صلوة ولا تسبيح ولكن بحسن الخلق وبصدق الورع وحسن
 النية وسلامتقلوبهم والنصيحة لجميع المسلمين ابدال کی وجہ تسمیہ
 یہ ہے کہ جب وہ دوسرے مقام کو جاتے ہیں تو اپنی جگہ اپنی صورت و حانیہ کو چھوڑ جاتے ہیں
 اور قعد شخص واحد کا مکان مختلف میں ایک ہی وقت کو لازم آتا ہے مگر شخص واحد باعتبار
 جسمانیّت و روحانیّت کی مختلف ہو روح کا بھی یہی حال ہے علامہ لکھتے ہیں فی کفایت
 المعتقد للیافعی انما سمي الابدال لانهم اذا غابوا تبدل فی مكانهم
 صور روحانیة تتخلفهم ولا یلزم من ذلك الاثبات تعدد الصلوات روحانیة
 لا الجسمانیة انہی مختصرا وقد قدرت نظیر ذلك من الروح بعد الموت فی باب عقلا و علم
 من کتاب الدین پر پندرہویں دلیل صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ نے
 فرمایا بینما ثلاث نفر یمشون اخذهم المطر فاووا الی غار فی جبل فانحطت علی فرغاهم
 صنخرة من الجبل فانطبقت علیهم فقال بعضهم لبعض انظر اعملا علمتی ہا صالحة
 لله فادعوا لله تعالیٰ بہا لعلہ نفر جہا عنکم فقال احدهم اللہ وانہ کان لی
 والدان شبخان کبیران وامرأتی ولی صبیة صغیرا رعی علیہم فاذا ارحم علیہم
 حلبت فبدأت بوالدی فسقیتهما قبل بنتی وانی نأی بی ذات یوم الشجر فلم
 ات حتی امسیت فوجدتهما قد ناما فحلبت کما کنت احلب فحکمت بالحلابة
 فقصت عند رؤسہما اکراہ ان اوقظہما من نومہما واکراہ ان اسقی الصبیة
 قبلہما والصبیة يتضاغون عند قدھی فلم یزل ذلک دابی ذابہم
 حتی الفیر فان کنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج لنا

پندرہویں دلیل جو ان تو سب بی شک بینا تھے

منها فرجة نرى منها السماء ففرج الله منها فرجة فراء منها السماء وقال الآخر
 اللهم انه كانت لي ابنة عمر احببتها كاشد ما يحب الرجال النساء وطلبت
 اليها نفسها فابت حتى اتيها بمائة دينار فتعبت حتى جمعت مائة دينار
 فجئت بها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبد الله اتق الله ولا تفتح
 الخاتم الا بحقها فقممت عنها فان كنت تعلم اني فعلت لك ابتغاء وجهك فافرج
 لنا منها فرجة ففرج لهم وقال الآخر اللهم اني كنت استاجرت اجيرا بفرق
 ارز فلما قضى عمله قال اعطني حقي فعرضت عليه فرقه وشرغب
 عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منه بقرا ودعاءها فجاءني
 فقال اتق الله ولا تظلمني حقي قلت اذهب الى تلك البقرة ودعها
 فخذها فقال اتق الله ولا تستهزئ بي فقلت اني لا استهزئ بك خذ ذلك
 البقرة ودعها فاخذها فذهب به فان كنت تعلم اني فعلت ذلك ابتغاء وجهك
 فافرج لنا ما بقى ففرج الله ما بقى يعني اتفاقا تين آدمي جاتے تھے کہ پانی پڑنی لگا
 وہ لوگ پہاڑ کی کوہ میں جا گئے کہ اوسکے منہ پر ایک پتھر گیا جس سے منہ غار کا ڈھک گیا
 پھر آپس میں یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے اعمال کا ذکر کرنا چاہیے تاکہ خداوند کریم غار کا منہ
 کھولے ایک نے کہا خداوند امیری مان باپ بوڑھے تھے اور میرے جو رو تھی اور ایک
 ننھے سے تھے مین بکری چراتا جب گھرا تا دودھ دودھ کے پہلے اپنے مان باپ کو پلا تا پھر
 جو رو بچے کو ایک روز اتفاقا مین دوڑ چلا گیا گھر کو آتے آتے شام ہو گئی والدین سو گئے
 مین دودھ دودھ کے دودھ کا برتن لے کے والدین کے سر بانے اکٹھے ہوا ادب سے انکو
 اوٹھانہ سکا اور یہ امر مجھے اچھا معلوم نہوا کہ خلاف معمول اڑکے کو پہلے پلاتا اڑکے کی یہ
 کیفیت تھی کہ وہ ہمارے پاؤں کے پاس بھوک سے چیختے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی
 اگر یہ کام مین نے تیری مرضی کے لیے کیا تھا تو اس پتھر کو اسقدر اوٹھا دے جس سے
 ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اسقدر پتھر اوٹھا گیا جس سے آسمان نظر آتا تھا دوسرے نے
 کہا خداوند امین اپنی چچا زاد بہن پر عاشق تھا مین نے اوس سے وصال چاہا آؤ سنئے کہا

کہ اگر سوا شرفیاء دو تو مضائقہ نہیں مین نے نہایت محنت سے سوا شرفیاء جمع کر کے
اد سے دین جب مجھے اپنی انجام مرام کا اچھی طرح موقع ملا آؤسنے کا خدا سے نہیں ڈرتے
میرے ساتھ زمانہ زمین نے چھوڑ دیا اور اوٹھ کھڑا ہوا اگر مین نے یہ کام تیری مرضی
کے لیے کیا تھا تو پتھر کو کچا اوٹھا ایک ٹلٹ پتھر اوپر کیا تیسرے نے کہا خداوند
مین نے ایک مزدور ایک فرق دھان پر پٹھرایا تھا جب اس نے مزدوری کر کے اپنی جرت
چاہی مین نے وہی دھان پیش کیا وہ ناخوش ہو کر چلا گیا پھر مین اس دھان کو
علحدہ ہوتا تھا اس مین سے جو کچہ فائدہ ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا یہاں تک کہ اس کے
بیل اور چرواہے وغیرہ کیا کیے اچھے کے بعد اصل مزدور آیا اور اس نے اپنا حق مانگا
مین نے کہا یہ سب لے جاؤ آؤسنے کا مجھے مسخرہ بن کر تھے ہو مین نے کہا مسخرہ بن نہیں کرتا
غرض وہ سب لے گیا اگر تو جانتا ہی کہ مین نے یہ کام تیری خوشی کے لیے کیا تھا تو باقی
پتھر کو اوٹھا دے چنانچہ ایسا ہی ہوا یہاں کئی خدشے ہوتے ہیں پہلا خدشہ یہ ہوتا
توہل کی نہیں ہے چونکہ اعمال پر خود ثمرہ مرتب ہوتا ہے اسی لیے اون لوگوں کو نجات
ملی جواب اگر اعمال کی بدولت یہ نجات ہوتی تو اس کے ذکر کی ضرورت کیوں داعی ہوتی
اور اعمال کے ذریعے سے دعا کی احتیاج کیوں واقع ہوتی شرح مسلم امام نووی مین ہی
واستدل اصحابنا بهذا على انه يستحب للانسان ان يدعو
في حال كونه وفي دعاء الاستسقاء وغيره بصلائه عمدا
ويتقسل الى الله تعالى به لان هؤلاء فعلوا فاستجيب بهم
وذكره النبي صلى الله عليه وسلم في معرض الثناء عليهم وجميل فضائلهم
يعني همارے اصحاب حدیث فار کو اس امر پر استدلال لائے ہیں کہ انسان کے لیے مستحب ہے
کہ اپنی تکلیف مین یا دعا کے استسقاء وغیرہ مین اپنے اعمال صالحہ سے دعا کرے اور
اعمال صالحہ کو انجام مرام کا وسیلہ کرے اس لیے کہ اصحاب غار نے ایسا ہی کیا تھا چنانچہ ان کی
حاجت برآئی اور اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ثنا و فضائل مین ذکر کیا، ہم
کہتے ہیں کہ جب اعمال سے توسل جائز ہوا تو اذوات مقدسہ سے ہر جہ اولی جائز

ہوگا دوسرا خدشہ یہ قصہ شریعت مصطفوی کی قبل کا ہو تو ہم پر حجت نہیں ہو سکتا
جواب یہ قصہ کچھ توحید کے منافی تو ہو نہیں جب شرائع توحید میں متساویۃ الاقدام ہیں اور
یہ قصہ کسی طرح شریعت مصطفویہ کے منافی نہیں تو خاص طور پر متمسک بہا ہو سکتا ہو یہ
صورت اول کی جواز پر دلیل ہو سولو میں دلیل شفاء قاضی عیاض میں ہو ان عبد اللہ
بن عمر خذ دنتہا جلد فقیل اذ کرا حب الناس الیٰک ینزل عندک فصحاح
یا حنظل یعنی عبد اللہ بن عمر رض کا پاؤں سو گیا تو اون سے کہا گیا کہ آپ اپنے کسی ایسے
محبوب کا نام لیجیے جس سے بڑھ کر پیارا نہ ہو پاؤں درست ہو جائیگا عبد اللہ بن عمر رض نے
فرمایا یا محمد اہ شح شفاء ملا علی قاری میں ہو امی فنادی باعلی صوته وکانہ رضی
اللہ عنہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثۃ یعنی زور سے یا محمد کہہ
عبد اللہ بن عمر رض کو ضمن استغاثۃ میں اظہار محبت مقصود تھا علامہ خطابی لکھتے ہیں وقد
روی مثله لابن عباس و ذکرہ النووی فی اذکارہ و مروی ایضا من
غیرہما و ہذا تھا اہل المدینۃ یعنی اسی طرح حضرت ابن عباس رض
بھی مروی ہو جسے نووی نے اذکار میں لکھا ہو اور سوائے عبد اللہ بن عمر و ابن عباس رضی
عنہما سے بھی مروی ہو یہ وہ امر ہو کہ اہل مدینہ کا یہی طریقہ مستمرہ ہو اس دلیل سے استغاثہ
و نداء و نون کا ثبوت ہوتا ہو اس مقدمی میں اکثر احادیث مروی ہیں عمدۃ المتحسین بوجہ
الخصن المحسنین میں شیخ الاسلام برہان الدین تحریر فرماتے ہیں قال جھاد خذ من
دجل رجل عند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال لہ ابن عباس
اذ کرا حب الناس الیک فقال یا محمد فکنا انشط من عقال وقال جھاد
فذهب خذ راہ یعنی مجاہد سے مروی ہو کہ ایک شخص کا پاؤں سو گیا حضرت ابن عباس رض
فرمایا کہ اپنے کسی محبوب کا نام لو او سنے یا محمد کہا تکلیف جاتی رہی ابن سنی نے عمل الیوم
واللیلہ میں ابن تیمیہ نے کلم طیب میں حافظ بن ابی جمرہ نے شرح مختصر بخاری میں اس اثر
کو لکھا ہو اور ابن اثیر نے اپنے اوس تاریخ میں لکھا ہو جسے تاریخ ابن جریر طبری سے
مختصر کیا ہو اور صحابہ کبار کا معمول تھا کہ حرب میں یا محمد کہہ کرتے تھے جب دلائل لامعہ

سولہ میں دلیل جواز توسل بہ تمسک حدیث خذ راہ

و براہین ساطعہ سے استغاثہ و توسل کا جواز ثابت ہو چکا تو اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ علماء
مذاہب اربعہ اسے جائز کہتے آتے ہیں سارے جہان کے علماء غلط مسئلہ پر اتفاق کر سکتے ہیں
مگر فقہاء محدثین چونکہ یہ قرآن و حدیث کی پیروی بدون نفسانیت کے کرتے ہیں اسلئے
بے راہ نہیں ہوتے نہ یہ کسی تصدیق کی تکذیب کرتے ہیں نہ تکذیب کی تصدیق ذہنی غصہ
منہاج الاعتدال میں ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں ان جمع ادب باب الفنون یجوز
علیہم الخطاء الا الفقہاء والمحدثین فلا ہو لاء یجوز علیہم
الاتفاق علی مسئلۃ باطلۃ ولا یجوز علی ہؤلاء التصدیق بکذب ولا
التکذیب بصدق اگرچہ کسی اس مسئلہ میں اختلاف کیا تو اس کا جواب دیا گیا علاوہ ہیں
کسی مسئلہ میں اختلاف ہونے سے یہ جائز نہیں کہ ایک مخالفت کا قول سننا ذکر کر کے دوسرے
قول خلاف شرع کہا جائے فرقان میں ہر و اذا خالف الشخص قول بعض الفقہاء
ووافق قول اخرین لم یکن لاحد ان یلزمہ قولی المخالف ویقول ہونفا
المشرع پھر اگر تم تسلیم کر لیں کہ اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف بھی کیا ہو اور وہ اپنے
جانتے میں ٹھیک کہتا ہو تو کیا اس اختلاف سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ استغاثہ خلاف شرع ہو
جب اس قدر کہنا جائز نہ ہو تو شرک بدعت کہنا کب جائز ہوگا آئمہ حنفیہ سے صاحب المحتار
للفقہی اور اوسکی شارج جو مقدمین حنفیہ میں باب الزیادۃ میں ملا علی قاری کتاب
زیارۃ النبی میں نظر ابلسی مناسک میں صاحب الدرر میں کرمانی مناسک میں ابواللیث
سمرقندی مناسک فارسی میں شیخ حسن شرنبلالی امداد الفتاح شرح نور الایضاح کی
بحث زیارۃ میں اپنی اپنی عبارت میں اس باب میں بہت لکھ گئے ہیں شاہ ولی اللہ دہلوی
انتباہ فی سلاسل اولیاء الدین آئمہ شافعیہ سے خاص امام شافعی اسکے قائل ہیں کہا
سیبھی امام نووی اذکار میں مناسک میں شرح مہذب میں تقی الدین سبکی شفا المستقام
میں علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں جلال الدین سیوطی مستقصی فی فضائل المسجد الاقصی
میں سہمودی خلاصۃ الوفا میں ابن حجر مکی ہمتی الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر النبی المکرم میں
مناوی مناسک میں کس وہوم سے توسل و شفاعت کے باب میں لکھتے ہیں شرح الدین

ابن عربی رحمہ اللہ
ہیں ان کے
الاستغاثۃ جواز توسل
یہ صلی اللہ علیہ وسلم
عیدہ و علم ہذا
دیس کہ اتفاق
بل التوسل علی
المد علیہ و سلم
صن فی کل حال
حقہ و وجہ فی المناکب
والاثر منہجی ان
شعبہ نے اتفاق
و توسل انصاف
ملا علیہ وسلم
اجا کیا ہو یہ
ابن تیمیہ کا اثر
ہر استغاثہ و توسل
جائز نہیں ہے
بلکہ آپ ہی ہر
حال میں شریک
خالفت فی کل
توسل کے جائز ہیں
و توسل و توسل
ہے

فاشفعلنا لها یا من شفاعته

لکل من هو مکبوت ومکبول

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کیا گیا ہے اس قسم کا تشفع مشروع ہے یا نہیں علامہ نے جواب میں سائل کو سخت ملامت کر کے یہ تحریر فرمایا کیف لا نسأله وهو وسيلتنا ووسيلة امسينا ادم من قبلنا الى ربنا وقد سئل عكاشة وغيره من الصحابة كما ثبت في الصحيحين يعني كينكرهم اونس سوال نہ کریں وہ ہمارے وسیلہ اور حضرت آدم کے وسیلہ ہیں اللہ تعالیٰ کی حضور میں اور عکاشہ وغیرہ صحابہ نے آپ سے سوال کیا ہے مالکیہ سے خاص امام مالک اسکی مجوزین چنانچہ ایک روز امام مالک سی ابی جعفر منصور نے یہ پوچھا کہ دعا کی حالت میں قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں امام نے کہا کیون منہ پھیرتے ہو وہ تمہارے وسیلہ ہیں حضرت آدم کے وسیلہ ہیں تم اچھی طرح مرقد مبارک کی طرف متوجہ ہو شفاعت چاہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے انکی شفاعت منظور فرمائے گا قاضی عیاض امام مالک سے نقل کرتے ہیں انہ قال لا بی جعفر المنصور لما سئل عن استقبال القبر حين الدعاء فقال الامام مالک له ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة اميك ادم قبلك بل استقبالك تشفع به فيشفعك الله ابن طاج مالکی مدظلہ میں لکھتے ہیں واما عظيم جناب الانبياء والرسال صلوة الله وسلامه عليهم اجمعين فياتي اليهم الزائر فيتوسل الى الله في قضاء ما ربه ومغفرة ذنوبه وليستغيث بهم ويطلب حوائجهم منهم ويحزم بالاجابة ببركهم وبقوى حسن ظنه في ذلك فانهم باب الله المفتوح وجوت سنة الله بقضاء الحوائج على ايديهم ولبسببهم ومن عجز عن الوصول اليهم فيرسل بالسلام عليهم ويذكر ما يحتاج اليه من حوائجهم ومغفرة ذنوبه وستغيبه به الى غير ذلك فانهم السادة الكرام والكرام لا يردون من سألهم ولا من توسل بهم ولا من لجأ اليهم

یعنی انبیاء کی یہ کیفیت ہو کہ زیارت کرنے والے ان کی فرار پر آتے ہیں اپنی قصاصے حاجات میں ان کو وسیلہ بناتے ہیں ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں ان سے استغاثہ کرتی ہیں اپنی حاجت ان سے چاہتے ہیں اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہونگے وہ لوگ خداوند تعالیٰ کے حکمے ہوئے دروازے ہیں خداوند کریم ان کے ذریعے سے دعا قبول فرماتا ہے جو ان کی مرقد مبارک پر حاضر نہیں ہوتا وہ اپنی حاجات کو کسی فریعی ہی پیش کرتا ہے وہ لوگ بڑی بزرگ ہیں جو ان سے سوال کرتا ہے جو وہ نہیں ہوتا جو ان سے توسل کرتا ہے نہ کام نہیں رہتا جو ان کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا فقط یہ تو تمام انبیاء کا حال ہے اور جاری ہے خیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو سب سے بڑھا چڑھا ہے ان کی شفقت قطعا مقبول ہوتی ہے جو آپ سے توسل استغاثہ تشفع کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے ابو عبد اللہ بن عثمان مالکی مصباح الظلام المستغیثین بحیر الانام میں لکھتے ہیں ان الاستغاثۃ والتوسل والتشفع والتفجع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ فی کل حال قبل خلقہ وبعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ وبعد موتہ فی البرزخ و فی عرصات القیامۃ یعنی استغاثہ و توسل و تشفع و توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ہر حال میں ہوا اور ہوتا ہے قبل خلقت بعد خلقت عالم حیوۃ میں بعد موت کی برزخ میں قیامت تک ابو داؤد مالکی نے کتاب البیان والانتصار میں بہت سے وقائع شدیدہ ایسے لکھے ہیں جہاں علما و صلحا نے سرور عالم کی طرف التجا کی ہے اور اس التجا سے فرح و سرور ان کو حاصل ہوا حنبلیہ سے خود ابن تیمیہ بڑی دھوم دھام سے توسل و استغاثہ کی قائل ہیں چونکہ اسی سنکر لوگوں کو تعجب ہو گا اور اکثر لوگ کہیں گے ایں یہ کیا ایسے ہم ان کے فتاویٰ کی عبارت اس مقام پر نقل کیا چاہتے ہیں پہلی اس کا مضمون ہم سے سن لیجیے کسی نے ابن تیمیہ سے یہ سوال کیا تھا کہ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ جائز نہیں یہ قول حرام ہے یا نہیں اور اس کا قائل کافر ہوتا ہے یا نہیں اگر اس کا قائل آیات و احادیث پیش کریں تو اس کے لیے وہ مفید ہے یا نہیں اور جب دلیل قائم ہو تو اس کے مخالف کو کیا کرنا چاہیے ابن تیمیہ نے اس کا یوں جواب دیا کہ احادیث متواترہ اور اتفاق است سے یہ بات ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شافع ہیں اور ان کی شفاعت مقبول قیامت کی دن آپ خلایق کی شفقت

ابن تیمیہ کا فتویٰ جو اس مسئلہ میں
عبارت ہے
تجدد
سے ہے
ابن تیمیہ کا فتویٰ جو اس مسئلہ میں

کرینگے لوگوں کو آپ کی شفاعت کی خواہش ہوگی اہل سنت و جماعت بالاتفاق کہتے ہیں
 کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کرینگے کوئی مسلمان مخلد فی النار نہ ہوگا خواجہ و معتزلہ فی شفاعت
 کا صریح انکار کیا یہ فرقہ مبتدع گمراہ ہر انکی تکفیر میں اختلاف ہے جو شخص متواترات و اجماع کا
 منکر ہو وہ کافر ہو خصوصاً ایسی صورت میں کہ اس پر حجت قائم کی گئی ہو اسکا نام استغاثہ
 رکھا جائے یا نہیں صحابہ خود توسل و استشفاع کرتی تھے حضرت انس سے مروی ہے کہ جب
 قحط پڑا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کر کے فرمایا تھا کہ خداوند اہمارا معمول تھا
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کیا کرتے تھے اور تو ہمیشہ برساتا تھا اسوقت کہ ہم
 اپنی نبی کے چچا سے توسل کرتے ہیں تو ہمیشہ برسا اس توسل سے پانی پڑا سنن ابی داؤد میں
 ہے کہ ایک اعرابی نے آپ سی کہا کہ ہم لوگ پریشان ہیں ہمارے عیال بھوکے ہیں مال
 تلف ہو گیا ہم آپکے ذریعے سے خداوند کریم کی درگاہ میں اور خداوند کریم کے ذریعے سے آپکی
 خدمت میں توسل کرتے ہیں آپ نے کہا سبحان اللہ کجا اثر آپکی صحابہ کی چہروں سے
 نظر آیا آپ نے فرمایا وری خداوند کریم سے توسل کسی مخلوق کی تقرب کو نہیں کرتی اسکی شان
 بلند ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلے کی ایک صورت خاص کی قباحت بیان فرمائی
 مگر یہ نہیں فرمایا کہ آپ سے توسل ہی ناجائز ہے بلکہ اسکو اپنے حال پر ثابت چھوڑا اس سے
 صاف معلوم ہوا کہ یہ صورت جائز ہے اسکا منکر خطا کا مبتدع ہے اسکی کفر میں اختلاف ہے جو شخص
 شفاعت و توسل کا اقرار کرے یہ کہے کہ جو امور خدا ہی کی قدرت میں ہیں ہم اوسے سے طلب
 کرینگے جیسے گناہ کی بخشائش مگر انہوں کی ہدایت مینہ کا برسنہ کھانسن کا اوگنا تو کچھ مضائقہ
 نہیں بلکہ اس میں اختلاف نہیں ہے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ کچھ زمانے میں ایک
 منافق مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا چلو آپکی خدمت میں اسکا
 استغاثہ کریں آپ نے فرمایا مجھ سے استغاثہ نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے تو اس سے
 بھی مطلق استغاثہ کی حمانعت کیونکر ہو سکتی تھی صحابہ خود آپ سے دعا کی استدعا کرتی تھے
 علما کا قول ہے کہ ہر مکلف کو یہ سمجھنا چاہیے کہ سوائے خداوند تعالیٰ کے کوئی شخص مددگار نہیں
 جو مدد ہی وہ خدا ہی سے ہر اگر کسی سے مدد پائی جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ خدا ہی کی طرف سے

ہو غیر کو مجازاً مدکار کتے ہیں اور اس قسم کا استغاثہ جو آپ کا اختیاری ہو بلا اتفاق جائز ہے
 منکر اسکا کافر یا مخطی ہو اور جو امر مختصات باری تعالیٰ سے ہو اگر وہ غیر کو ثابت کیا گیا تو وہ بھی
 کافر ہی جب اس پر حجت قائم کی گئی ہو جو شخص کتاب و سنت کی خلاف کرے وہ کافر ہو گا یا
 گنہگار یا ان اگر کوئی مسلمان مجتہد ہو جس سے خطا واقع ہوئی تو اوسے اپنے اجتہاد پر ثواب
 ہو گا اور اوسکی خطا معاف ہوگی اور وہ شخص بھی معذور سمجھا جائیگا جسکو اسکا علم نہ ہو مسئل
 فیمین یقول لا یستغاث برسول الله صلی الله علیہ وسلم فهل یجزم هذا القول
 امر لا وهل هو کفر ویکفر قائلہ ام لا واذا استدلل القائل ببایات من کتاب الله
 واحادیث رسول الله فهل ینفعه ذلك الدلیل امر لا واذا اقام الدلیل من
 الکتاب والسنة فما یجیب علی من خالف فی ذلك والحالة هذه
الجواب الحمد لله رب العالمین قد ثبت بالسنة
 المتفقة بل المتواترة واتفق الامة ان نبینا محمد صلی الله علیہ
 وسلم هو الشافع المشفع وانه یشفع فی الخلائق یوم القیامة
 وان الناس یشفعون به ویطلبون منه ان یشفع لهم
 الی ربهم وانه یشفع لهم ثم اتفق اهل السنة والجماعة انه یشفع
 اهل الکبراء فانه لا یخلد فی النار من اهل التوحید واما الخوارج
 والمعتزلة فان کروا شفاعة المومنین وهؤلاء مبتدعة
 ضالون وکفیرهم نزاع وتفصیل ومن انکر ما ثبت بالتواتر
 والاجماع فهو کافر بعد قیام الحجۃ علیہ وسواء سمي هذا المعنى
 استغاثۃ اولی لم یسمه واما من افتر بشفاعته وانکر ما کان
 الصحابة یفعلونہ من التوسل والاستشفاع به کما روی البخاری
 فی صحیحہ عن النس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی الله عنہ کان اذا
 قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب وقال اللهم انا کنا نسئل الیک بنی بنی
 صلی الله علیہ وسلم فتسقنا وانا نسئل الیک بعم بنی بنی فاسقنا فیسقون وفی سنة

ابى داود ان اعرابيا قال للنبي صلى الله عليه وسلم جئته الانفس جاع الجبال هلك
 المال فانا نستشفع بك على الله ونشفع بالله عليك فسيبررسوأل الله صلى الله عليه
 وسلم حتى عرف ذلك في وجوه اصحابه وقال فيحك ان الله لا يستشفع به
 على واحد من خلقه شأن الله اعظم من ذلك وذكر تمام الحديث
 وانكر صلوة الله وسلامه عليه قوله نستشفع بالله عليك ولم ينكر قوله نستشفع
 بك على الله بل اقره عليه فعلم جواز ذلك فمن انكر ذلك فهو مخطن مبتدع وفي كفره
 نزاع وتفصيل وامامنا من اقر بما ثبت بالكتاب والسنة والاجماع من شفاعته
 والتفصيل به ونحو ذلك ولكن قال لا يدعى الا الله وان الامور التي لا يقدر
 عليها الا الله فلا تطلب الا من الله مثل غفران الذنوب وهداية القلوب
 وانزال المطر وانبأت النبات فهذا مصيب في ذلك بل هذا مصال انزع
 فيه بين المسلمين الى ان قال كما روى الطبراني في معجمه الكبير
 انه كان في زمن النبي صلى الله عليه وسلم منافق يؤذي المسلمين
 فقال ابى بكر الصديق فقاموا يستغيثون رسول الله صلى الله عليه وسلم
 من هذا المنافق فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لا يستغاث
 بي وانما يستغاث بالله وانما امراد به النبي صلى الله عليه وسلم المعنى الثاني
 هو ان يطلب منه ما لا يقدر عليه الا الله والا فالصحابة كلوا يطلبون
 منه الدعاء وليستغفون به كما في صحيح البخاري عن بعض الصحابة قال ربما ذكرته
 قول الشاعر وانا انظر الى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم يستسقى فما ينزل
 حتى يتحيش له المياريب

وابيض يستسقى الغمام بوجهه | شمال اليتامى عصمة للاسرا مل

وهو قول ابى طالب وبهذا قال العلماء المصنفون في اسماء الله تعالى يجب على
 كل مكلف ان يعلم ان لا غياث ولا مغيث على الاطلاق الا الله وان كل غوث
 فمن عنده وان كان جعل ذلك على يد غيره فالحقيقة لله سبحانه وتعالى

ولغيره مجاز الى ان قال والاستغاثه بمعنى ان يطلب من الرسول
ما هو اللائق به لا يمانع فيها مسلم ومن مانع في
هذه المعنى فهو اما كافر ان ذكر ما يكفر به واما مخطئ
هناك ومن اثبت لغير الله ملايكه كون الا الله فهو ايضا كافر
اذا قامت عليه الحجة التي يكفر تاركها الى ان قال ومن خالف
ما ثبت بالكتاب والسنة فان يكون امّا كافرا واما عاصيا الا
ان يكون مؤمنا مجتهدا مخطئاً في ثاب على اجتهاده ويعض له
خطائـه وكتـان لم يبلغ العلم الذي تفوق عليه الحجة الثابتة بالكتاب والسنة
اشي مختصر آت اس مقام پر ہم چند اشعار صحابہ و اکابر دین کے لکھے ہیں جنہیں رسول توغاث
کیا گیا ہو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ مضامین شعر یہ ہیں جو حجت نہیں ہو سکتی تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً
ہم نے اس مدعا کو قرآن و حدیث و کلام فقہاء سے ثابت کر کے ان اشعار و بطور ثابیدی استناد
کیا ہے تا نیا اگر تو مسلم کفر و شرک ہوتا تو صحابہ و اکابر دین ہرگز کفر اپنی زبان سے نہ کہتے ان غلاما
میں بعض بعض ایسے بھی ہیں جنہیں مخالفین اپنا مقتدا سمجھتے ہیں پھر ایسے لوگوں کا قول کیونکر
حجت نہوگا حضرت یہ آتش ناسخ یا موسیٰ ذوق کا کلام نہیں ہے جو سبالغہ و شاعری پر محمول کیا گیا
یہ کلام ایسے لوگوں کا ہے جو واقعات کو شعر کے پیرایے میں بیان فرماتے تھے جسکے پڑھنے سے
ایک خاص اثر قلب پر پڑتا ہو بلکہ بعض بعض حضرات پر فی البدیہہ اسکا اثر ظاہر ہوا جسکا انکار
ہٹ دہری ہو سو ادین قارب غنی الدعۃ جب مشرف باسلام ہوئے اپنے اشعار کی حضور میں
پڑھے اسکا ایک شعر یہ ہے

اشعار اکابر دین جنہیں رسول کیا گیا ہو

وکن لی شفیعاً یوملأ ذی شفاعۃ

ابن شاپر سے مروی ہے کہ اگر یہ سوال جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے
یہ استغاثہ اس قسم کا نہیں ہے جو اس وقت عالم حیات سے متعلق ہو بلکہ اسکا خاص تعلق قیامت
کے دن سے ہے یہی صریح جو اقران مجد الدین جد تقی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جنکو ابن تیمیہ

جسم پر ماتہ پھیرتے ہیں جب وہ اوٹھے تو اپنے کو چنگا پایا قاضی شوکانی درالنفید فی اخلاص
 کل التوحیدین کہتی ہیں وقع من کثیر من هذه الامة من العلق
 المنهى عنه المخالف لما فی کتاب الله وسنة رسول الله صلى الله
 عليه وسلم کما یقول صاحب البردة ۴

یا اکرم الخلق مالی من الودیه | سوا اللہ عند حلول الحادثات العجم

فانظر کیف نفی کل ملاذ ما عدا عبد الله ورسوله صلى الله عليه
 وآله وسلم وغفل عن ذکرہ وہ رب رسول الله صلى الله عليه وآله
 وسلم ان الله وان الیہ راجعون ومن ذلك قول من یقول مخاطبا لابن العجیل

هات لی منک یا ابن موسی غائثه | عاجلا فی سیرها حثاثه

فہذا شخص الاستغاثة التي لا تقصم بغیر الله لمیت من الاموات قد
 صار تحت الطباق الثری منذ مئین من السنین انتی مختصر البیانی امت محمدیہ کی اکثر علما فی
 ایسا غلو کیا ہو جو قرآن و حدیث کی خلاف ہو صاحب قصیدہ بردہ کہتے ہیں یا اکرم الخلق الخ
 اس شعر میں بو صیری نے سوا می آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ملاذ کی نفی کی ہے اللہ تعالیٰ کو
 بھی بھول گئے ایک شخص نے ابن عجلیل کو مخاطب کر کے کہا ہو ہات لی الخ یہ شخص متغافل
 ہو جو سوا می اللہ تعالیٰ کی کسی میت کے لیے جائز نہیں ہم کہتے ہیں کہ قاضی شوکانی نے بو صیری
 کے شعر کا مضمون نہ سمجھا بو صیری کی روح قبر میں ہی کہتی ہوگی شعر مرایش قاضی شوکانی
 کہ برد قاضی یا ملا کو یہ ضرور نہیں ہو کہ شعر سمجھنے کا مذاق بھی رکھتا ہو بو صیری جو کہتے ہیں کہ آپ کی
 سوا میرا کون ہو جس سے التجا کیجیے اس میں صریح اشارہ ہو کہ جناب الہی میں امت مرحومہ کے
 لیے شفاعت کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوا اور سرانہیں سب کی شفاعت تابع
 آپ کی شفاعت کی ہوگی اس میں عموماً ہر ملاذ کی نفی نہیں ہو بڑے بڑے علما نے قصیدہ بردہ کی
 شرح لکھی مگر کسی نے اس شعر پر حرج نہ کیا جس قدر قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزہ کی شرح
 لکھی گئی کسی قصیدہ کی شرح کی تعداد اس درجہ کو نہیں پہنچی یہ قول ہرگز شرک نہیں ہو
 اس شعر کا اور سوا دن قارب کے شعر کا مفہوم ایک ہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور

پڑھا گیا تھا دوسری شعر کا استغاثہ بھی منی عہد نہیں ہو سکتا شوکانی نے در الفصید میں جا بجا
ایسے استغاثہ کو منی عہد ٹھہرایا ہے جو مقدمہ رات باری تعالیٰ میں کیا جائے اور خداوند تعالیٰ کے
ساتھ یا استقلالاً او انکی ندائی جائے اور مالک نفع و ضرر کی سمجھی جائیں اور انکی ایسی تعظیم کی جائے
جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے بڑھے چڑھے ہوں امور سے یہاں کوئی امر نہیں پایا جاتا پھر قاضی
شوکانی نے جو سنبھل کی اسکا یوں جواب لکھا ہے یغلب علی الظن ان مثل هذا
البیت والبیث اللہ فی قبلہ انما وقعاً من قائلہما بغفلة وعدم تیقظ ولا
مقصد لہما الا تعظیو جانب النبوة والولاية ولو نبھا لتنبھا ورجھا
واقربا لخطا بغیظ غالب یہ ہے کہ شاعر کی غفلت سے یہ دو شعر کہی گئی ہیں شاعر کا ارادہ بجز تعظیم
جانب نبوت و ولایت کی کچھ نہ تھا اگر ان شعر کو اطلاع دیجاتی تو مجھ جاتی اور اپنی قول
سے رجوع کرتے اور خطا کا اقرار کرتی ہم کہتے ہیں کہ اس میں کسی کی غفلت نہیں ہے بلکہ قاضی
صاحب کی سمجھ کے خطا ہے ع ہر لہنی سمجھ سمجھ کا ہے پھر اس وقت قاضی صاحب کی انتقال
افسوس ظاہر کرتا ہوں اگر وہ زندہ ہوتی تو ضرور عرض کرتا کہ جناب والا جس فن کو آپ نہیں
جانتے اوس میں کیوں آڑی ٹانگ ڈالتی ہیں آپ میں شعر سمجھنے کا مذاق نہیں شعر وہی سمجھتا
جس میں خدا و ملکہ ہوتا ہے پھر ہوسیری کو مشرک کہنے کا حاصل حضرت غوث صمدانی فرماتی ہیں ۵

یا حبیب اللہ خذ بیدے ما العجزی سوا المستند

اس میں بھی غیر خدا تعالیٰ کا نذر اور ماعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل ملائی نفی ہے معلوم نہیں شوکانی
کسی کسی کا فربہ بنا لیا کہ انور بالمدنہ ہاں اس وقت بھی خوب یاد آیا تو مجھ کو کہنا چاہیے نواب صدیق خان
فی بھی یہی طرح توسل و استغاثہ میں ملاؤ استغاثہ کی نفی کی جو خانیچہ قصیدہ کلمہ غنبر میں لکھتے ہیں ۵

مالی و داء لك مستغاث فاذھن یا رحمة للعالمین بکالے

طرفہ یہ ہے کہ وہ آپ کو شوکانی کا ہدم ہمقدم سمجھتے ہیں نفع الطیب میں ایک جگہ ڈینگ ہانکتی ہیں ۵

زود ہر رفت چو شوکانی آدم نواب بلکہ پرخ کہ پیدا کند قرینہ ما

اگر خاں صاحب یا انکی حواریین یہ سمجھتے ہوں کہ یہ استغاثہ شعرا کے مذاق اور طریقہ پر
لکھا گیا ہے جب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ شوکانی کے مسلک پر اس قسم کا شعر موزون کرنے سے

نواب صدیق خان نے قاضی شوکانی کی مخالفت کی

شاعر قابل دارو گیر ہوتا ہو ورنہ نصیب میں ہر دکتیرا ما بعرض ذلت لاهل العلم والادب
والفطنة فمن وقف على شيء من هذه الجنس لمحي من الاحياء فعليه ايظاظه
بالجرح الشرعيّة فان راجع والا كان الامر فيه كما اسلفناه
يعني اهل علم وادب و عقل سے اکثر ایسا ہوتا ہو اگر شاعر زندہ ہو تو حج شرعی سے او سے
سمجھنا نا چاہیے اگر او نے رجوع کیا فہا نہیں تو او سے شرک سمجھنا چاہیے خا نصیب منہ
نفع الطیب میں غیر انبیاء کا ندا اور او نے استغناء کیا ہو لکھتے ہیں سے

زمرہ رائے در افتاد بار باب سنن شیخ سنت مدوی قاضی شوکان مدو

مولانا محمد عبدالحی صاحب رسالہ ابرار الغی الواقع فی شفاء العی میں لکھتے ہیں کہ یہ عجیب
بات ہو صدیق حسن خان ایسے لوگوں سے ہیں جو ندائے اموات و استمداد کو نہایت متواضع
بعید سے حرام سمجھتے ہیں پھر شوکانی سے ندا کیونکر جائز ہوگی فمن الذی حمل الاستمداد
بالغوث الصمد انی والرسول الربانی واحل الاستمداد بالسؤال کلنے
سید اولاد حسن والد صدیق حسن خان راہ منت میں لکھتے ہیں سے

بدعت استمداد ہو اموات سے اہل سنت کیون پی اثبات کے

تبصرۃ الناقد بروکید الحاسدین ایک اعتراض سے بچاؤ کے لیے بہت کچھ چیلے ڈھونڈی گئے
مگر گریبان نہ چھوٹا نہ چھوٹا اس لیے کہ حسب انظار شوکانی کے اس قسم کا استمداد نامشروع
ہو وہ شعر میں کیون نہ ہو حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ اپنی دیوان میں فرماتی ہیں سے

گفت منظر غزلی بہر جگر گوشہ تو غوث اعظم مدو سے قبلہ پا کان مدو

یہ صورت نامشروع نہیں ہو اور حقیقت میں حضرت مرزا کے سامنے کلام شوکانی کسی قسم سے
وقت نہ رکھتا تھا بشرطیکہ وہ کلام اونکے سامنے پیش ہوتا تبصرۃ الناقد میں اس مقام پر
یوں شبہ پیش کیا گیا ہو کہ کتاب الحالات والمقامات لمرزا مظہر جان جاناں مؤلفات شاہ
غلام علی مجددی میں ہی روزی گفتم یا شبیہ عبد الفتاد را شیخ اللہ الامام شاد گویا
یا ارحم الراحمین شیخ اللہ و ہذا عقیدۃ مرزا مظہر ہم کہتے ہیں کہ اگر تسلیم کر لیا جاے
کہ الامام قابل اجتماع ہوتا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یا شبیہ عبد الفتاد را شیخ اللہ

نواب صدیق حسن خان صاحب خطبہ خداداد رسول کو چھوٹا قاضی شوکانی سے مدد مانگنا اور اہل مشائخ اموات کو جمع عبدالحی صاحب کا اولاد شہید کرنا

کنا حرام ہے بلکہ یہ ایک خاص طریقے کا الہام ہے یہ بات کمان سے معلوم ہوئی کہ مرزا صاحب حضرت غوث اعظم رح سے استثناء کو حرام سمجھتے تھے پھر تبصرہ الناقدین ہے فان الشعر ليس بفتيا المفتي ولا بقضاء القاضي انما هو كلام مؤرخون يتفنن بها اهل الطبع يبسط ويقبض ولا يريدون به الحقائق بل التخيلات الساذجة عن الدقائق ومن لا يفهم ذلك وهو يدعي العلم فليس باهل الخطاب اس تقرير سے تو ہمارا بال بیکانہوا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ فی الواقع اشعار کی بنا تخیلات پر ہو کر تھی ہے مگر ہمارا اعتراض اس منشاء سے تھا کہ شوکانی نے اشعار میں بھی استدراک کو ناجائز خیال کیا ہے پھر جو شخص آپ کو قائم مقام شوکانی خیال کرتا ہے اسی اشعار میں استدراک کیونکر جائز ہوگا البتہ بیچارے قاضی شوکانی کی مٹی خراب ہوئی زبان درازی کا خاصہ نتیجہ ملا جب صاحب تبصرہ ایسا چل نکلا کہ قاضی شوکانی کو قابل خطاب کی نہیں سمجھتا تو اس کے قائم مقام کا خدا ہی حافظ ہے قصیدہ ہمزہ میں ہے

فاغثنا يا من هو الغوث والعيث	اذا الجهد المودع في اللوا
والجواد الذي به تفرج الغصة	عنا وتكشف الحوباء

شاہ ولی اللہ صاحب قصیدہ الطیب النعم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں

تطلبت هل من ناصر او مساعد	الوذبه من خوف سوء العواقب
فلست ارمي الا الحبيب محمدا	رسول الله الخلق جئوا المناقب
ومعتصم المكروب في كل غمرة	مبتجع الغفران من كل تائب
ملاذعباد الله ملجأ خوفهم	اذا جاء يوم فيه شب الذائب
واحسن خلق الله خلقا وخلقة	وانفعهم للناس عند النوائب
وصلى عليك يا خير خلقه	ويا خير مامول ويا خير واهب
ويا خير من يرجي لكشف رذية	ومن جود فواف جود السائب
وانك اعلى المرسلين مكانة	وانت لهم شمس وهم كالتواب
وانت شفيع يوم لا ذو شفاعة	بمغن كما اتنى سوا دبر قارب

شاہ ولی اللہ صاحب تبصرہ الناقدین میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب حضرت غوث اعظم رح سے استثناء کو حرام سمجھتے تھے پھر تبصرہ الناقدین ہے فان الشعر ليس بفتيا المفتي ولا بقضاء القاضي انما هو كلام مؤرخون يتفنن بها اهل الطبع يبسط ويقبض ولا يريدون به الحقائق بل التخيلات الساذجة عن الدقائق ومن لا يفهم ذلك وهو يدعي العلم فليس باهل الخطاب اس تقرير سے تو ہمارا بال بیکانہوا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ فی الواقع اشعار کی بنا تخیلات پر ہو کر تھی ہے مگر ہمارا اعتراض اس منشاء سے تھا کہ شوکانی نے اشعار میں استدراک کو ناجائز خیال کیا ہے پھر جو شخص آپ کو قائم مقام شوکانی خیال کرتا ہے اسی اشعار میں استدراک کیونکر جائز ہوگا البتہ بیچارے قاضی شوکانی کی مٹی خراب ہوئی زبان درازی کا خاصہ نتیجہ ملا جب صاحب تبصرہ ایسا چل نکلا کہ قاضی شوکانی کو قابل خطاب کی نہیں سمجھتا تو اس کے قائم مقام کا خدا ہی حافظ ہے قصیدہ ہمزہ میں ہے

لله عباد
الى الله تعالى ان
تفرغ بالعباد
لله الملك فزود
آمن انهم يكرهوا

شاه عبدالغفر من جنات جنات
تول ان اخا ثمنين

من جمع
الملك في عباد
من جمع

دست دراز

کردن بچرخ

من جمع

است باو کج

در بخت و درون

نزدیکین شدن

من جمع

خود را دردی

من جمع

همه مردم

از مردم

وانت هجیری من هجوم مثلمة	اذا نشبت في القلب شر الخالب
فما انا اخشى امة مد لهمة	وما انا من ريب الزمان براهب
فاني منك في قلاع حصينة	وحد حديد من سيفو والمجارب
سولانا شاه عبدالغفر صاحب قدس سره نے او سکی تحمیس کی ہے	
انقضی شباب العمر في غفلة سلم	وما زلت في قيد المعاصي مقيدا
ولوا ذخر للذنب عذرا مسمدا	فلمست اری الا الحبيب محمدا
رسول آله الخلق جمع المناقب	
مدار وجود الكون في كل لحظة	ومفتاح باب الجود في كل عمرة
ومتمسك الملهوف في كل شدة	ومقتصر المكروب في كل غمرة
ومتجمع الغفران من كل تائب	
ومقصد اهل الله كعبته طوفهم	ومشبعهم من بركة لاء جوفهم
اليه اشاروا في عسا هم وسوفهم	ملاذعباد الله ملجأ خوفهم
اذا جاء يوم فيه شب الذوائب	
اليك تمد العين حين ضارعت	وفيك يفد الخلق من هول ساعة
ويرجو نداء العو كل جماعة	وانت شفيع يوم لا ذو شفاعة
بمغن كما اتني سواد بزقارب	
بليت يا خزان طول معمة	وفترة عزم في امور مهمة
فانت الذي ارجو كه في كشف غمة	وانت هجيري من هجوم ملة
اذا نشبت في القلب شر الخالب	
وان كنت لا ارجو عهود اذمة	ولا آمن الشيطان شرا ولة
فما زلت ارجو من جنابك همة	فما انا اخشى امة مد لهمة
ولا انا من ريب الزمان براهب	
فلو قطعوني في كل عرق ولينة	وقا نريت وسط البحر غرق سفينة

کما نزلت خوفا عن مقام سکینۃ فانی منکوفی قلاع حصینت

وحد حید من سیوف الحارب

شاہ ولی اللہ صاحب قصیدہ ہمزہ بین فرماتے ہیں

احس العجز عن کنہ الثناء
وذل وابتہال والا لتجاء
نفالک ابتغی یوم القضا
فانت الحصن من کل البلاد
وفیک مطامعی وبت ادتجاء

واخر ما دحا اذا ما
ینادی ضارعا بخضوع قلب
رسول اللہ یا خیر البرایا
اذا ما حل خطب مدلیہ
الیک تقجھی وبت استنادی

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اوس سے زیادہ تر اسی امر کا ثبوت منظور تھا کہ استغاثہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جائز ہے اس سے ہماری یہ غرض نہیں کہ استغاثہ کا اختصاص آپ ہی میں ہو چرکہ اس کا ثبوت مہتمم بالشان تھا مخالفین سری سے انکار کرتے تھے اور کا مقصود اصلی یہ تھا کہ جب آپ سے استغاثہ ناجائز ہوا تو عموماً ناروا ہوگا اسلئے جانتیک ہو سکا مننے اس مسئلے کو دلائل سے ثابت کیا اور مخالفین کی خدشات کا جواب دیا خداوند کریم کے فضل و کرم سی جب اس تحقیق میں ہمیں کامیابی حاصل ہوئی تو اب ہم کو اس مسئلے کے بیان کا موقع ہاتھ آیا کہ صلی علیہ وسلم عام ازینکہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین ہوں یا دوسرے علمایا زیاد یا شہدا توسل و استغاثہ اس طرح جائز ہے جو طرح انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک قسم کی استغاثہ کا ثبوت ہمنے کر دکھایا تو اب ہمیں اسکی اثبات کی زیادہ ضرورت نہ رہی لا شتر اللہ لیل مخالفین اور انکی عظمت شان کی تو مسکن نہیں ہو سکتی اور نہ یہ کہہ سکتی ہیں کہ یہ خدا کے مقرب نہیں قال اللہ تعالیٰ بلسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال یتقرب الی العبد بالنوافل حتی احبہ فاذا احببہ کنت سمعہ و بصرہ ویدہ ورجلہ ولسانہ فی لیم و فی بصرہ و فی بطنہ و فی عیشہ و فی نطقہ اولیاء اللہ کی کیفیت ہے کہ وہی نوافل سے خداوند اقدس کی ایسے محبوب ہو جاتے ہیں کہ انکی کان آنکھ ہاتھ پاؤں زبان عین باری تعالیٰ کی ہو جاتی ہیں وہ لوگ باری تعالیٰ میں فانی

اولیاء اللہ و صلی علیہ وسلم سے استغاثہ جائز ہے

ہو جاتی ہیں اور کما بقا بقا حق ہوتا ہے چنانچہ اولیاء اللہ قدس اسرارہم اسے اچھی طرح سمجھتے
ہو جتے ہیں مولانا روم فرماتے ہیں —

گفت اور امن زبان و چشم تو	من حواس و من رضا و شمع تو
روکہ بے سیمع و بے سیر تو کئے	سر توئی چہ جاے صاحب سر توئی

مولانا عبدالحی سحر العلوم قدس سرہ مثنوی مولانا روم رح کی شرح میں لکھتے ہیں این مرتبہ قرب
نوافل ست حق درین مرتبہ باطن عبد سیکر و دو عبد ظاہر و تووی او کہ باطن اندر حق خانی مشہود
و باقی بہ بقا حق می شوند پس شنیدن و دیدن و طیش و شوش و نطق کہ از قوی می شود ہمہ از حق
الغرض جو خداوند تعالیٰ کے ایسے مقرب ہیں اور انکو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھہرانا جائز نہیں پہنچتا
دلیل اول میں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمایا کہ سبح محمد
و آل محمد دعا کرین مقبول ہوگی اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم نے بحق محمد و علی و فاطمہ
و حسن و حسین دعا کے جو مقبول ہوئی اگر تو سل انبیاء و اولیاء و صلحا سے جائز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت
آدم کو تعلیم نہ فرماتا یا حضرت آدم علیہ السلام اسے تو سل نہ کرتے آداب دعا سے یہ بات قرار پائی
ہے کہ انبیاء و صالحین سے تو سل کیا جائے حسن حصین میں ہے و ان یتو سل الی اللہ تعالیٰ
بالنبیاء و الصالحین من عبادہ انہم مخلصا لما علی قاری جزائین میں لکھتی ہیں و الصالحین
ای عمق ما و خصوصاً و هو ماعد الا نبیاء من الصديقین و العلماء و
الشہداء و الاولیاء اذ الصالح من یقوم بحق اللہ بکمالہ ثم یحق عباده
چونکہ خداوند کریم ایسی دعا کو جلد قبول کرتا ہے جو حسین صاحبین سے تو سل ہو اس لیے تو سل بالصالحین
آداب دعا سی ٹھہرایا گیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے
تو سل کیا جذب القلوب میں ہے و در باب تو سل صاحبین باعتبار علاقہ کہ انشان راست
بجناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز اخبار و آثار آمدہ چنانچہ قصبہ استسقامی عمر عباس
رضی اللہ عنہما اثبات آن سیکند در خبر مسیح ارنس بن مالک آمدہ است کہ چون قحط می شد
و اساک باران روی مینمود عمر رضی اللہ عنہ در استسقا تو سل بعباس می کرد و عمر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وی گفت خداوند اچون پیش این قحط سال می شد تو سل یہ پیغمبر تو سیکر و م تو اب

میفرستادی اکنون توسل نعم بغیر تو میکنم صلی الله علیه وسلم پس بفریس رای ما آب جذب القلوب
 میں ہوا تو توسل بجناب وی در انتشار حیات و نبوی ظاہرست کہ از خصائص آنحضرت صلی الله علیه
 وسلم نیست بلکہ بعض نابالغان اور کہ بشرف متابعت و نسبت قریب او شرف اند چنانچہ اہل و اصحاب
 و دیگر اولیاء است رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز ثابت است و ثبوت کرامت و تصرف ایشان
 در کمونات کہ ما نحن فیہ فمروی از افراد اوست در اثبات مطلب کافی است و از توسل عمر بن الخطاب
 از عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما قصد است تقاضا نیز بطوری پیوند و پیچ کس را از علما
 در وی خلا فی معلوم و متحقق نیست و کذا توسل و استدعا و وسیلہ شفاعت روز آخرت انبیا و اولیاء
 و صاحبین است را نیز جائز است چنانچہ در کتب عقائد ذکر یافته اما تبرک و توسل در عالم ہرگز و
 موطن قبر در اختصاص او بحضرات قدسی سمات انبیا و رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین ترویج است
 و ظاہر جواز اوست و غیر ایشان از اولیاء اللہ و صلحا است و اللہ اعلم از بہت مجموع جواز توسل
 در حالت حیات با فہمیدہ البقائے روح نیست و شہور و ادراک و قرب و منزلت او عند اللہ کہ بایمان
 و عمل صالح و شرف اتباع سید رسل حاصل شدہ بآنکہ حقیقت معنی توسل و استدعا سوال و دعاست
 از جناب صمدیت بواسطت محبتی و کریمی کہ بدین بندہ خاص دارد یا طلب و التماس از روحانیت
 این بندہ و دعا خواہش را از حضرت عزت بوسیلہ قربتی و کرامتی کہ مراد است در آن در گاہ و در
 نص صریح در وی حاجت نیست از بہت وجود بقای ذات مستویل بہ بخلاف موطن راول بلکہ
 عدم در و نص بر منع آن کافی است نعم اگر دلیل قاطع بر اختصاص آن بحضرت انبیا صلوات اللہ علیہم
 علیہم اقا است یا بدین دست آید و الظاہر عدم الدلیل الذکور اگر گویند موت بر ایمان و حصول قرب
 الہی در غیر شخص معصوم معلوم و یقین نیست گویم بقای آن در انہای کہ مبشر اند از ان خصوصاً و
 عموماً مقطوع بہ است فیجوز التمسک بصلوہ و لا قائل بالفصل یا آنکہ در و دثار و نقل
 اخبار از شاخ کبار کہ ارباب کشف و مجربان اسرار عالم مثال اند حاسم مادہ این شبہ است
 نعم بعضی از نقضار درین مسئلہ خلاف گویند است و لکن الحق احق ان یتبع واللہ اعلم
 ترجمہ استفتاء و جواب مولوی حیدر علی صاحب ساکن ٹونک جو قریۃ العیون کے حصہ
 دوم میں لکھا گیا ہے سوال سلطان الاولیاء حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ملفوظات

مولوی حیدر علی ساکن ٹونک کی ملفوظات

کی تینتالیس مجلس میں کہتے ہیں سلعہ اللہ ولا تسالوا غیرہ واستعینوا اللہ ولا
تستعینو غیرہ یعنی مانگو تم اللہ ہی اور نہ مانگو تم غیر اور سکی سے اور مدد چاہو ساتھ اس کے اور نہ مدد
چاہو تم ساتھ غیر اور سکی کے اور حضرت امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
یجوز الاستمداد فکل واحد استمد بہ فی حیاتہ لیستمد بہ بعد حمدانہ کما قال الشیخ
عبد الحنفی نزد مشکوٰۃ یعنی جائز ہے مدد چاہنا پس ہر کوئی کہ مدد چاہے گئی ہو اس سے زندگی میں
مدد طلب کی جاتی ہو اس سے بعد مرنے اس کے کے توفیق ان دونوں روایتوں میں تحریر فرماوین
کہ وہ کون سی استعانت ہے کہ سلطان الاولیاء نے اس سے منع فرمایا ہے اور وہ کونسی استمداد
ہے کہ امام حجۃ الاسلام نے اس کے جواز کا حکم کیا جواب اس سوال سے یہ ہے کہ پہلی تحقیق
استعانت کی معنوں کی کیا ہے بعد اس کے جواب ساتھ تفصیل کے لکھا جاوے سو جاننا
چاہیے کہ استعانت کبھی تعمیل اسباب کی معنوں میں آتی ہے جیسے کہ علماء عربیہ کا اتفاق
ہے اس پر کہ کتبت بالقلم میں حرف با استعانت کی لیے ہے یعنی لکھنے میں استعانت ساتھ قلم
کے کی مینے اور یہاں پر سو اے اس کے کہ عمل کرنا ساتھ قلم کے کہ سبب کتابت کا اور
آلہ اس کا ہے اور کچھ نہیں ہے اس قسم کی استعانت ساتھ غیر اللہ کے جائز ہے بالاتفاق ساتھ جائز
شرعیہ کے یعنی اسباب مشروعہ میں اور کبھی ساتھ اس معنی کے کہ زبان یا دل سے کہے
کہ اے فلاں فلاں کام میرے میں مدد کرو اور اعانت کرو اور کلام جواز اور عدم جواز میں
ایسے معنی استعانت میں ہے اور استعانت ساتھ اس معنی کے معقول عقلا سے اور محقق صلحا
سے اس وقت ہوتی ہے کہ تین امر متحقق ہوں ایک علم اس شخص کا جس سے یہ استعانت
چاہتا ہے ساتھ استعانت چاہنے والے کی پس نہیں کہتا ہے زید عمر وغائب کو کہ میری مدد کر مگر
بطریق رسل و رسائل کے یعنی بواسطہ خط و کتابت یا پیغام سوال کے حکم حضوری کا اس میں
ہو جاتا ہے اور دوسری وہ کہ مستعان کو قدرت پرستہیں کی مدد کرنے پر مثلاً ایک شخص بادشاہ
حاجت رکھتا ہو مثلاً طلب کرنا کسی منصب کا مناصب متعلقہ سلطنت سی سو اس حاجت
کو بادشاہ سے طلب کرتا ہو اور متوسلون بادشاہ کی سے استعانت چاہتا ہے نہ اور شخص سے
کہ ان کو قدرت اس مدد پر نہوا اور بھی متوسلون مذکور سی نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ منصب مجھ کو دو

میسرے وہ کہ مستعان کو مستعین پر ایک نوع کی شفقت اور رحمت ہو پس لڑکا مان
 باپ سے اور دوست دوستوں سے اپنے کاروبار میں مدد طلب کرتا ہے نہ غیروں سے اور یہ
 تینوں معنی یعنی علم اور قدرت اور رحمت ماسوی الدین یعنی اللہ تعالیٰ کی غیرین نہیں ہوتی ہر
 لیکن کمتر اس سے کہ حضرت حق تعالیٰ میں ہے سواستعانت بغیر اللہ تعالیٰ کے یعنی
 مدد چاہنے بغیر اللہ تعالیٰ کے مردوں سے کالمین ہوں یا غیر کالمین غیر معقول ہے
 نہ کہا جاوے کہ بنا براس امور ثلاثہ مذکورہ کے لازم آتا ہو کہ مدد طلب کرنا زندوں کا
 آپس میں بھی ناجائز غیر معقول ہو نیز امور ثلاثہ کے اس لیے کہ اس کے جواب
 میں ہم کہیں گے کہ فیما بین احیائے زندوں کا آپس میں مدد چاہنا مخصوص ہر
 نئے قرآن شریف سے ثابت ہر اور ملحق ہے ساتھ معنی اول کے
 کہ تعمیل بمعنی عمل میں لانا اسباب کا ہر فرمایا اللہ جبارک تعالیٰ نے تعاوینا
 علی البر والتقوی ولا تقوا نوا علی الاشهر والعدوان پس قول حضرت
 غوث الاعظم رحمہ اللہ کا جیسا کہ مطابق توحید طریقت کے ہو ویسا ہی مطابق توحید شریعت
 کی بھی ہو جیسے کہ حدیث شریف میں ہر اذا سئلت فاسئل الله واذا استعنت
 فاستعن بالله یعنی جب سوال کرے تو پس سوال کر اللہ تعالیٰ سے اور جب مدد چاہی
 پس مدد چاہ ساتھ اللہ تعالیٰ کے اور جو کہ مردے نظر سے غائب ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نگاہ
 بشر سے سبب علو یعنی برتری اور عظمت اپنی کے متعالی ہو یعنی دکھائی نہیں دیتا لیکر قرب
 اور بعیت ساتھ ہر کسی کے مخلوق سے اللہ تعالیٰ کو حاصل ہو چنانچہ آیہ شریفہ نحن اقرب
 الیہ من جبل الودید یعنی ہم بہت نزدیک ہیں طرف اس کے گردن کی رگ سے اور
 واللہ معکم ایما کہ مستعین اور اللہ تعالیٰ ساتھ تمہاری ہر جہان کہیں کہ ہو تم پس باوجود ایمان کہ
 کی ساتاں معنی کے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ساتھ دوسروں کے کہ مخلوقات مردوں سے کہ ہر ایک دوسرے کو
 نہیں دیکھتا اور اللہ تعالیٰ قرب ہر صبیح ہر عصر ہر جمع ہر ہفتہ دوسرا پھر دوسروں سے مدد چاہنا غیر
 جائز اور غیر معقول ہو گا پس محل کلام حضرت امام حجۃ الاسلام کا اس بیچدان کی نزدیک وہ کہ استعانت
 مخصوص ساتھ آدمی مستعین کے ہو گی کہ مستعین مستعان سے محبوب نہوا اور اسکو ملاقات روحانی ساتھ

مستعان کے سوتے یا جاگتے ہیں ہمیشہ ہو کہ اس صورت میں دونوں کو حکم زندوں کا آپس میں
 پس یہ قیاس علی الاحیاء جائز ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ہمارا اولیاء انتہی مجھے خیال تھا کہ مولوی صاحب
 اس مقدمے میں کوئی دل چسپ مضمون لکھیں گے لیکن یہ تحریر تو ایسی نہیں ہے جسکی نسبت یقین کیا جا
 کہ کسی فاضل کی لکھی ہو مولوی صاحب نے اسکی تحریر میں عبث اپنا وقت ضائع کیا استغاث
 کے لیے ایسی قدرت کچھ ضرور نہیں ہے کہ اس کام کو پورا کر دکھائیں بلکہ تھی قوت کافی ہے
 جس سے وہ انجام مرام کا ذریعہ ہو جیسے وزیر کو مستقل طور پر منصب یا جاگیر دینے کا اختیار
 نہیں ہوتا مگر تنہا اختیار ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ کی حضور میں عرض معروض کرے تاکہ بادشاہ
 اس سے اپنی عنایت خاص سے سرفراز کرے پوری قدرت بادشاہ کے لیے البتہ درکار ہے کہ وہ اس
 قدرت سے ایسے کام کرتا ہے یہ اختیارات خاص اس بادشاہ کے ہیں جسکی بارگاہ میں
 کسی ارکان دولت کو دخل نہیں اگر ہو تو اسی قدر کہ موقع پا کر عرض معروض کریں انبیاء اللہ
 اولیاء اللہ میں علم تو بیشک ہوتا ہے اور انہیں بقدر ضرورت قدرت بھی ہے وہ ایسے مقبول بارگاہ
 ایزدی ہیں کہ اسکی عالی جناب میں دعا کر سکتی ہیں چنانچہ بیشتر اذوات مقدسہ اسی لیے
 موضوع میں ہی شفقت اسکا انکار تو شاید کوئی شخص نہیں کر سکتا اگر انکو خداوند کریم شفقت
 نہ دیتا تو اسلئے بنا تا کیوں حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ جو مخصوص قرآنی ہے البتہ اس مقام سی
 نہایت مناسب رکھتا ہے تو اس کے مولوی صاحب اس امر کا دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ اوصاف
 مختصات ذات باری تعالیٰ سے ہیں جب مختصات سے نہوے اور ذوات مقدسہ میں بھی
 بقدر ضرورت پائی جاتی ہیں تو ان سے استغاثہ و توسل لامحالہ جائز ہوگا باقی رہا حیات
 مات کا فرق یہ ذہنی امر ہے تعاد و تعاد علی البر والتقویٰ سے یہ بات نہیں
 پائی جاتی کہ زندے معاونت کریں اگر مروے اعانت کریں گے تو معاتب ہوں گے یا اعانت
 چاہنے والے کا فٹھرہ لگے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب معاونت زندوں کی تسلیم کی گئی بلکہ وہ حکم
 نص اعانت پر مامور ہو تو مردے اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے اسلئے کہ عالم برزخ میں
 نسبت احوال کی اموات کے امداد قومی ہوتی ہے چنانچہ شیخ ابو العباس حضرمی کا قول نقل کر چکا
 ہوں استغاثہ کی کیسی خوب صورت بیان کی گئی جناب والا استغاثہ ہر صورت میں ہو سکتا ہے

ملاقات روحانی ہو یا نہ ہو امام غزالی کے کلام میں کمین قید نہیں ہو سیدھی بات یہ ہو کہ حضرت
 غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا کلام توکل پر مبنی ہو امام غزالی کی تقریر تحقیقی ہی پھر اس قدر تاویلات
 بے مبدہ کی احتیاج نہ تھی بعض متعصبین کہتے ہیں کہ امام غزالی فلسفہ میں پھنس گئے اور کتب
 فلسفہ پر ان کا اعتماد ہو گیا اسوجہ سے ان پر بے نہایت فساد و مرتب ہوئے جبکہ علم سوائے
 اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں جو شخص ایسا وغیرہ کو دیکھے وہ اس قول کی تصدیق کر سکتا ہو بشرطیکہ
 اسے علوم شرعیہ میں مہارت بھی ہو ابن العربی کا قول یہ کہ امام غزالی فلسفہ میں گھسے پھر
 نکلنا چاہا مگر اچھی طرح نہ نکل سکے یہ شاکر دکان کا کلام ہو جو اپنے استاد کے حال سے خوب
 واقف ہوتے ہیں فقط ہم کہتے ہیں امام غزالی وہ شخص ہیں جن کی نسبت تاریخ ابن خلکان
 میں ہو لکن للطائفۃ الشافعیۃ فی النوح عصرہ مثلاً یعنی امام غزالی اپنی اوامر
 عمر میں علما سے شافعیہ میں آپ اپنی نظیر تھی غیر اخبار میں غیر میں فاضل ذہبی لکھتے ہیں
 وفی الجملة ما دای الرجل مثل نفسه بیشک امام غزالی وحید عصر تھے در الفوائد
 ملفوظات حضرت شاہ غلام علی رح سے معلوم ہوتا ہو کہ امام غزالی کا مثل شافعیہ میں نہوا
 صاحب رد الملحدین اور امام غزالی کی تحجین چوٹا منہ بڑی بات ہم عبد الرحمن بن حسن کو خوب
 جانتے ہیں اس غیر کو کیسی سعادست سمجھنے کی پوری لیاقت نہیں لاحوال ولا فتوة
 اس تعصب کا کچھ کانا ہو صرف اس خیال سے کہ امام مجوزین استغاثہ سے ہیں امام کو فلسفہ
 ٹھہرایا اگر امام نے کتب فلسفہ پر اعتنا کیا ہو تو شخص کیسیا و احیاء وغیرہ کتب دینیہ کو کیا شفا
 و اشارات سمجھا ہو امام نے کتب فلاسفہ کی طرف اس لیے توجہ کی کہ مسلمانوں کو فلاسفہ کی
 سبزی باغ کی طرف میلان ہو گیا تھا اگر دلائل فلسفیہ باطل نہ کہی جاتی اور علم کلام کی بنا مضبوط
 نہ کی جاتی تو گون کی نظروں میں دلائل نقالیہ شرعیہ کی وقعت نہ رہتی قسم قسم کے کبھی دین
 میں پھیل جاتی کتب علم کلام عموماً اور ثبات الفلاسفہ خصوصاً دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ امام
 مسلمانوں کی دینی ہونی گشتی کو کس جدوجہد سے کنارہ پر لگایا احیاء وغیرہ دیکھنے سے
 ہرگز یہ بات نہیں پائی جاتی کہ امام یا امام کی کلام کو شرنی گھیر لیا تھا لغو ذہن منہ
 اگر شاکر دکان کا کلام پیش نظر ہو تو امام الحرمین ابو المعالی نیشاپوری کے کلام کو کیوں نہیں ملاحظہ

صاحب رد الملحدین کی غلطی

ج

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

بجہ

فرماتے امام الحرمین امام کی کیا کچھ تعریف نہیں فرماتے تو دنیا میں کون شخص ایسا گذر رہا ہو
جو بالاتفاق مدوح خلّاق ہوا ہو بحث اصلیت و واقعیت میں ہر اس مقام پر امام الحرمین
و ابن العربی کا آپس میں موازنہ کرنا چاہیے آیا امام الحرمین کے سامنے ابن العربی کی کچھ حجت
ہو تاریخ ابن خلکان میں ہر دو صدقہ من الاعیان المشار الیہ صحفی نہ من استاذہ و
کا اسناد کا یہ بیچ بے بیچ یعنی امام غزالی اپنے استاد کے زمانے میں مشہور علما سے سمجھ
جاتے تھے ان کے استاد اس سے خوش ہوتے تھے ایسی صورت میں ابن العربی کا جواب اس قدر
کافی سمجھتا ہوں کہ ہر جگہ خالف سیبویہ الا خفش نہیں کہہ سکتے ابن قدامہ مغنی زوی الافہام میں
لکھتا ہو ویباح التوسل بالصالحین احياء و اموات یعنی سبوح ہر توسل صالحین
سے عام ازینکہ زندہ ہوں یا مردہ پھر ابن قدامہ نے اس پر علما سے مذاہب اربعہ کا اتفاق
لکھا ہو ابن احمد رعاۃ الکبریٰ کے باب الاستسقا میں لکھتے ہیں ویباح التوسل بمن یج
الاجابة من الصالحاء والعلماء وغیرہ موقوف و ان بعد و او قریب و اولہ
یخرجوا مع التماس یعنی استسقا میں توسل ایسے شخص سے مباح ہر جگہ توسل سے
و عاقبول ہونی کی توقع ہو عام ازینکہ وہ صلحا سے ہوں یا علما سے یا اولیٰ علاوہ دور ہوں
یا قریب مگر اس جماعت میں شریک نہ ہوں ابن مفلح فروع میں لکھتے ہیں ویجوز التوسل
بالصالحین وفیل یستحب یعنی توسل صالحین سے جائز ہے بعض فقہانے کہا ہی
مستحب ہو تراوی نے دلائل و اضحات فی اثبات لکرامات فی السیوۃ و بعد المات میں لکھا ہو
و ما نص علی ثبوتها بعد المات شیخ الاسلام بن الشیمۃ الحنفی
و الشیخ عبد الباقي المقدسی الحنفی فی السیوف الصقال الشیخ احمد الغنی الحنفی
اس رسالی کے نام ہی سے ظاہر ہو کہ کرامات اولیا کی کچھ حیات پر منحصر نہیں ہر منجملہ کرامات کی
یہ بھی ہر مقامات بعیدہ سے لوگوں کی استغاثہ و توسل پر اطلاع ہو جائے اور ان کی انجام
مرام کی دعا کریں جس سے ان کا مطلب برآسی نفحات النبویہ فی الفضائل العاشوریہ تصنیف
شیخ حسن عدوی خمرادی میں ہو کہ شیخ الاسلام ربلی سے سوال کیا گیا کہ عوام شائد کے وقت
جو یا شیخ فلان کہے استغاثہ کرتے ہیں تو بعد موت کے اعانت جائز ہو شیخ نے جواب میں

فرمایا ان الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والا ولیاء والصالحین والعلماء جائز
فان لهم اغاثته بعد موتهم کحیاء تهم فان معجزات الانبیاء کرامتلا ولیاء
یعنی استغاثۃ انبیاء مرسلین واو لیا صالحین وعلماء سے جائز ہے یہ استغاثۃ حیات ہی سے متعلق نہیں
ہے بلکہ بعد موت کے بھی جائز ہے اسلیے کہ انبیاء اللہ کا معجزہ اولیاء اللہ کی کرامت ہو غرض استغاثۃ
کی اونکو اطلاع ہونا یہ اقبیل معجزہ یا کرامت ہی تو قرب وبعد کا لحاظ نہایت شہری محضے شرح منہج
ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ویجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ والاستغاثۃ
بالانبیاء والمرسلین والعلماء والصالحین بعد موتهم لان معجزۃ الانبیاء
وکرامۃ الاولیاء لا ینقطع بموتهم واما الانبیاء فلا ینھم احیاء فی بقورهم یرسلون
ویجھون کما ویردت الاخبار لیجی اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و اولیاء
استغاثۃ بعد موت کے بھی جائز ہے اسلیے کہ معجزۃ انبیاء و کرامت اولیاء انکی موت سے منقطع نہیں
ہوتی اور انبیاء تو اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں نماز پڑھتی ہیں حج کرتے ہیں اس مقام پر بھی شہر
نے یہ نہ لکھا کہ حیات و موت میں انکا درجہ مساوی ہے بلکہ معجزہ و کرامت سے بحث کی اوسکا ہی
مقصود ہے کہ اوسکی اطلاع مقامات بعیدہ سے اوقات مختلفہ میں ایک قسم کا معجزہ یا کرامت ہے
اور یہ دونوں امور اونسے بسبب موت کے منقطع نہیں ہوتی سید احمد حموی نفحات القرب
والاتصال میں لکھتے ہیں واما بعد مما تھم فتصرفھما ہوا باذن اللہ تعالیٰ
واسرادۃ لا یشریک لہ خلقا وایجادا لکر مھم اللہ بہ واجراہ علی اید یھم و
بسببھم خرقا للعادة وتاثرۃ بالھام وتاثرۃ بدعائھم وتاثرۃ بفعالھم
واختیارھم وتاثرۃ بغير اختیارھم وتاثرۃ بالتوسل بھم الی اللہ تعالیٰ
فی حیائھم وبعد مما تھم مما یمکن فی القدرۃ الالہیۃ ولا یقصد الناس
بسوا الھم ذلك منهم قبل الموت وبعدہ نسبتھم الی الخلق والایجاد
والاستقلال بالافعال فان ہذا لا یقصدہ مسلم ولا یخطر ببال احد من
العوام فضلا عن غیرھم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب
التلبیس فی الدین وتشویش علی عوام موحدین وکیف یحکم

بالکفر علی من اعتقد ثبوت النصف بهر فی حیاتہم وبعد مما تھم حیث
 کان مرجع ذلک الی قدرۃ اللہ تعالیٰ خلقاً وایجاد کیف وکتب جمہور
 المسلمین طافحۃ بہ وانه جائز وواقع لامرۃ فیہ البتہ حتی یکاد ان
 یلحق بالضروریات بل بالبدیہیات وذلک لان جمیع کرامات ہذا الامۃ
 فی حیاتہم وبعد مما تھم تصرفاً او غیرہ مرجعہ لہ معجزات
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدالۃ علی نبوتہ وعموم رسالتہ
 الباقیۃ بعد موتہ لا ینقطع دوامہا ولا یحد واما بتعدد الکرامات فی کل عصر من
 الاعصار الی یوم القیامۃ جموی فی اس مسئلہ کو صاف صاف لکھ دیا فرماتے ہیں کہ بعد
 انتقال انبیاء السد واولیاء السد کے جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ خداوند کریم کے حکم و ارادے
 سے ہوتے ہیں خداوند کریم نے اونکو اس تصرف سے بزرگی دی ہوا نکاح تصرف کبھی بطور خرق
 عادت ہوتا ہر کبھی بالامام کبھی اونکی دعا سے کبھی اونکے فعل و اختیار سے کبھی بغیر اختیار کے
 کبھی اون سے توسل کرنے سے عام ازینکہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر گئے ہوں جو لوگ اون سے
 سوال کرتے ہیں اونکو مستقل سمجھ کے نہیں سوال کرتے یہ کسی مسلمان کا کام نہیں عوام کے
 بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو ب جائز سمجھنے پھر خواہ مخواہ یہ کہنا کہ خواہ
 یا عوام خاصۃ استغاثہ و توسل میں اونکو مستقل بالذات سمجھتے ہیں ایک قسم کا فریب ہر دین
 میں اور موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہی ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا شخص کیونکر کا فر ہو سکتا ہو جسکا
 یہ خیال ہو کہ اونکی تصرفات کا مرجع خلقاً وایجاداً خداوند کریم کا حکم ہوا اگر یہ ناجائز ہوتا تو مجاہدین
 اوسکے جواز کا فتویٰ کیوں دیتے اونکے تصرف میں کسی قسم کا شک نہیں بلکہ یہ بدیہیات میں
 داخل ہوا لیا و السدی کرامات عام ازینکہ عالم حیات میں اونکا ظہور ہوا ہوا بعد مات کے
 سب آپکے معجزات سے ہوا آپکی نبوت وعموم رسالت پر دال ہر قیامت تک یہ طریقہ جاری رہے گا
 مدظل میں ہر کہ امام ابو عبد اللہ بن نعمان کتاب سفینۃ النجا لالہل الاتجار میں تحریر فرماتے ہیں
 تحقق لذوی البصائر ولا اعتبار ان زیادۃ قبور الصالحین محبوبۃ
 لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جارۃ بعد مما تھم

کما كانت في حياتهم والدعاء عند قبول الصالحين والتشفع بهم معمول به عند
علماء المحققين من أئمة الدين يعني ارباب بصيرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے
کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت کے لیے بہتر ہے اولیاء اللہ کی برکت اور ان کے انتقال کے بعد
اویسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالم حیات میں تھے علما کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قبور کے پاس دعا کرتے ہیں
اور ان سے توسل کرتے ہیں توضیح الہدیٰ باعمال التقیہ میں زیارت قبور کے آداب میں لکھا ہے
والسابع ان يلزم من يارث قبور الانبياء واهل البيت والعلماء والصلحاء والاغنياء فقد
اللزيم قوم كثير من ائمة امتنا هؤلاء وراوا بركة ذلك فحققوا حصول النفع به عاجلا
واستجابة الدعاء عندهم والتشفع بهم الى الله سبحانه في نيل ما ليس دفعه ما يضره
اشتغالهم حصول البركة بزيارتهم يعني عن تقریر یہاں چلیے کہ زیارت قبور انبیاء و
اہل بیت و علما و صلحا و اقیما کا التزام کرے ایک قوم نے ان کی قبور کی زیارت کا التزام کیا جس سے بہت
کچھ برکت پائی گئی اور جلد نفع ہوا ان کے توسل سے جلب نفع و دفع ضرر ہوتا ہے زیارت کی برکت فی نفسہ
استدھر مشہور ہے جس کے اثبات کی ضرورت نہیں علامہ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر بن مصداق بن
فضل الشافعی اللخمي حجة الاسرائيلين لکھتے ہیں من استغاثني في ذكره كشفت عنه ومن ناداني
باسمي في شدة فرجت عنه ومن توسل بي الى الله عز وجل في حاجته قضيت له ومن صلى
ساعتين يقرء في كل ركعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشر مرة ثوابه
على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد السلام ويسلم عليه ويدكرني
شعرا يخطوا الى العراق احدى عشر خطوة ويذكر اسمي يذكر حاجته فانها تقضى
یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتی ہیں کہ جو شخص اپنی کسی مصیبت میں ہے استغاثہ کری مصیبت دور ہو جائے گی
اور جو شخص تکلیف میں ہے یا نام لیکے مجھے پکاری تکلیف جاتی ہو گی اور جو شخص کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ سے
میرے توسل کری وہی حاجت برائی کشف و فرجت و قضیت کو جب صیغہ مجہول کا کہیں تو یہ معنی ہونگے اگر تکلم کا
صیغہ کہیں تو یہ مطلب ہوگا جو شخص مصیبت میں ہے استغاثہ کرے ہم اس کی مصیبت دور کریں گے اور جو شخص
تکلیف میں ہے یا نام لیکے پکاریے ہم اس کی تکلیف کو دور کریں گے اور جو شخص کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ
ہمارا توسل کرے اس کی حاجت ہم برائیں گے چونکہ مستغاث و مذکر نیا لے توسل کی حاجت حضرت غوث کی دعا

دو وساطت سے برآتی ہر اس لیے حاجت روائی حضرت کی طرف منسوب کی گئی ورنہ مختار حقیقی اللہ تعالیٰ ہے
 بھجۃ الاسرار میں ہر دو من صلی رکعتیں پھر فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص
 احدى عشر قسمة ثوبی صلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد السلام
 ویسلم علیہ ویدکر فی ثوبی یخطوا الی جهة العراق احدى عشر قسمة خطوة و
 یدکر اسمی ویدکر حاجتہ فانہا تقضى یعنی حضرت غوث پاک فرماتی
 ہیں کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ کی گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے سلام کے
 بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو دو سلام بھیجی اور پکار کر کہے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور ہر انا میں
 اور اپنی حاجت کا ذکر کرے وہ حاجت برائی کی منکرین اس قسم کے توسل کی نسبت بہت کچھ لغویات کہتے ہیں ہم
 کہتے ہیں کہ اولاً اسمیں کسی قسم کا محدث شرعی نہیں قضای حاجت کے لیے نماز کا پڑھنا تو احادیث فصیحہ سے ثابت ہے
 بعد نماز کے دو دو سلام غیر مشروع نہیں بلکہ دو دو سلام سی دعا مقبول ہوتی ہے حضرت غوث کا ذکر ناجائز نہیں
 جسوقت اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے رحمت نازل ہوتی ہے حدیث میں ہے عند ذکر الصالحین یزال الرحمة
 چنانچہ اسے ابن جوزی نے مقدمہ صفوة الصفوة میں لکھا ہے اسمیں نئی بات یہ ہو کہ کڑے ہو کے گیارہ قدم بغداد کی
 طرف جانا حضرت غوث کا ذکر کرنا اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا ہم جہان تک غور کرتے ہیں اسکے عدم جواز کی کوئی وجہ
 نہیں باقی توسل و تشفع ہر صورت میں جائز ہے آدمی کڑا ہو یا بیٹھا البتہ کڑے ہو کے توسل کرنے میں اتھام
 مقصود ہوتا ہے بغداد کی طرف چلنا صرف اسی خیال سے ہو کہ توسل حضرت غوث سے ہے جنکا مزار مقدس بغداد
 شریف میں ہے اگر یہ کہیے کہ یہ عبادت ہے تو ہم کہتے ہیں غلط گیارہ قدم چلنا نہ داخل عبادت ہے کسی عبادت کی
 شبیہ صاحب بھجۃ الاسرار نامی فاضل تھے اس جلیل الشان فاضل کی نسبت امام یافعی مرآۃ العجائب میں لکھتی
 ہیں الشیخ الامام الفقیہ العالم المقری اور حافظ ذہبی طبقات القراءین لکھتے ہیں الامام
 البیہقی البیہقی القراء علماء نے بھجۃ الاسرار کی بہت تعریف کی ہے شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے
 تالیف قلب الایف میں لکھا کہ بھجۃ الاسرار کتابست مقرر مغیرہ مذکورہ مشہورین المشائخ والعلماء صنفہا
 بعض عظماء المشائخ المقریین و بینہ و بین الشیخ رضی اللہ عنہ واسطتات
 اور ثابت من السنن میں لکھا ہے قد ذکر فی بھجۃ الاسرار الکتاب المشہور فی بیان احوال
 هذا الشیخ الذکی المختار ہدایتہ الثقات من المشائخ الکبار

و بین مصنف ہذا الکتاب بین الشیخ رضی اللہ عنہ واسطیٰ الفخیر اور انہما الفاضلین مولوی
 محمد غوث مدرسی نے تحریر کیا ہو و استخراج نمود اندر اگر کتب معتبرہ مثل ہجۃ الاسرار و معدن الانوار تصنیف
 فقیہ عالم عامل فاضل کامل مقری علامہ محدث فاضل شیخ نور الدین ابی الحسن علی الخ اس منقول کو
 علماء محدثین و فقہا کی جماعت نے اپنی کتب میں وارد کیا ہو جیسے شیخ محمد الدین شیرازی فیروز آبادی
 الروض الناظرین اشیر محمد بن سعید الرنجانی فی نزہۃ الخواطرین اور شیخ شہاب الدین القسطلانی
 فی الروض الزاہرین اور امام عبد اللہ الیافعی نے خلاصۃ الفاضلین اور شیخ نور الدین الشطنوفی نے
 ہجۃ الاسرارین اور شیخ ابوبکر بن نصر فی انوار الناظرین اور سعید عبدالقادر العیدروس نے الدار الفاضلین
 اور شیخ محمد بن یحیی التناونی نے قلائد الجواہرین اور شیخ محمد الحق دہلوی نے زیۃ الآثار منتخب
 ہجۃ الاسرارین اور شاہ ابوالمعالی فی تحفہ قادیانین اور مولوی محمد غوث نے انہما الفاضلین قاضی
 مدرسی نے شراہ الجواہرین اگر شرک ہو تا تو اسے جائز کیوں کہتے علماء و فقہا و محدثین کی جماعت کا اسکو
 معتبر جانکر نقل کرنا اسکے جواز پر سند کافی ہو آج جوڑی صفوۃ الصفوۃ میں لکھتے ہیں انہ کا اہل ہدیہ
 الجذلی بقول قتبر معروف کسخی التریاق الحریب امام شافعی کا قول ہے
 کہ امام مہدی کا ظم کی قبر اجابت و عکس کے لیے تریاق مجرب ہو بعض متعصبین کہتے ہیں کہ امام شافعی
 کا یہ قولہ جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ قبر امام کا ظم کی تریاق مجرب ہو جو لوگ امام شافعی کے علم و مذہب
 سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ صریح غلط ہو امام شافعی نے دعا کی وقت استقبال قبلہ
 کو منع کیا ہو اور کہا ہو کہ دعا کی حالت میں قبلہ کا استقبال کیا جائے امام شافعی صاحب کتب کیوں
 امر کو جائز سمجھ سکتا ہو جسکی ممانعت احادیث میں جو حیثیت کا تختہ واقعہ محمد بن عبد اللہ اوس و ن کو
 کہتے ہیں جہین دعا و سلام کے لیے آتی کی عادت ہو جب اشرف القبور سے اعتیاد کی ممانعت ہوئی
 تو دوسری مقابلہ سے بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی علقے شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی نے
 کہا کہ ہم مکروہ سمجھتے ہیں اس امر کو کہ کوئی مخلوق بڑا سمجھا جائے تاکہ اسکی قبر مسجد بنائی جائے فقط ہم
 کہتے ہیں کہ جو لوگ مذہب و علم امام شافعی سے بخوبی واقف ہیں وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ قبر امام کا ظم کی تریاق
 مجرب نہیں ہو یا امام شافعی کی طوطی منسوب کیا گیا ہو غلط ہو دعا کی حالت میں استقبال قبلہ نہ کرنا امر آخری اور دعا
 کا قبر کے نزدیک مقبول ہونا شئی دیگر ہو اگر قبر کے نزدیک دعا ناجائز ہو تو نفس دعا کو منع کرتی نہ تاکہ

امام شافعی کا قول ہے
 کہ امام مہدی کا ظم کی قبر اجابت و عکس کے لیے تریاق مجرب ہو بعض متعصبین کہتے ہیں کہ امام شافعی کا یہ قولہ جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ قبر امام کا ظم کی تریاق مجرب ہو جو لوگ امام شافعی کے علم و مذہب سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ صریح غلط ہو امام شافعی نے دعا کی وقت استقبال قبلہ کو منع کیا ہو اور کہا ہو کہ دعا کی حالت میں قبلہ کا استقبال کیا جائے امام شافعی صاحب کتب کیوں امر کو جائز سمجھ سکتا ہو جسکی ممانعت احادیث میں جو حیثیت کا تختہ واقعہ محمد بن عبد اللہ اوس و ن کو کہتے ہیں جہین دعا و سلام کے لیے آتی کی عادت ہو جب اشرف القبور سے اعتیاد کی ممانعت ہوئی تو دوسری مقابلہ سے بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی علقے شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا کہ ہم مکروہ سمجھتے ہیں اس امر کو کہ کوئی مخلوق بڑا سمجھا جائے تاکہ اسکی قبر مسجد بنائی جائے فقط ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ مذہب و علم امام شافعی سے بخوبی واقف ہیں وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ قبر امام کا ظم کی تریاق مجرب نہیں ہو یا امام شافعی کی طوطی منسوب کیا گیا ہو غلط ہو دعا کی حالت میں استقبال قبلہ نہ کرنا امر آخری اور دعا کا قبر کے نزدیک مقبول ہونا شئی دیگر ہو اگر قبر کے نزدیک دعا ناجائز ہو تو نفس دعا کو منع کرتی نہ تاکہ

استقبال قبر کو حدیث لاتخذوا قبری عبدی سی باحدی الدلالات التالفة یہ بات
 نہیں پائی جاتی کہ قبر امام کاظم کی تربیت مجرب نہیں ہے یا قبر کے پاس دعا ممنوع ہے عید کے
 مفہوم میں تردد والد عداوہ داخل نہیں احادیث کی عبارت میں اپنی طرف سے کسی معنی کا پڑنا
 کب جائز ہو اگر کسی بات بنانے کے لیے کوئی تاویل کی گئی تو خصم کے نزدیک کب مقبول و
 قابل تسلیم ہو سکتی ہو مخالفین کا معمول ہے کہ جب کوئی بات نہیں بن پڑتی تو آیات و احادیث
 نقل کر کے اوسکے معنی اپنے ذہن سے تراشتے ہیں تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ یہ لوگ جو دعویٰ
 کرتے ہیں اوسکو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے میں مگر جب اہل حق سے مقابلہ ہوتا ہے ہر جگہ
 شکستے ہیں اب ہم اس حدیث کا حال مختصر طور پر لکھا جا رہے ہیں جانا چاہیے کہ اولاً یہ حدیث
 معتبر نہیں ہے اس حدیث کی روایت سے عبد اللہ بن نافع ہے جو مجروح ہے مسالک الحنفی مشایخ
 الصلوٰۃ علی النبی المصطفیٰ میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں وقال البخاری فی حفظہ شیخ
 وقال احمد لم یکن بذالک فی حدیث وقال ابو حاتم و یحییٰ بن حنبلہ فی حفظہ لہم ملخصاً ثانیاً
 نہی کی مختلف وجوہ بیان کیے گئے ہیں پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سامع نکر و اور کیل
 کو نہ مچاؤ جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا مسالک الحنفی میں ہے ای نہی عن الاجتماع
 لزیارتہ لاجتماعہم کالعیہ۔ کما کانت الیہ وجہ والنصارى یجتمع لزیارۃ قبور
 انبیائہم ویسغلون بالہی کما یفعل فی الاعیاد۔ دوسری وجہ قبر شریف
 کے پاس عید کا سامع نکر و جہین لوگوں کو مشقت ہوتی ہے مسالک میں ہے ویجتمعون ان یکون
 نہیہ فی جہۃ المشقة الحاصلة من الاجتماع تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی قسم
 کی عادت نکر و جس سے ادب دل سے جاتا ہے مسالک میں ہے ویجتمعون ان یکون
 العید اسما من الاعیاد یعنی لاتجعلوا قبری محل اعتیاد یعنی اعتیاد نہ لے لیا یقیناً
 ذلک الی سوء الادب و ارتفاع الحشمة انتہی ملخصاً چوتھی وجہ قبر شریف پر
 عید کی طرح گاہی ماہی نہ آیا کرو مسالک میں صاحب سلاح المؤمنین سے منقول ہے ویجتمعون ان یکون
 المراد الحشۃ علی کثرۃ زیارۃ ولا یجعل کالعید الذی لایاتی فی العاد
 الا مرتین اگر ہم اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیں جب بھی اس سے احتجاج صحیح نہیں ہو سکتا

اس لیے کہ حدیث محل محل معالیٰ عدیدہ ہوتا ہے کسی معالیٰ سے یہ بات پائی نہیں جاتی کہ قبر کے
 قرب میں دعا ناجائز یا غیر مقبول ہو امام شافعی امام اعظم کے مزار کو بھی محل اجابت سمجھتے ہیں
 ابن تیمیہ نے اس کا سخت انکار کیا ہوا وہی سمجھ میں بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ شافعی حجاز و یمن و شام
 وغیرہ کو بھی گئے ہیں جہاں انبیاء و اہل بیت کے مزارات ہیں پھر اس کے کیا مضنی ہیں کہ سوائے
 قبر امام کے کہیں دعا قبول نہیں ہوتی تھی پھر امام ابو یوسف و محمد وغیرہ حج نہ امام کی قبر پر
 جاتے تھے نہ کسی دوسرے کی قبر پر اور خود امام شافعی قبور کی تعظیم فتنے کے خوف سے مکروہ
 سمجھتے تھے فقط ہم کہتے ہیں کہ شافعی حج کے کلام میں حصر نہ کو نہیں مقصود یہ ہے کہ امام کے
 مزار پر دعا مقبول ہوتی ہو اگر ہم تسلیم کر لیں تو اصل یہ ہے کہ عالم برزخ میں جس روح کو ذات
 صفات باری تعالیٰ میں استغراق کلی ہوتا ہو وہاں دعا مکمل مقبول ہوتی ہو جہاں توجہ الی الخلق
 بھی ہوتی ہو وہاں بیشیہ مقبول ہوتی ہو عام انہی کہ وہ فاضل ہو یا مفضول دعا کی مقبولیت سہی
 کیسے کسی پر فاضل نہیں کہہ سکتے اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اصحاب امام اعظم حج امام کی
 قبر کو محل اجابت نہیں سمجھتے تھے یا استغاثہ و توسل کی غرض سے بغداد کو نہیں جاتے تھے شیخ محمد
 شامی حافظ جلال الدین کے شاگرد تھے و اسحاق فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان میں لکھتے ہیں
 لم یزل العلماء و ذوالحجرات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ
 عنہ و یتقو سلون الی اللہ تعالیٰ فی قضاء حوائجہم و یرون فی خدائک
 منہم الامام الشافعی رحمہ یقول انی لا تبرک بانے حنیفۃ
 واجئ الی قبرہ و اسالت اللہ عندہ انما یبعد حتی تقضی
 اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ علما و اہل حاجات قبر امام کی زیارت کرتے تھے
 اور اپنی حاجات میں توسل کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس سے حاجت برآتی ہو اس میں صحابہ
 امام بھی داخل ہیں ابن حجر مکی شافعی نے بھی زیارت النعمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان میں اس ضمن میں
 کو لکھا ہے اگر بہت تعظیم کو اس بحث سے زیادہ خلق نہیں ہو اگر فتنے کے خوف سے قبور مخلوق کی تعظیم کو امام
 شافعی حج مکروہ سمجھتے تھے تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ توسل و دعا کو ناشرع سمجھتے ہوں
 اغاثۃ اللہ فیہاں میں پہلی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اکثر متاخرین اس بات کو خیال کرتی ہیں کہ دعا قبور کی نزدیک تعب

ہوتی ہو کر لکھتا ہو الحکایۃ المنقولۃ عن الشافعی انہ کان یقصد
الدعاء عند قبرا بنی حنیفۃ من الکذب الظاہر مگر اسکی کذب پر کوئی دلیل
پیش نہوئے جب ابن تیمیہ وابن قیم کے کلام کو اس باب میں ہم نامقبول سمجھتے ہیں تو پھر
صراط واغاثہ کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت ہو کیا تھی صاحب صواعق النبیہ نے ناحق
صفحہ کا صفحہ ورق کا ورق انھیں اقوال سے سیادہ کیا ہو شائع کیا ہوا ہے کہ شیخ معروف
کرنی و شیخ عبدالقادر جیلانی رح حیات و ممات میں انکے تصرف برابر ہیں ابوالقاسم شیری اپنے
رسالے میں لکھتے ہیں ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی کان من المشائخ الکبار
و حجاب الدعوات لیستشفی بفقیر البغدادی قبرا معروف تریاق و عجیب یعنی معروف مشائخ کبار سی تھی انکی
و عامقبول ہوتی تھی بغداد کی رہنی والی انکی قبر شفا چاہتی تھی انکی قبر تریاق مجرب ہو علامہ کیرا انصاری اسکی شرح
میں لکھتی ہیں و مثله یدکر عن قبری اشہب وابن القاسم صاحب الامام مالک رض
یعنی اشہب وابن القاسم کی نسبت بھی یہی کہا جاتا ہو کہ وہ مشایخ الدعوات تھی انکی قبور تریاق
مغرب میں یہ دونوں حضرات امام مالک کے شاگرد تھے سید احمد بدوی رح کی تصرفات
شیخ عبدالوہاب شعرائے کی تصانیف سے دیکھ لیجیے دور کمان جاتے ہیں کچھ بھی میں مخدوم
سید اشرف جہانگیر کا مزار ہر محرم میں آپکا عرس ہوتا ہو ملک ملک سے آسیب زدہ وہاں
آتے ہیں بیلے چنگے ہو کے واپس جاتے ہیں جن شیطان بھوت چڑیل وغیرہ ارواح حبشیہ
علحدہ ہو جاتی ہیں یہ ایک سال کی بات نہیں ہو ہر سال ہزاروں سی اہل حاجات کا مجمع
ہوتا ہو ہٹ دہری تو او رہی بات ہو مگر وہاں جا کے حالات دیکھیے تو انکے کھل جائے خدا کی
قدرت نظر میں تل جائے یوں تو تم کیوں جانے لگے خدا کرے تمہارے سر پر کوئی شیطان
سوار ہو اور تمہیں حاجتمندانہ وہاں جانا ہو پھر دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو ادھر ہاتھ پاؤں
ٹوٹتے ہیں جھمائی پر جھمائی آتی ہو بیہوش و از خود رفتہ ہیں اوس بیہوشی میں کیا کیا زمین
و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں حاضرین کمرید کمرید کے پوچھتے ہیں شیخ عبدالحق دہلوی
رح اخبار الاخبار میں لکھتے ہیں نام سید دران دیار دروغ جن بغایت موثر است جسکا نام
سننے سے جن بھاگتے ہوں اگر ایسے بزرگ کے مزار پر حاضر ہونے سے شیطان بھاگ جا

شاہ ولی اللہ صاحب
مہکت میں
زبان تہذیب
دردیلا ویز
دعوی صاحب
حضرت
اولیاء اللہ کا تصرف حیات و ممات میں برابر ہو کر
انکی
عجیب
و عجیب
ابن نبی
میں
دور کمان
قدیم
عجیب
اندر دکان
اندر دکان

تو کیا عجب ہے

بے عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد سیرگردد ورق
-------------------------	-------------------------

فرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان میں ہر دو یکا جداولہ الشریک والبدع احوال عندہ المشاہد یظنوا نہا کرامات وہی من الشیطان مثل ان یوضع عندہ مصر و فیرون شیطانہ قد فارقه یفعل ذلک الشیطان لیبطلہ انہی مختصداً یعنی اہل شرک و بدعت کو مقایرہ کے پاس ایسے امور نظر آتے ہیں جسے وہ کرامت خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ شیطان فی امورین شکار کے سامنی مصرع کو لاتے ہیں تو شیطان علیحدہ ہو جاتا ہے یہ کام شیطان کا ہے جو انکی ضلالت کو کرتا ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ احوال کرامات خیال کی جائیں تو اسمین کون سی قباحت ہے ابن تیمیہ کی اس قسم کی تقریر کو بخیر اسکے کہ ہم تعصب پر مجبور کریں اور کیا کہہ سکتے ہیں طرفہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے فرقان میں لکھا ہے وقد یراد بالشروع اقوال ائمة الفقہ کا بحیثیۃ والشواہد ومالك بن انس ولا وراعی واللیث بن سعد والشافعی باحد وانسحاق و داؤد وغیرہم فہم کلاء افتقار الہم یحتج بہا بالکتاب جب شرع سے اقوال ائمہ فقہ مراد لیا جاتا ہے تو ائمہ فقہ کی مخالفت شرع کے مخالفت ہوگی اور ہم ابھی اچھی طرح ثابت کر چکے ہیں کہ فقہائے ائمہ اربعہ جواز توسل واستغاثہ کے قائل ہیں اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انکار خلافت مشروع ہے اب اس مقام پر ہم مجوزین توسل کے نام نامی لکھا چاہتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب عمر بن الخطاب عائشہ صدیقہ علی بن ابی طالب عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن مسعود انس بن مالک سواد بن قارب عکاشہ عثمان بن حنیف تابعہ جعدی عقیبہ بن غزو ان ودیکر صحابہ بسبب اجماع سکوتی حسن بصری محمد بن المنکدر امام علی موسیٰ رضا ابن ابی فدیہ استاد امام شافعی محمد بن ادیس یعنی امام شافعی امام ابو بکر بن المقرئ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی صاحب معاجم ثلثہ ابن الجلاء ابی اللیث نصر مرقندی حاتم اصم علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی بسکی صاحب شفاء السقام حمی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی محمد بن

حرب بلالی ابوبکر بن ابی شعیبہ عبداللہ بن محمد استاد بخاری و سلم ابوبکر احمد بن الحسین بہیقی
 صاحب نثر اربع سنہ صاحب کتاب عمل الیوم واللیلة قاضی عیاض مالکی صاحب شفا
 شہاب الدین احمد بن محمد البرنس المعروف بزروق شاح کتاب الحکم شیخ ابوالعباس حفرے
 محمد الرحمن بن علی البغدادی المکنی بہ ابی الفرج ابن جوزی سراج الدین عمر بن حفص بلقینی
 عبدالرؤف مناوی شاح جامع صغیر فی حدیث البشیر النذیر ابوالشیخ عبداللہ بن حیان مؤلف
 کتاب العظمتہ وغیرہ ابوبکر اقطع حافظ شمس الدین محمد بن جزری صاحب حصن حصین آبرہیم
 طرابلسی صاحب مواہب الرحمن وشرح آن برمان شیخ حسن شرنبلالی صاحب مراتب الفلاح
 شرح نور الایضاح شیخ احمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ ابن حاج ابو عبداللہ
 محمد بن محمد عبدی فاسی مالکی صاحب مدخل شہاب الدین احمد بن حجر مکی یتیمی صاحب الجوہر المنظم
 شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی مؤلف مقاصد حسنہ وقول
 بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع وغیرہا وادی صاحب فتوح الشام ابوالنصر صلیح ابن بخار
 بغدادی ابن عساکر دمشقی ابو عبداللہ محمد بن موسی بن النعمان مالکی صاحب مصباح الظلام
 فی المستغنیین بخیر الانام ابو حامد محمد بن محمد غزالی صاحب احیاء العلوم کمال الدین محمد بن عبدالحامد
 سکندری معروف بہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خان
 ابوداؤد مالکی صاحب کتاب البیان والانتصار ابن شاہین شیخ الاسلام خیر الدین ربلی صاحب
 فتاویٰ خیرہ شوہری محشی شرح منہج تحقی مصری صاحب شعر مشہور ہونف الدین بن قدامہ
 حنبلی صاحب مغنی ذوی الافہام نجم الدین احمد بن حمدانی حرانی حنبلی صاحب رعاۃ الکبرایہ
 ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح حنبلی صاحب فروغ تبرماوی صاحب دلائل واضحات فی اثبات
 الکرامات فی الحیوۃ وبعث المات شیخ الاسلام بن شحہ حنفی شیخ غیب الباقی مقدسی حنفی شیخ احمد
 غنچی حنفی نور الدین علی سمہودی صاحب خلاصۃ الوفا شیخ الاسلام برمان الدین ابراہیم بن جہان
 جعبری صاحب عمدہ المتخصنین بعدۃ الحصن الحصین حافظ عبداللہ بن سعد مشہور بابن ابی جہر
 اندلسی مالکی صاحب شرح مختصر بخاری ابن اثیر صاحب نہایت شیخ ابوطاہر شیخ حسن عدوی
 خمرادی صاحب نفحات النبویہ فی الفضائل العاشوریہ سید احمد حموی صاحب نفحات القرب

والا اتصال شیخ عبدالوہاب شجرانی صاحب نوافل الانوار علامہ سعد الدین نقاش زانی جلال الدین
عبد الرحمن سیوطی صاحب تفسیر منشور شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید بوسیری صاحب
قصیدہ بردہ ابن الحنفیہ صاحب مناسک اشاہ کمال الدین زملکانی صاحب عمل القبول فی
زیارۃ الرسول امام فخر الدین محمد بن عمر رازی صاحب تفسیر کبیر عبد اللہ بن عمر قاضی بنیضا صاحب
تفسیر مشہور حافظ الدین عبد اللہ نسفی صاحب کنز و مدارک محمد فاضل دہلوی صاحب مزین احسن
شرح دلائل الخیرات عبد الرحمن جامی علی بن سلطان محمد اشہور جلال علی قاری صاحب مرقات
شیخ عبد الحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات شیخ الاسلام صاحب کشف الغطاء شاہ ولی اللہ
دہلوی صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ شاہ عبد العزیز دہلوی صاحب فتح الغریر مولوی
رفیع الدین دہلوی بن شاہ ولی اللہ دہلوی مولوی محمد مخصوص اللہ دہلوی صاحب معید الایمان
جواب تقویۃ الایمان ملا عابد سندھی مدنی استاذ شاہ عبد الغنی دہلوی مجددی صاحب
حشر شار دلا کا ایک خاص رسالہ وجیزہ جواز استغاثہ و توسل میں ہر مولانا و استاذ
محمد عبد الحکیم لکھنوی صاحب نور الایمان بزیرۃ حبیب الرحمن مولوی تیراب علی لکھنوی
صاحب بیل الخراج الی تحصیل الفلاح مولوی فضل رسول بدرونی صاحب تصنیح المسائل
حضرات منکرین ان اسمای گرامی کو ملاحظہ فرما کر سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسے ایسے اجابہ
و تابعین و ائمہ محدثین و مفسرین و متقیین جواز کی قائل ہیں تو مجوزین کی نسبت شرک
یا بدعت کا کلمہ کہنا کتنا زیادہ ہی جب توسل و استغاثہ کا جواز انبیاء و اللہ علیہم الصلوٰۃ
و السلام و اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم سے عالم حیات و ممات میں ثابت ہو چکا تو بیان
چند امور محفوظ رکھنا چاہیے ان امور سے اس مسئلے کی تحقیق میں خاصی مدد پہنچتی ہے اگر
یہ امور نہایت طویل الذیل ہیں ایک ایک امر میں اگر خاص رسالہ مستقل طور پر لکھا جائے
تو شاید ایسی صورت میں مطالب کا استقصا ہو لیکن یہاں بطور ملاحظہ دلالت کلام
لا یتدلل کلام کی لکھنا ہوں تم مجھے تفصیل میں یہ خیال ہو کہ اس رسالے کے ناظرین ایک
ہر بحث کی تحقیق میں کیا کچھ اپنی اوقات صرف کر چکے ہیں اگر ان مباحث کو مفصلاً
لکھوں تو البتہ اونکو اپنی اوقات عزیز کا زیادہ صرف کرنا ہو گا پہلا امر انبیاء علیہم السلام

اپنے مقابر میں ہے۔ وقتِ نماز میں نماز پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں قریب سے بلاشبہ سنتے ہیں اور بعید سے بھی بطور خرق عادت کے سن سکتے ہیں چنانچہ اسکے ثبوت میں متعدد احادیث وارد ہیں بیہقی کا اس مقدمی میں ایک رسالہ خاص ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون یعنی انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں ایک روایت میں ہر مہرہات بموسمی دھوا قائم یصل فی قبرہ یعنی ہم موسیٰ پر کھڑے وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے تھے اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے اگر حضرت موسیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پھر بیت المقدس میں یا آسمان پر اونسے ملاقات کیونکر ہوئی اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ وغیرہ علیہم السلام آسمان پر گئی ہوں حضرت ابی سعید انصاری سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اکثر الصلوۃ علی فی یوم الجمعة فانه لیس یصلی علی احد یوم الجمعة الا عرضت علی صلوۃ یعنی تم لوگ جمعہ کے دن ہمپہر اکثر درود بھیجا کرو سارے درود جمعہ کے روز کے ہمپہر پیش کیے جاتے ہیں آدس بن اوس کا جو اس مقدمے میں روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ان الله تعالیٰ حرم علی الاضران تا کل اجساد الانبیاء یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے انبیاء کے جسموں کا کھانا سواے اسکے بہت سی حدیثیں اس مقدمے میں وارد ہیں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ما من احد یسلمو علی الا رد الله الی سراوحی حتی اراد علیہ السلام بیان یہ شبہ ناشی ہوتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح جب مبارک سے مفارق ہوتی ہے جو بعض اوقات اسکا عود ہوتا ہے یہ خلاف احادیث مرویہ ہے علامہ سیوطی نے رسالہ انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء میں اسکے پندرہ جواب لکھے ہیں جبکہ استیعاب موجب طوالت ہے اس لیے صرف ایک جواب پر بیان اکتفا کرتا ہوں روح سے یہ مقصود نہیں کہ بعد مفارقت بدن کے پھر حلول کرتی ہے نہیں تو غیر متناہی موت و حیات لازم آتی ہیں جو منافی آیات و احادیث ہے بلکہ روح سے استغراق مشاہدہ ذات و صفات سے عالم دنیا کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے یہ امر مسلم ہے کہ آپ عالم برزخ میں احوال

ملکوت میں مشغول ہیں مشاہدہ باری تعالیٰ میں مستغرق ہیں جس طرح دنیا میں وحی نازل ہوتے وقت مشغول رہتے تھے اسی مشاہدہ واستغراق سے دوسری طرف توجہ ہونے کو روح سے تعبیر کیا اسکی نظیر یہ ہو کہ حدیث معراجیہ میں آپ نے فرمایا جب ہم بیدار ہوتے تو اپنے کو مسجد حرام میں پایا اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ سونے تھے اسلیئے کہ معراج خواب میں واقع نہوئی تھی بلکہ بیداری کی حالت میں بلکہ مطلب یہ ہو کہ عجائب ملکوت میں آپ اسقدر مستغرق تھے کہ دوسری طرف توجہ نہ تھی جب افاقہ ہوا تو آپ کو مسجد حرام میں پایا انباء الاذکیا میں ہے انہ لیس المراد برد الروح عودھا بعد المفارقة للبدن وانما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ مشغول بأحوال الملکوت مستغرق فی مشاہدہ ربہ کما کان فی الدنیا فی حالة الوحی فی اوقات أخر فعبّر عن افاقہ من تلك المشاہدۃ وذلك الاستغراق برد الروح نظیر ہذا اقوالہ علیہ السلام فی بعض احادیث الاسراء فاستیقظت فاذا انابا المسجد الحرام لیس المراد الاستيقاظ من النوم فان الاسراء لم یکن مناما وانما المراد الافاقۃ مما خاض من عجائب الملکوت اس مقام پر یہ شبہ وارد ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو انک میت والنہو میتقن اور آپ نے خود فرمایا ہونی مقبوض یعنی ہم مرتگیے اور جب آپکا انتقال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا فان محمد صلی اللہ علیہ وسلم قد مات یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے جب آپ پریت کا اطلاق ہوا تو یہ کہنا کہ آپ زندہ ہیں اجتماع التضادین ہو اسکا یہ جواب ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے انتقال ہوا تو بلاشبہ اسی موت کہہ سکتے ہیں مگر یہ موت سمر نہیں ہو اللہ تعالیٰ فی آپکے جسم مبارک میں روح کا اعادہ فرمایا یہ حیات ثانیہ و حیات اخروی ہو اور بحث اسی میں ہو اس تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہاں اجتماع متضادین نہیں ہو بلکہ توار و تضادین کا بااوقات مختلف ہو مگر یہ محال نہیں لکن میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں اخبرنی والدی انہ کان مریضا فمرثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال کیف حالک یا نبی ثوبتہ بالشفاء واعطاه شعرتین من شعور الحیۃ فتعانی من المرض فی الحال وبقيت الشعرتان

بعد از اس وقت ماری رہتا اور بعض قبرستان نماز گزرا کر زمین اوس سے ملاقات فرمائی اور پتہ پائے جاتے ہیں

عندہ فی الیقظة فاعطى له احدهما فہی عندی
یعنی مجھے شاہ عبد الرحیم نے کہا کہ میں بیمار تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا
آپ نے پوچھا اسی بیٹی تیرا کیا حال ہے پھر صحت کی خوش خبری دی اور دو موی مبارک
اپنی ڈاڑھی سے عنایت فرمائے شاہ عبد الرحیم صاحب فی الفور اچھے ہو گئے اور جب بیدار
ہوئے دونوں بال اوٹکے پاس موجود تھے پھر مجھے ایک بال عنایت فرمایا جو میرے پاس
ہنوز موجود ہے یہ بات ظاہر ہو کر اگر آپ زندہ نہوتے تو بال کہاں سے عنایت فرماتے موت
خود معدوم ہوتے ہیں نہ اوٹکے لیے جسم ہوتا ہے نہ ڈاڑھی نہ بال جب حیات النبی کا ثبوت
ہو گیا تو سمجھنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے وہ اولیاء اللہ
کے لیے کرامت ہو سکتی ہے بشرطیکہ اوس میں تحدی واقع نہ ہو تو حیوۃ اولیاء اللہ کے امکان میں
کسی قسم کا نا مل نہ رہا انباء الاذکیا میں شیخ عصفی الدین یافعی سے منقول ہے وقد تقررت ان
ما جائنا من انبیاء معجزۃ جاز لا لاولیاء کرامۃ بشرط عدم التحدی شملکی حیات
میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں حقیقی ہے بعض کہتے ہیں مجازی ہے جو لوگ حقیقی کہتے ہیں ان میں
بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس وقت زندہ ہیں بعض کہتے ہیں قیامت کو زندہ ہوں گے
جو لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت زندہ ہیں ان میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ روح اوٹکی
حی و قائم ہے بعض کہتے ہیں جسم بھی مذہب اخیر مذہب منصور ہے شفاء السقام میں ہے
وذکرہ القرطبی ان احصاء الشہداء لا بتلی اس کی بعد سبکی نے چند قصے لکھے ہیں جس کا
ذکر بیان باعث تطویل ہے شیخ عبد الحق دہلوی رح شرح فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ سیدنا
الشیخ عبد القادر جیلانی علیہ السلام راموت نیست حیات و ممات برابرست ملفوظ قاضی شہاب الدین
ملک العلماء میں ہے کہ سیدنا مولانا شیخ ابو محمد سید عبد القادر جیلانی راموت نیست حیات و ممات
برابرست رہی گفتگو اس مقدمے میں کہ اموات کو احیاء کے زیارت کا حال معلوم ہوتا ہے
یا نہیں اور احیاء کی کیفیت پر اوٹکے اطلع ہوتی ہے یا نہیں اور زندہ کا کلام سنتے ہیں یا نہیں
اور آپس میں ملتے ہیں یا نہیں ہم کہتے ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد تین تین ہو جاتا جس سے
حس و شعور بالکل جا تا رہے یا مروج عرض نہیں ہے کہ جب اوٹکا تعلق جسم سے نہ رہے فنا ہو جا

جیسے پانی کو گرم کرنے سے او کی سردی جاتی رہتی ہو یا گرم پانی کو جھیلنے سے گرمی زائل ہو جاتی
 ہی بلکہ روح جو ہر چیز جب تعلق اسکا جسم سے جاتا رہتا ہو اسوقت بھی وہ اس طرح موجود رہتی
 جیسے بدن کے ہوتے ہوئے فرق اتنا ہو کہ او کی قوت دراکہ بڑھ جاتی ہو اس صورت میں او کو
 زیارت کرنے والے کا حال اچھی طرح معلوم ہوتا ہو آجیا کی کیفیت پر او کو اطلاع بھی ہوتی ہو
 زندہ کی بات چیت خوب متی بہین السمین وہ ملتی بھی بہین اس بحث میں علامہ سیوطی کا اللمعۃ
 فی اجوبۃ الاسئلة السبعة ایک رسالہ خاص ہو علامہ نے ہر ہر امر کو احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے
 چونکہ ہر حدیث کا لکھنا موجب طوالت تھا اسلئے مختصر طور پر بیان بیان کرتا ہوں علامہ فرماتی
 بہین اما المسئلة الاولى فنعو یعلمون بذلك راوی عن عبد البر فی الاسئلة
 والتمہید من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من
 احد یرقبہ اخیا المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ و رد السلام
 یعنی جو شخص کسی مسلمان کی قبر سے گذرتا ہو جس سے او کو دنیا میں ملاقات تھی پھر یہ شخص
 سلام کرتا ہو تو وہ اس سے پہچانتا ہو اور اسکا جواب دیتا ہو راوی ابن ابی الدنیا فی کتاب
 القبور عن ابی ہریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر یرفہ فیسلم علیہ رد علیہ السلام
 و عرفہ و اذا مر بقبر لا یرفہ فیسلم علیہ رد علیہ السلام
 السلام یعنی اگر کوئی شخص اپنے ملاقاتی کی قبر سے گذرتا ہو اور سلام کرتا ہو تو صاحب قبر
 اس سے پہچانتا ہو اور سلام کا جواب دیتا ہو اگر ایسی قبر سے مرور کرتا ہو جس سے اس سے
 دنیا میں شناسائی نہ تھی تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہو اما المسئلة الثانية
 وہی علم الاموات باحوال الاحیاء و بما ہو فیہ فنعو ایضا قال داؤد
 الطیالسی فی مسند عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمالکم تعرض علی عشائرکم و اقربائکم فی قبورہم
 فان کان خیرا استبشر و اوان کان غیر ذلک قالوا اللہم اھمھم ان یعلموا
 بطاعتک یعنی تمہارے اعمال تمہارے اقربا پر قبور میں پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اعمال
 صالح ہوتے ہیں تو موتے خوش ہوتے ہیں نہیں تو وہ کہتے ہیں خدا وندا او کو اپنی عبادت کی

توفیق دی واما المسئلة الثالثة وهى هل يسمع الميت كلام الناس وثنائهم
عليه وافقوا له فيه فنعى عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان الميت يعرف من يغسله ويمسح بدينه
وفترة يعنى ميت غسل دینے والے کو اور جنازہ اڑھانے والے کو اور قبر میں رکھنے والے کو
پچانتی ہو قال ابن الدنيا عن عبد الرحمن بن ابى لیلی قال الروح بید
ملك یمشی به مع الجنائزۃ یقول له اسمع ما یقال لك فلا یبلغ حضرته دفنه مع
یعنى روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہو وہ فرشتہ جنازے کے ساتھ ساتھ ہوتا ہو روح سے
کہتا ہو سنو تم کو لوگ کیا کہتے ہیں جب قبر کے پاس پہنچتے ہیں جسم کے ساتھ اسے بھی دفن
کرتے ہیں المسئلة الخامسة وهى هل تجتمع الامراض ویری بعضہا بعضا
فنعى ايضا قال الامام احمد فى مسنده عن ابن عمر قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم ان راوحی المؤمنین یلتقیان علی مسجدة
یعنی دو مسلمانوں کی روح ایک منزل سے ملاقات کرتی ہیں چھ علامہ نے بہت
سی احادیث و آثار ایسے لکھے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ جب روح کو آسمان کی طرف
لیجاتے ہیں تو ارواح اکٹھا ہوں کہ اپنی ملاقاتیوں کو پوچھتی ہیں وہ روح جسکی نسبت کہتی ہو
کہ اسے ہم زمین پر چوڑا کر آئے ہیں تو انکو تعجب ہوتا ہو اور اگر کسی کی نسبت کہتی ہو کہ وہ مر گیا
تو وہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں لایا گیا مطلب یہ ہو کہ وہ جہنم میں داخل ہوا غرض جب
ارواح کی نسبت اس قسم کا ادراک ایسی ملاقات یہ بات چیت ثابت ہو تو ادراک یا سمع کا
انکار نہیں کر سکتی سوا اسکے احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہو کہ بعد دفن کے مردے سے سوال
کیا جاتا ہو مردے کو اسقدر شعور رہتا ہو کہ وہ واپسی کے وقت جوتی کی آواز سنتا ہو اس سے
بھی صاف سمع و ادراک کا ثبوت پایا جاتا ہو یہاں کئی خدشے وارد ہو سکتے ہیں پہلا خدشہ
جائز ہو کہ بعد سوال جواب کے پھر جسم سے روح منقطع ہو جاتی ہو اسکا جواب یہ ہو کہ احادیث
صحیحہ سی روح کا انشعاع پایا نہیں جاتا بلکہ یہ امر ثابت ہو کہ بطریق استمرار روح کو جس سے تعلق
رہتا ہو اگر تعلق نہ ہوتا تو پھر جسم و تعذیب مٹہرہ کا تحقق کیونکر ہو سکتا ہو جو احادیث کثیرہ سے

ثابت ہوا ایسے کہ جسہی روح کی شمیم و تعذیب نہیں ہو سکتی شمیم و تعذیب کا مدار روح کے تعلق پر ہو دوسرا خدشہ جب روح کا تعلق تمامی اموات کی اجساد سے رہتا ہو پھر شہید و سائر اموات میں فرق کیا رہا پہلا جواب کچھ فرق نہیں اور نہ اسکی ضرورت ہو آیت میں جو شہید سے میت ہونے کی نفی کی گئی یا وہ زندہ کئے گئے اس سے ایسے لوگوں کا رد مقصود تھا جو اس کے معتقد نہ تھے یا اسکے خلاف سمجھتے تھے اس سے نفی ماعد کی کب لازم آتی ہو دوسرا جواب چونکہ یہ نسبت سائر اموات کی حیوۃ شہد کی اکمل و اعلیٰ ہو اور رزق انہیں کو ملتا ہو ایسے اسکا ذکر آیت میں کیا گیا ہاں حیوۃ الانبیاء سے رتبہ میں بڑھ چڑھ کے ہو بلحاظ رتبہ کے ہو یا بلحاظ تعلق جسمانی کے یا بلحاظ توجہ دنیا کے یا تصرفات دنیاوی کے تیسرا خدشہ اگر فی الواقع موتے میں قوت سامعہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسکی نفی کیوں فرماتا سورہ نمل میں ہر اذکار لا تسمع الموقی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین یعنی آپ مردوں کو سنوا نہیں سکتے اور نہ بہرون کو بلانے کی آواز سنا سکتے جسوقت کہ منہ پھیریں پیٹھ دیکر چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتے کا حضرت عمرؓ پر انکار کیا اور اسکی یہ تاویل کی انما قال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہو لیعلموا ان الذی کنت اقول لہم ہوا الحق اسکے بعد اس آیت کو پڑھا اس خدشہ کی کئی جواب ہیں پہلا جواب علمائے حضرت عائشہ کا انکار تسلیم نہیں کیا حضرت عائشہ فہم و ذکاوت میں پیشل تھیں بیشتر احادیث انسے مروی ہیں غوامض مسائل کو خوب سمجھتے تھیں مگر کسی ثقہ کی روایت کو رد نہیں کر سکتی تھیں جب تک اسکا نسخہ مختصر استحالة کسی نص سے ثابت نہ کریں یہاں جمع بین الدلیلین اچھی طرح ممکن ہو آیت کا مفہوم یہ ہو کہ تم سنا نہیں سکتے اسماع کی نفی سے نفس سمع کی نفی نہیں ہوتی اسماع کہتے ہیں بولنے والے کی آواز سننے والے کے کان تک پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہو جسنے اپنی آواز اون تک پہنچائے حقیقہ کچھ آپنے نہیں سنایا رسالہ جواز استغاثہ شیخ عابد سندھی رح میں ہر انہ لہو تلیق العلماء انکار ہا بالقبول قال الاسعیلی کلن عند عائشہ رضی اللہ عنہا من الفہم والذکاوۃ و کثرة الروایۃ والعفص علی غوامض العلم مالا منید علیہ لکن لا سبیل الی سرد رواۃ الثقۃ الا بنص مثله یدل

علی نسخہ او تخصیصہ او استحکامتہ فکیف الجمع بین الذی
 انکرتہ و اثبتہ عنہا ممکن لان قوله تعالی انک لا تسمع
 الموتی لاینافی قوله صلی اللہ علیہ وسلم انہو لیسمعون لان
 الاسماع هو ابلاغ الصوت من المسمع فی اذن السامع فالله تعالی
 هو الذی اسمعہم بان یدفعہم صلوۃ البقی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یسمعہم
 المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فحصل التوفیق بین الابیۃ والحدیث آخر یہ بات
 بھی تو محض کی ہو کہ سماعت احادیث متعددہ سی ثابت ہو چکر چکا انکا حضرت عائشہ سی ہوا حضرت سر
 عبد اللہ بن عمر بن ابی طلحہ اسکی راوی ہیں پھر یہ صحابہ جو روایت تکرار کرتے رہے وہ سب اجواب یہ آیت
 زندہ کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہوتی دمن فی القبور سی کفار مجاز امروین اسلیے کہ انکی قلوب مردہ
 ہیں پس نہ نصائح کا اثر انہیں نہیں سکتا ایسے قلوب مردہ جن اجسام میں ہیں وہ ہنزلہ قبور کے ہیں نفی سماع
 کا مطلب یہ ہو کہ وہ حق بات قبول نہیں کرتے ایک جگہ حق تعالی فرماتا ہو لہو قلوبہا یفقهون
 بہا و لہو اعین لا یبصر و نہ بہا و طمہ اذان لا یسمعون بہا اسکا یہ مطلب تو یہی
 نہیں کہ انکے قلب بالکل نکمے تھے یا وہ اندھے بہرے تھے بلکہ مقصد اصلی یہ ہو کہ وہ حق بات
 نہیں قبول کرتے تھے تفسیر کبیر میں ہو کہ بعد ظور حجت رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 آپ کو حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور کفار کی حرکات پر توجہ نہ فرمائیں اور محامات رسالت کے
 تمثیل قوی دل سے کریں اسلیے فتوکل علی اللہ فرمایا پھر اسکی دو علتیں بیان فرمائیں
 پہلے انک علی الحق المبین اسکا یہ مطلب ہو کہ حق کا اللہ تعالیٰ ناصر رہتا ہو حق پر کسی طرح آنحضرت
 آتی دوسری انک لا تسمع الموتی تے معمول یہ ہو کہ جب تک آدمی کو کسی سے کسی قسم کی
 توقع ہوتی ہو تو وہ آدمی اس شخص کی مخالفت کرنے میں تامل کرتا ہو جب وہ توقع نہیں رہتی
 تو بے دھڑک اسکی مخالفت کرتا ہو اسلیے اللہ تعالیٰ نے اس توقع کو منقطع کر دیا اور فرمایا مثل موت
 کے ہیں بقدر ضرورت عبارت تفسیر کبیر کی لکھی جاتی ہو ان لا انسان مادام یطمع
 فی احد ان یاخذ منہ شیئاً فانہ لا یقوی قلبہ علی اظہار مخالفتہ
 فاذا قطع طمعه عنہ قوی قلبہ علی اظہار مخالفتہ فاللہ سبحانہ و تعالیٰ

قطع محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنہم بان بین له انہم کالموتی وکالصلوۃ
 فلا یفقیہون ولا یسمعون ولا یبصرون ولا یتفتنون الی شئی من الدلائل وھذا
 سبب لقوۃ قلبہ علیہ الصلوۃ والسلام علیہم السلام الذین رسالہ علامہ شیخ عابد سند ہی میں ہر
 المراد بالموتی ومن فی القبور ھو الکفار مجازا باعتبار انہم موتی للقلوب
 حیث لا یتاثر من سماع المواظ و یبوا تھو اجسادھم الی فیہا تلک
 القلوب المیتة کا نہا قبور ھو وھذا من غیر نظر الحقیقۃ الکلام والمراد بنفی
 سماعہم عدم اجابتہم للحق بدلیل ان آیاتہم نزلت فی دعاء الکفار الالہیۃ بعد اجابتہم الذلک یعنی قبور
 فی القبور سے مجازا کفار مراد ہیں اسلیے کہ کفار کے قلوب مردہ ہیں اور نہیں وعظ کا مطلق اثر نہیں ہوتا
 اونکے اجسام ھمیں اونکے قلوب رہتے ہیں گویا اونکی قبور ہیں اور نفی سماع سے مقصود یہ ہر کہ
 وہ حق کو قبول نہیں کرتے اسکی دلیل یہ ہر کہ یہ دونوں آیتیں اسمقہ میں وارد ہوئی ہیں
 کہ کفار کو ایمان قبول کرنے کی دعوت ہوتی تھی جسے وہ قبول نہیں کرتے تھے ابن قیم کتاب البرج
 میں لکھتے ہیں واما قولہ تعالیٰ واما انت بمسمع من فی القبور فسیاق الآیۃ یدل علی ان المراد
 منها ان الکافر میت القلب لا یقدر علی سماعہ سماعا ینتفع بہ کما ان من فی القبور
 لا یقدر علی سماعہ سماعا ینتفع بہ ولہذا سمحنا ان اصحاب القبور
 لا یسمعون شئی البتہ وھذا الآیۃ نظیر قولہ انک لا تسمع الموتی
 انتھی مختصرا یعنی سیاق آیت اس امر پر دل ہر کہ کافر کا قلب مردہ ہر کہ کافر کو الہی سماع کی قدرت نہیں
 جس سے اونکو نفع ہو جیسے مردوں کو اسطور سی نہیں سنا سکتی جس سے اونکو فائدہ ہو اس آیت کا
 یہ مطلب نہیں ہر کہ مردی کچھ نہیں سنتے اس آیت کی نظیر انک لا تسمع الموتی ہر کہ تم پر جواب
 اگر ہم حضرت عائشہ کی انکار کو تسلیم کر لیں تو حضرت عائشہ نے اس سے رجوع کیا ہوگا اسلیے
 کہ حضرت عائشہ بھی ابی طلحہ کی طرح روایت کرتے ہیں اور ہمیں صاف ہر کہ تم لوگ ویسا نہیں
 سنتے جس طرح وہ ہماری بات سنتے ہیں اگر اونکو انکار ہوتا تو پھر یہ روایت کیسی غالباً اسکا منشاء
 کہ چونکہ حضرت عائشہ رض جنگ بدر میں موجود تھیں اسکا انکار کیا ہوگا جب متعدد صحابہ کے
 روایت سے ثابت ہوا ہوگا انکار سے رجوع کیا اور صحابہ کے موافق روایت کی رسالہ علامہ شیخ

عابدی میں ہون عایشہ رضی اللہ عنہا رجعت عن انکار ہا بدلیل ما قال
 فی المواہب اللدنیۃ عن عائشہ رضی اللہ عنہا مثل حدیث ابی طلحہ و فیہ
 ما انتہوا بسمع لما قول منہم واخرجہ الا قام احمد باسناد حسن فلعلہا لما ثبت عندہا الحدیث
 من وایتہ الصحابۃ رضی اللہ عنہم المتعدۃ ینزل جنت و فرت موافقا لروایتہا فی ذلک انہا
 لم تحضر بدسرا الغرض جب حضرت عائشہ نے خود اس حدیث کو روایت کیا ہوا اور خود بدین
 نزہی ہوں تو اس سے ثابت ہوا کہ قطعاً رجوع کی نہیں تو اجتماع متضادین لازم آتا ہے سو اسکے
 افعال واقوال جناب صدیقہ کے ایسے واقع ہوئے جسکو سمع کا اقرار لازم ہے حضرت عائشہ
 سے مروی ہے کہ جب عبدالرحمن بن ابی بکر کی زیارت کی تو یہ کہا کہ اگر تم ہمارے انتقال
 کے وقت موجود ہوتے تو تمہیں اسی مقام پر دفن کرتے جہاں تم مری تھی اور اگر تم سے ملاقات
 ہوئی ہوتی تو ہم تمہاری زیارت نہ کرتے ترمذی سے روایت ہون عایشہ لما نہ امت قبرا جہا
 عبد الرحمن بن ابی بکر رفر خاطبتہ وقالت والله لو حضرتک
 ما دفنتک الا حیث مت و لو شہدتک ما نہ امتک کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت مجبور سی
 سماع موتی کا انکار اور یہ خطاب اگر یہ کیے لو شہدتک ما نہ امتک کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت مجبور سی
 تھا ہم کہتے ہیں کچھ سہی خود یہ لفظ سماعت پر دلالت کرتا ہے اور نیسے بعد انتقال سرور عالم صلعم
 و حضرت ابو بکر صدیق کے حضرت عائشہ کا یہ معمول تھا کہ بدون حجاب کے بے تکلف طور پر
 آپ کے مزار پر آتی تھیں اس خیال سے کہ بجز زوج اور باب کے کوئی تیسرا غیر وہاں مدفون نہ تھا
 جس سے پردہ کی ضرورت ہوتی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو حضرت عمر کی
 شرم سے جب آتی تھیں اچھی طرح کپڑے سے لپیٹی ہوئی شفا السقام میں ہر دے
 المستدسرا لعلی الصحیحین للحاکم فی فضائل عائشہ قالت کنت ادخل
 البیت الذی دفنہا عمر و اللہ ما دخلت الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء
 من عمر قال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یحججا اس حدیث سی یہ بات معلوم ہوتی
 ہے کہ حضرت عائشہ میت کی ادراک کو ہم پایہ ادراک احیا کے سمجھتے تھیں نہیں تو اس قدر حجاب
 وستر کی حاجت کیا تھی جو شخص ادراک میں اموات کو مثل احیا کے خیال کرے وہ سماع موتی کا

کیونکہ منکر ہوگا اسقدر بیان سمع موتی کے اثبات کو بس ہر منکرین سماع ان احادیث میں کہنا تک
تاویل کرینگے کتب احادیث احادیث اثبات سمع سے مالا مال ہیں قرة العیون میں مولو سے
حیدر علی ساکن ٹونک کی ایک لمبی تقریر اس عبارت پر ختم کی گئی ہو کہ ظاہر نصوص قرآنی کہ قطعی
الدلائل و قطعی الثبوت ہیں نفی سماعت اموات سے کرتے ہیں اور تاویلات انکی بعید الفہم
اور ضعیف ہیں کہ تامل سے ظاہر ہوتا ہے پس مراد اس سماعت منفی سے سمع اور ادراک متعارف ہو
اور وہ جو احادیث میں اثبات اسکا ہے مراد اس سے اثبات سمع اور علم غیر متعارف ہو جو ابھی کہہ
ہو چکا اور اس تقدیر پر توفیق در بیان نصوص نافی و مثبت کی حاصل ہوئی فقط مجھی شوق
رہ گیا کہ مولوی صاحب کوئی آیت قرآنی یا حدیث جو نفی سماع موتی میں قطعاً الدلائل ہو بیان کرتے
یا کسی توجیہ کو بعید الفہم ثابت کر دکھاتے اس سے صاف صاف انکار کرنا بہتر تھا مردوں کو
مثل جمادات کے سمجھنا اور انکو علم غیر متعارف ثابت کرنا یکسان ہو اسلیے کہ پھر کو علم غیر متعارف
خود حاصل ہو وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا یفقیہون تسبیحہ صحیح
خاک و آب و بار و آتش مردہ اند با من و تو لیک با حق زبہ اند +
موتی کا علم علم متعارف ہو اکثر اہل سنت کا یہ مسلک ہو کہ وہ کان سے سنتے ہیں بعض کہتے ہیں
کہ اذن قلب و روح سے شیخ عابد سندی رسالہ جواز توسل و استغاثہ میں تحریر فرماتے ہیں
نور سماعہ اما باذن سرادس صحرا اذا قلنا ان الروح تعادالی الجسد کلا
ادالی بعضہ عند المسئلة وهو قول کثراہل المسئلة و اما باذن القلب و الروح علی
مذہب من یقول یتوجد السوال علی الروح من غیر رجوع الی الجسد کلا و بعضہ مولا ناشاد عبد الغیر
صاحب قدس سرہ کی ایک تقریر اس مقام پر لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیے کسطح شعور و ادراک
متعارف کو ثابت کرتے ہیں سوال چہ فرمایند علما ردین اندرین معنی کہ بعد موت انسان ادراک
و شعور باقی میماند چنانکہ زائر ان قبور خود را شناسد و سلام و کلام شان شنود یا نہ جواب
انسان را بعد موت شعور و ادراک باقی میماند و برین معنی شرع شریف و قواع فلسفی اجماع دائر
اما شرع شریف پس عذاب القبر و نعيم القبر ہوا ثبات است و تفصیل آن دقتی طولی میخواست
و کتاب شرح الصدور فی احوال القبر تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی و دیگر کتب حدیث

باید دید و اثبات عذاب القبر در کتب کلامیاز سباحت عمد است حتی که بعض اہل کلام منکر از ان
تکفیر کرده اند و عذاب شعیم بغیر ادراک و شعور نمی تواند شد و نیز در حدیث صحیحہ مشہورہ در باب
زیارت قبور و سلام بر موتی و ہم کلامی بآنها کہ انتہر سلفنا و نحن بالکائنات انشاء اللہ
بکمال حقیقت ثابت است و در بخاری و مسلم موجود است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بافکاریکہ و بدگرشتہ شدہ بودند خطاب فرمودند ہل وجدتمو ما وعدکم حقاً و م عرض کردند کہ
یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لیس فیہا اسرار و فرمودند کہ ما انتہر باسمع منہم
و لکنہم لا یجیبون و در قرآن مجید ثابت است لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل
اللہ امواتا بل احياء عند ربہم یرفون فہم حین بما انتہر اللہ
من فضلہ بلکہ از احوال پس ماندگان ہم خوشنودی و استبشار ثابت است و لیست بشرون
بالذین لم یلحقوہم من خلفہم لا خوف علیہم و لا هم یغنون بالجملہ انکار شعور
و ادراک اموات اگر کفر نباشد و الحاد بودن او شبہ نیست و اما قواعد فلسفی پس بقار روح بعد
از مفارقت و بقای شعور و ادراک و لذات روحانی و الہام روحانی مجمع علیہ فلاسفہ است الا
جالیئوس و لہذا او را در فلاسفہ شمرده اند و ظاہرست کہ بدن و اسما و تحلیلست و روح در شعور
و ادراک و اما در ترقی پس مفارقت بران در سلب ادراک و شعور او قسم تا شہ تواند کرد و سوال
اگر ادراک و شعور همانقدر حیات میماند یا زیادہ و کم میشود و جواب ادراک و شعور اہل قبور بعد از موت
در بعضے امور زیادہ میشود و بعضے کم در آنچه تعلق با امور غیبیہ دارد ادراک آنها زیادہ است و در آنچه
متعلق با امور دنیویہ باشد ادراک آنها کم و سببش آنست کہ التفات و توجہ ایشان در امور غیبیہ زیادہ
و از امور دنیویہ التفات و توجہ کم باین جهت تفاوت واقع میشود و الا اصل ادراک و شعور یکسان
بلکہ اگر تامل کردہ شود در زبانہ سبب توجہ التفات زیادتی و کمی در شعور و ادراک واقع میشود چنانچہ
وقائے علیہ را و کلامی دربار بسیار کم می فہمند و لذائذ طعام و محاسن نسائ و کیفیت نعمات و اوقات
امیرزادہ با خوب ادراک میکنند و علما و فضلا در ادراک آنچه را بسیار قاصر اند و این ہمہ سبب
قلت توجہ و التفاتست و کثرت آن عرض جس شخص نے حدیث کی خدمت کی ہر وہ ہرگز یہ
نہیں کہ سکتا کہ اموات کا علم غیر متعارف ہر چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بعض صحابہ

اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا جسکے اطلاق نہ تھی اور میں بیت سورہ ملک پڑھتی تھی جب پورے
پڑھ چکے تو صحابہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا یہ سورہ مخیرہ جو عذاب
قبر سے نجات دیتی ہے ترندی میں ہے عرفان عباسی رضی اللہ عنہما قال ضرب بعض اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قبر وہو لا یحسب انہ قبر فاذا فیہ انسان یقرء سورۃ تبارک الذی بیدہ
الملک حتی ختمہا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی ضربت خبائی علی قبر
وانک لا احسب انہ قبر فاذا الانسان یقرء سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک حتی ختمہ
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی المانعۃ ہی المنجیۃ تنجیہ من عذاب القبر
مولوی صاحب سے کوئی پوچھے تو کہ صاحب علم غیر تعارف ایسے طولانی سورہ پڑھ سکتا ہو جسے
اچھی طرح آدمی سنے اور سمجھے رسالہ شیخ عابدین ہونٹھانالوازلنا عنہا فلا یلزم من نفی
السماع نفی العلو وان السمع یکون بالخاصۃ ہی التي فی البدن وقد ضرب البدن واما العلم
فیكون بالروح وهو باق وعلیہ لا ینکون بالقوی الجسمانیۃ فیکون بالسموعات و
المبصرات لا علی وجہ البصار والسمع بخروج الشعاع فخرج الصوت وهکذا المقول
من الصالحین بعد انسلخهم عن الصفات البشریۃ وانقطاع علائقہم عن الدنیا
الدنیۃ وادنیاحہم ببقاء اللہ تعالیٰ المستوجب لہم السعۃ السعۃ السعۃ
افضت علیہم انوار الخضرۃ القیومیۃ حتی اوضحت لہم کل خفیۃ ورافعت
عنہم الحجاب للبشری وقد ثبت ذلک لبعض فی حیاتہم الدنیویۃ کما
یشیر الیہ یا ساریۃ الجبل فی السیرۃ العمریۃ یعنی ہم ہر تقدیر نازل کے کہتے ہیں کہ نفی سماع
سے علم کی نفی لازم نہیں آتی ہم نے تسلیم کیا کہ آدمی کان سے سنتا ہو اور بدن تو خراب ہو چکا کان
بھی نہ رہے جس سے وہ حالت حیات میں سنتا تھا لیکن اس سے نفی سماع کی لازم نہیں آتی
اسلیے کہ علم کا تعلق روح سے ہو اور علم کا مدار قوت جسمانیہ پر نہیں روح کو سموعات اور بصرات کا علم
بدون خروج شعاع بصری یا قریع صوت کی ہو سکتا ہے یہ بات ثابت ہو گئی تو سمجھنا چاہیے کہ
جب صاحبین دنیا سے انتقال فرماتے ہیں انکا تعلق صفات بشریہ اور علو کی دنیاوی سی قطع
ہو جاتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے تقاس سے انکو سعادت سرمدیہ حاصل ہوتی ہے جس سے انور حضرت قیوم

کی انہر نازل ہوتے ہیں یہاں تک کہ ہر خفیات انہر ظاہر ہو جاتی ہیں بلکہ بعض اولیاء اللہ کو انکی
 حیات دنیاوی میں بھی یہ مرتبہ حاصل ہوا جیسے حضرت عمرؓ نے یا سادینہ الجبل فرمایا اس مقام
 ایک خدشہ یوں وارد ہو سکتا ہے کہ سماع کے لیے حیات و تعلق جسم کا ہونا ضروری ہو بعد موت کے
 نہیں رہتا اسکا جواب یہ ہے کہ روح حی ہر اسکا تعلق خاص طور سے جسم کے ساتھ ہر صورت جسم کو سمیع
 جیتک اوسمین روح حال نہواور نفس کا بقا اور علم بعد موت بدن کے متفق علیہ اہل اسلام ہر مگر تکلیف
 ادراک محسوسات میں مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ نفس مدرک ہر جو اس بمنزلہ جاسوس کے ہیں
 بعض کا قول ہے کہ جو اس خود مدرک ہیں جو صورت کو نفس تک پہنچاتے ہیں دونوں مسلک پر مدرک
 حقیقی نفس ہے اور کوئی دلیل اس پر قائم نہیں کہ نفس کا اتصال بدن سے شرط ادراک ہے بلکہ ظاہر یہ
 شرط نہیں ہے جس طرح معقولات کی علم کے لیے شرط نہیں جب خاص شرع اس میں وارد ہو تو اسکا
 کے وقوع میں مجھے کچھ شبہ نہیں اس لیے کہ ضرور نہیں کہ تمامی شرعی امور پر دلائل عقلیہ قائم ہوں
 یا عقل میں ان میں شفاء السقام میں ہر دلوہم دلیل علی اتصالہا بالبدن نشی فی هذا الادراک
 بل الظاهر انہ لیس بشرط کما انہ لیس بشرط فی العلم بالمعقولات ونحن یکفینا بآیات امکان
 ذلک عقلاً فاذا دمجہم اتبع صواعق الہیہ میں ہر کلامی را کہ درینجا منسوب بسوی مولوی شاہ
 عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کردہ بدین نسبت باورند ارم چہ از ادلہ شرعیہ و از انچہ درین کلام بدین
 تقرب مذکور شہوت شعور و ادراک نیست مگر بقدر ماتیلند و تیا لم نہ انقدر کہ زائران قبر راست ناسد
 سلام و کلام ایشان خود شنود و قوا عد فلسفی دلالت نمیکند مگر براینکہ ادراکات سابقہ نفس بعد مفارقت
 ترقی می یابند نہ بر آنکہ ادراکات جدیدہ این عالم نفس را بعد مفارقت از بدن لاحق میشود و چگونه
 گفتن می توانم کہ نزد فلاسفہ نفس بعد از مفارقت سلام زائر قہر می شنود و اورا می شناسد زیرا کہ این
 شنودن و شناختن اورا جزئیہ ماویہ است و نزد ایشان برای ادراک جزئیہ ماویہ آلات شرط است
 و آنچہ گفتہ اند کہ بعد از مفارقت حاجت آلات نماند مراد آن است کہ چون نفس بعد مفارقت از بدن
 ادراک جزئیہ ماویہ این عالم نکند و ادراکش مقصور بر ادراکات سابقہ و ادراک امور آخرت باشد و در
 بقایای ادراکات سابقہ و ادراک امور آخرت حاجت آلات نیست لہذا اورا بعد از مفارقت و ادراک
 او حاجت آلات نماند حیات برای تلذذ و تنعم و تالم را ضرورت نیست ادراک کیفیات این عالم

ل
 مولود فی الدنیا
 شاہ مبارک
 پیغمبر شاہ
 صاحب کی
 مولود ہوا
 در ہذا

سید محمد
 کلامی
 کہ در ہذا
 میں کتاب خانہ
 حضرت مولوی
 نقشبندی
 جمعی
 سید محمد

و شمار را تیر حیات بہین قسم ست و استبشار از حال پس ماندگان ہر یافت از اعلام خدا تعالی باشد
 نہ از خود شنیدن و دیدن حال پس ماندگان سلام مروتی و ہم کلامی بآنانکہ ما نورست برای تحسیر
 و غیرہ اچھا ست نہ برای اسباب آہنا انتہی مختصر ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کا کلام جس حیثیت
 باور نہیں کیا گیا ہے یہ کوئی وجہ مقول نہیں یہ بات جو شاہ صاحب فرما گئے ہیں یہ وہی امر جو جس
 تمام احادیث کی کتابیں مالا مال ہیں تو یہ امر لازم آئیگا کہ یکس کتب احادیث کا انکار کیا جائے
 شرح الصدور میں ابن عباس رضی سے مروی ہے ہر ہر بقبر موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 و ہوا قائم یصلی فیہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزر
 کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ قبر میں نماز پڑھتی ہیں خیر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو نبی تھی حضرت
 ابن عباس سے بعض اصحاب کی ایک قبر پر ڈیر لگانے کی اور نیت سے سورۃ ملک شنی کی روایت
 لکھی ہے جسے ہم نے سابقاً لکھا ہے پھر علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں کمال الدین نہ ملکانی عمل
 المقبول فی نہایا راتۃ الوسول میں کہتے ہیں ہذا الحدیث واضحہ الدلالة علی ان
 المیت کان یقرب فی قبرہ سورۃ الملک یعنی اس حدیث سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ میت
 اپنی قبر میں سورۃ ملک پڑھتے تھے غرض علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں بہت سی وقائع اس
 قسم کی لکھی ہیں جسکا استیعاب اس مقام پر بہو نہیں سکتا بیان تک لکھا ہے کہ جب آدمی مرجا تا ہو
 جسکا قرآن پورا یاد نہیں ہوا تو فوشے اوسی قرآن شریف یاد کرتی ہیں اس مضمون کی بہت
 سی احادیث اوہمیں موجود ہیں چنانچہ مروی ہے قال رسول اللہ صلعم من قرء القرآن
 ثومات قبل ان یموت یرفعہ اللہ علیہ فی قبرہ ویلقی اللہ وفہ
 استظہر یہ حکم ہے کہ کفن مردوں کا اچھا ہے اسلئے کہ وہ آپس میں ملتے ہیں عن ابی پھریرا
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسنوا الکفان موتا ک
 فانہو نینا و ہم فی قبورہم اگر انکو اور اک و شعور نہ ہوتا تو آپس میں ملاقات کیونکر ہوتی عمدہ کفن
 بنانے کی ضرورت کیا تھی موتی کو زوار کا علم ہوتا ہے سلام کا جواب دیتے ہیں اس قدرے میں بھی
 بہت سی احادیث شرح الصدور میں موجود ہیں عن عائشہ قالت قال رسول اللہ
 اللہ علیہ وسلم ما من احد ینزل قبر اخیه ویجلس علیہ الا استأنس

یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مسلمان اپنے بھائی
 کی قبر کی زیارت کرتا ہو اور قیر کے پاس بیٹھتا ہو اور اس میت کو اس سے انس ہو جاتا ہو عن
 ابن عباس قال قال رسول اللہ ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفہ
 فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ و مراد علیہ السلام یعنی جو شخص اپنے ایسی
 بھائی مسلمان کی قبر سے گذرتا ہو جس سے دنیا میں ملاقات تھی اور سلام کرتا ہو تو میت اس سے
 پہچانتی ہو اور سلام کا جواب دیتی ہو اگر اس قدر احادیث اپنی ظاہر پر محمول نہ کی جائیں گی اور صرف
 تحسیر مقصود ہو گا تو الفاظ لغوی میں معنی ٹھہریں گے لغو ذالسد پھر نہ یہ نجری و دہانی میں فرق کیا رہا
 اسی طرح نجری جو امور خلاف عقل کی نظر آتے ہیں اور اسکا انکار کرتے جاتے ہیں بطور نمونہ بہشت
 کے متعلق ایک تقریر تفسیر نجری کی لکھتا ہوں تاکہ صاحب صواب حق کے کلام کا اس سے موازنہ
 کر لیا جائے انہی آیات کی نسبت دو مختلف و مانعوں کے خیالات پر غور کر دیکر تربیت یافتہ
 دماغ خیال کرتا ہو کہ وعدہ وعید و فرخ و بہشت کی جن الفاظ سے بیان ہوئے ہیں ان سے لینے
 وہی اشیاء مقصود نہیں بلکہ اسکا بیان کرنا صرف اعلیٰ درجے کی خوشی و راحت کو فہم انسانی کے
 لائق تشبیہ میں لانا ہو اس خیال سے اسکی دلیلیں ایک بے انتہا عمدگی فہم جنس کی اور ایک مغیب
 اوامر کے بجا لانے اور نو اہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہو اور ایک کوڑے مغر ملا یا شہوت پرست زاہد یہ
 سمجھتا ہو کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیں گی شرابیں پیئیں گے میوے
 کھاویں گے و دودھ و شہد کی ندیوں میں نہاویں گے اور جودل چاہیگا وہ مزے اور اینگے اور اس لغو
 اور بہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجا لانے اور نو اہی سے بچنے میں کوشش کرتا ہو انتہی
 لغو ذالسد من تلك الخرافات باقی رہا یہ امر کہ حکما کے اصول نفس بعد مفارقت جسم کے
 مدرک کلیات و جزئیات ہو یا نہیں جب ہم شرعی طور پر اپنے مدعا کو متعدد طریقے سے ثابت کر چکی
 تو اب اسکی چند ان ضرورت نہیں مگر چونکہ خواہ مخواہ ایک قوم کی طرف غلط انتساب کیا گیا ہو
 اور اس ضمن میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا تحفیہ منظر تھا اسلئے ہم مختصر طور پر حکما کا مسلک
 بھی بیان کیے دیتے ہیں نفس کو جب عقل فعال سے لکھ کر اتصال کا حاصل ہو جاتا ہو تو ادراک
 کے لیے اسی آلات کی ضرورت نہیں رہتی اور آلات کی فقدان سے اسکی ادراک کو ضرر نہیں پہنچتا

بلکہ وہ ایسی حالت میں بالذات ادراک کرتی ہیں جس طرح قبل ازین بذریعہ آلات کے ادراک کرتی
اگر ادراک کے مدارک آلات ہوتے تو جب آلات کو مانگی حاصل ہوتی تو بالضرور نفس کو کلال حاصل
ہوتا تجربہ اوسکے خلاف ہوا سلیے کہ اکثر قوی حسہ و حرکتیہ کو انحلال ہوتا ہے اور قوت عقلیہ یا اپنی
حالت پر ہوتی ہے یا اوسمین نمودار دیا ہوتا ہے اور یہ کہ ضرور زمین کہ جب نفس کو مع آلات کے کلال
ہو تو نفس کا فعل باطل ہو جائے آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے تو اوسکی عقل تیز ہوتی ہے حالانکہ آلات
ضعیف ہو جاتے ہیں و مانع کثرت حرکات فکریہ سے کس قدر ضعیف ہو جاتا ہے مگر نفس کے کمالات
قوی و جوان رہتے ہیں چنانچہ اشارات و شرح اشارات علامہ محقق طوسی میں یہ بحث نہایت
بسط سے مذکور ہے شیخ کی تھوڑی سی عبارت بقدر ضرورت بیان لکھی جاتی ہے اذ اکانت النفس
الناطقة قد استفادت ملکہ الاتصال بالعقل الفعال لم یضرها فقد انت
الکالات لانها یعقل بذواتها کما علمت بالکالات فلو عقلت بالکالات لکانت لا یعرض
للالة کلال البتہ الا وقد یعرض للفقوة العاقلۃ کلال کما یعرض لاحوالہ لفقوی الحس
والحکوة ولكن ینس یعرض هذا الکلال بل کثیرا ما ینس الفقوی الحسۃ والحکۃ فی
طریق الانحلال والفقوة العقلیۃ اما بالنسبۃ واما فی طریق النمو والازجیاد ولبیذ کان یعرض
لها مع کلال الالات کلال یجانب لایکون لھا فغان بنفسها اس مقام پر یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ دلیل ادراک
جزئیات میں اچھی طرح جاری ہوتی ہے اسلیے کہ آلات سے ادراک جزئیات کا ہوتا ہے اور بیان
موازنہ و مقائسہ ادراک نفس بذریعہ آلات و بغیر ذریعہ آلات میں ہر دو سراسر تو تسل کی پہلی
صورت ایسی ہے کہ اگر مقامات دور دراز زمین رکھ کر انبیاء الدوا و الیاء الدوا سے تسل کیا جائے عام
ازینکہ وہ حیات ہوں یا عالم برزخ میں تو قرب و بعد یکساں ہوا سلیے کہ اوسمین اصل سبب خدو
کریم ہے بزرگوں کا ذکر صرف بلحاظ توجہ خاص باری تعالیٰ کے کیا جاتا ہے اگر ہم کہیں کہ خداوند بخت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہماری مغفرت کر تو اوسمین ذکر آنحضرت کا اس لیے ہو کہ بارشعائے
بلحاظ آپ کی حرمت کے ہمارے گناہوں سے درگزر ایسے تو تسل میں صرف سائل کا سوال جو
تو تسل کے ضمن میں کیا گیا ہے کافی ہے البتہ دوسری صورتوں میں وسیلے کو اسکا علم ضروری ہے
نہیں تو وسیلہ ٹھہرانے کی ضرورت ہی کیا ہے اول صورتوں کا منشا یہ ہو کہ وسیلے سے اس امر کے

دوسرا امر انبیاء الدوا و الیاء الدوا کے حکم کا غیب کا امر ہے

احتیاج پیش کیا کہ وہ اپنی طرف سے خداوند عالم کی درگاہ میں دعا کریں تاکہ مسائل کی حجاب
 اوکی اس دعا کے لحاظ سے برائی خداوند کریم او کی طرف انجلاخ کی نظر سے توجہ فرمائی ہم کہتے ہیں کہ
 اگر انبیاء السلام و اولیاء السلام کو منازل بعیدہ سے خداوند کریم استغاثہ کی استغاثہ پر آگاہ کر دے
 تو خلافت شرع نہیں ہو سکتا نہ اس میں کسی قسم کی قباحت ہو انبیاء السلام کے لیے علم غیب بالعرض
 یعنی جس کے حق تعالیٰ جل شانہ نے تعلیم کے بجای خود ثابت ہو حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو و علمک
 مالم تکن تعلم یعنی ہم نے آپ کو وہ چیزیں سکھائیں جو آپ نہیں جانتے تھے یعنی علم غیب
 ابن خازن لکھتا ہے و قیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم و قیل معناه و علمک من
 خفیات الامور و اطلعک علی ضمائر القلوب و علمک احوال المنافقین و کیدھم مالم تکن تعلم
 یعنی اسکے معنی میں اختلاف ہے بعض مفسرین کہتے ہیں سکھایا آپ کو علم غیب جیسی آپ نہیں جانتے
 بعض مفسرین کہتے ہیں آپ کو چھپی ہوئی امور بتائے اور دلکی ارادوں پر اطلاع دی اور منافقین
 کی حالات اور ان کی مکاری پر اطلاع دی جسکی اطلاع آپ کو نہ تھی ضمائر قلوب پر مطلع ہونے سے
 یہ بھی بات ثابت ہو گئی کہ کچھ ضرور نہیں کہ استغاثہ توسل بلند آواز سے یا چیخ چیخ کر کیا جائے
 تفسیر سراج الحائق میں ہے کہ آن علمیت ما کان وما سیکون است کہ حق تعالیٰ سبحانہ و شب
 اسری بدان حضرت عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش و خلق میں تشریف
 فعلت ما کان وما سیکون علم ما کان وما سیکون ایسا حاوی جملہ ہے کہ اس سے
 کوئی شے خارج نہیں ہو سکتے جب تمام شے پر آپ کا علم حاوی ہو عام از نیل آپسے او کو تعلق ہو یا نہ ہو
 تو جو امر خاص آپ سے متعلق ہو اسکا علم تو بی شک آپ کو ہو گا صحابہ کبار آپ کو دانای علم غیب
 جانتے تھے بیشک خداوند کریم نے آپ کو علم غیب سکھایا مواہب لدنیہ میں ہے فکل ما و مرعہ عنہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من الانباء المنبئۃ عن الغیوب لیس ہوا عن اعلام اللہ تعالیٰ
 بہ اعلاماً علی ثبوت نبوتہ و دلائل علی صدق رسالتہ و قد اشتهر و انشہر
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن اصحابہ بالاطلاع علی الغیوب حتی ان بعضہم یقول انما
 اسکت فواللہ لو لم یکن عنہ من یخبرہ لا خبرتہ حجازہ البطحاء یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم یا دوسری انبیاء علیہم السلام نے جو غیب کی خبر دی ہے یہ وہی خبریں ہیں جنکی اطلاع اللہ تعالیٰ

نے اس لیے دی تاوانکے ثبوت نبوت و صدق رسالت کی دلیل ہو تمام صحابہ آپ کو عالم غیب سمجھتے
 تھے یہاں تک کہ صحابہ السہمین کہتے تھے کہ چپ ہو رہو اگر کوئی شخص آپ کو اطلاع دینگا تو مکی کی ٹھیکریا
 اطلاع دینگی غرض آپ پر مخفی نہ رہیگا جہاں علم غیب کی نفی آئی ہو وہاں غیب سے مراد بلا واسطہ
 ہر جو خاص جناب باری کے ساتھ ہر شرح مواہب لدنیہ زرقانی میں ہو وقد تقاضت
 الاخبار وانفقت معانہا علی اطلاعہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الغیب
 کما قال عیاض ولا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ و
 قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستنکرت من الخیر لان المنفی علمہ صریح اسطہ کما افادہ
 المتن اما اطلاعہ علیہ بعلوم اللہ فمحقق بقولہ الامراض الغیبیہ من سواہ یعنی احادیث متواترہ ہی یہ بات
 ثابت ہوتی ہو کہ آپ کو علم غیب تھا چنانچہ قاضی عیاض نے ایسا ہی کہا ہے یہ احادیث منافی
 ایسی آیات کی نہیں ہیں جسے یہ بات پائی جاتی ہو کہ سوا اسی اللہ تعالیٰ کے کوئی عالم غیب نہیں
 اس لیے کہ آیات کا منشا یہ ہو کہ سوا اے اللہ تعالیٰ کوئی عالم غیب بلا واسطہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے
 اعلام سے آپ کا علم غیب ہونا خود آیت سے ثابت ہو اس مقام پر کئی شبہ وارد کیے جاتے ہیں
 پہلا شبہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہو کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ایسی چیز کی خبر دی تھی جو کل ہونیوالی تھی تو او نے اللہ تعالیٰ پر افترا کیا اللہ تعالیٰ
 فرمایا ہر قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ تقویت الایمان پر ہے
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا کو کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات
 جانتے تھے او شرعیت کی ادب سے منہ سے نہ کہتی تھی سو وہ بڑا ہونا ہو بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا
 نہیں فقط ہم کہتے ہیں کہ غیب کی دو قسم ہیں بالذات جو تمام کلیات و جزئیات کو حاوی ہو وہ بالعرض جو بعض
 امور کا غیب باعلام اللہ تعالیٰ ہو غیب بالذات اللہ تعالیٰ سے خاص ہو جس کا ذکر اس آیت مذکورہ میں ہو غیب
 بالعرض انبیاء اللہ و اولیاء اللہ ہوتا ہو تو اس آیت سے غیب بالعرض کے نفی نہیں نکلتی اللہ تعالیٰ اپنی
 کلام پاک میں صاف فرمایا ہر دلا یظہر علی غیبہ احد الامن امر ترضی من رسول
 یعنی کوئی شخص اس کے غیب پر مطلع نہیں لیکن وہ پیغمبر جس کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب سکھایا اس
 آیت سے دو امر ثابت ہوئے پہلا امر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بعض علم غیب پر مطلع فرمایا

دوسرا امر انبیاء کی علم غیب کو بھی علم غیب کہتے ہیں اس لیے کہ ستنے متصل ہر اس لحاظ سے
اطلاق علم غیب کی نفی نہیں ہو سکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہو مولوی خرم علی نے اس مقام
مطلق غور نہ کیا اور خلاف مصداق آیت کے نصیحت المسلمین میں لکھا کہ یہ او کو اللہ تعالیٰ
کے بتانے سے معلوم ہوا تھا اس کو علم غیب نہیں کہتے فقط ہم کہتے ہیں کہ جب قرآن شریف سے
یہ بات ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عن امر قضیٰ من رسول کو دانا ہی علم غیب کیا تو اوپر علم غیب کا
اطلاق بلاشبہ صحیح ہی مسلمان کی یہ شان نہیں ہو کہ ایسے امر کا انکار کری جو قرآن شریف سے ثابت ہو

۵۴

ہر کہ بافولا و باز و جبہ کرد | ساعد نسکین خود را رنجہ کرد

الفرض جہاں قرآن شریف میں غیب کا اختصاص باری تعالیٰ سے ہی یا غیب کی نفی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی ہے جیسے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وہاں غیب سے غیب بالذات مراد ہو اس سے غیب بالعرض کی خصوصیت یا نفی نہیں ثابت
ہوتی خصوصاً ایسی صورت میں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں غیب بالعرض کو مستثنیٰ فرمایا،
جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی علم خاص ہو جو ہر کلیات و جزئیات پر محیط ہو
تو اگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو اکثر مغیبات پر اطلاع دی یا اول و مغیبات خمسہ پر آگاہ
فرمائے جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس لا یعلمہن الا اللہ تعالیٰ تو کچھ
مضائق نہیں ہر اس لیے کہ یہ امور خمسہ جزئیات معدودہ ہیں علم محیط نہیں جو کلیات و جزئیات پر
حاوی ہو شیخ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں ولان اکثر علوم نبینا صلی اللہ علیہ
وسلم یتعلق بالمغیبات بدلیل فعلت علم الاولین والآخرین ولانہ تعالیٰ خص
به لکن من حیث الاحاطۃ والشمول یعلمہ بالکلیات والجزئیات فلا ینافی ذلك
اطلاع اللہ تعالیٰ بعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتیٰ من الخلق قال فیہن صلی اللہ علیہ وسلم
نخستین الا اللہ تعالیٰ لہا جزئیات معدودہ لا غیر یعنی اکثر علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مغیبات سے متعلق تھی اس لیے کہ آپ کو علم اولین و آخرین کا سکھایا گیا اللہ تعالیٰ سے جو علم غیب
مختص ہو وہ تمام کلیات و جزئیات کو حاوی ہی پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض خواص کو بیشتر
مغیبات پر مطلع فرمایا تو کچھ مضائقے کی بات نہیں ہوتا آنکہ وہ پانچ امور حکما ذکر قرآن شریف میں ہی

اونیہر سچی مطلع فرمایا تو کچھ مضائقہ نہیں ایسے کہ یہ خبریات محدود ہیں دوسرا شبہہ بخاری
 ذکر کیا کہ سچ سے قول ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے پھر گھر میں داخل ہوئے جب شادی
 ہوئی تھی سیری پھر بیٹھی میرے پاس سند پر جیسا تو بیٹھا ہی میرے پاس سود و ہن شروع کیا
 کچھ چوکریوں ہماری نے کہ وقت بجانے لگیں اور ذکر کر کے لگیں اون لوگوں کا کہ مارے گئے تھے
 بڑی ہماری بدین سوا ایک کہنے لگی کہ ہم میں ایک نبی ایسے ہیں کہ جانتے ہیں کل کی بات پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات چوڑی اور وہی کہ جو کہتے تھے تقویت الایمان میں ہو اس حدیث
 سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء و اولیاء اماموں اور شہیدوں کے جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب
 کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر خدا کی بھی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھی اور نہ ان کی تعریف میں
 ایسی بات کہے فقط ہم کہتے ہیں کہ اس ممانعت کا یہ منشا نہیں ہو کہ آپ غیب بالعرض نہیں
 جانتے تھے بلکہ اس ممانعت کی وجوہ ہیں پہلی وجہ چوکریوں نے گایا تھا و فیذا نبی یعلم ما فی
 عند اسمین علم کا لفظ مطلق ہر مطلق علم کی نسبت آپ کی طرف نہ چاہیے دوسری وجہ آپ کے
 بسبب علوی مرتبہ کے یہ مناسب نہ جانا کہ وہ جانتے ہوئے اور مشیہ گاتے ہوئے آپ کا
 ذکر مبارک کیا جاوے آبن ملک شرح مفتاح میں لکھتے ہیں و هذا لکراہتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نسبة علم الغیب الیہ مطلقا لانه لا یعلمہ كذلك الا الله وانما یعلمہ الرسول
 من الغیب ما اخبرہ الله تعالیٰ او لکراہتہ ان یدکر فی اثناء ضرب الدف
 و اثناء مرثیۃ القتلى لعلو منصبہ عن ذلک تیسرا شبہہ جب انبیاء اللہ و انامی علم غیب ٹھہرے
 تو پیغمبر اللہ تعالیٰ کے اور انکی علم میں فرق نہ رہا بلکہ دونوں علم میں مساوی ٹھہرے ہم کہتے ہیں
 کہ یہ شبہہ صرف عدم تمایز میں العلمین سے ناشی ہوا ہو دونوں علم کی ماہیت کا سمجھ لینا ضروری
 اس سے خود بخود تمایز ہو جائیگا اور شبہہ باقی نہ رہیگا اللہ تعالیٰ کا علم اسکی صفات قدیمہ ازلیہ
 ابدیہ سے ہر جسمین تغیر و بطلان و حدوث و نقصان طاری نہیں ہوتا یہ علم واحد ہر جس سے
 اللہ تعالیٰ جمیع مخلوقات کلیات و جزئیات و ممکنات و مستحاثات و ماکان و ماسیون کو جانتا ہو
 یہ علم نہ ضروری حادث ہو نہ کسی انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کا علم حادث ہو اللہ تعالیٰ کے اعلام سے
 حاصل ہوتا ہو عام ازیکہ ضروری ہوا نظری علامہ شیخ ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں

ان علم الانبیاء والا ولیاء انما ہو باعلام اللہ لہو وعلما بذلک انما ہو باعلامہ لہو وعلما
 هذا غیر علو اللہ تعالیٰ الذی تفرّد بہ وهو صفۃ من صفاتہ القدیمۃ الازلۃ الدائمۃ
 الابدیۃ المنزہۃ عن التخییر وسمات الحدوث والنقص والمشاركۃ والانقسام بل هو علم
 واحد علم بہ جمیع المخلوقات کلیاتہا وجزئیاتہا ما کان منها وما یکون او یمجد ان یکون لیس
 بضروری ولا کسبی ولا حادث بخلاف علم سائر المخلوقات یعنی انبیاء اللہ واولیاء اللہ
 کا علم ذاتی نہیں ہر بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور یہ کہ جو کچھ علم حاصل ہوا انبیاء اللہ واولیاء اللہ کے
 سکھانے سے اور اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے سکھانے سے نہیں حاصل ہوا بلکہ یہ ایک صفت ہی
 اسکی صفات قدیمہ ازلہ وائمہ ابدیہ سے جو تغیر و حدوث سے منزہ ہے اور ہمیں مشارکت وانقسام
 نہیں بلکہ وہ علم واحد ہے جس سے تمام کلیات وجزئیات ماکان وما یکون کو جانتا ہے نہ عظیم ضرور
 ہے نہ کسبی نہ حادث بخلاف علم سائر مخلوقات کہ وہ حادث ہی عام انیکہ ضروری ہو یا کسبی
 چوتھا شبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بالعرض ماکان وما یکون کا تسلیم کیا گیا
 تو پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں آپ کو کیوں تردد رہا جب وحی نازل ہوئی آپ کو اطمینان ہوا
 ہم کہتے ہیں کہ اس بحث میں یہ بہت بڑا شبہ خیال کیا جاتا ہے شاید مشکیں مکہ بھی اس سے
 بڑھ کر حجت پیش نہ کر سکتے مولوی خرم علی نے یہ شبہ پیش کیا ہے نصیحت اسلمین میں ہے او کا فو
 نے حضرت عائشہ پر تہمت باز دی تھی حضرت کو نہایت رنج ہوا تھا جب بہت روزوں کی بعد خدا نے
 قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے کا فوجوٹے ہیں تب حضرت کو خبر ہوئی اگر آگے سے معلوم ہوتا
 تو غم کیوں ہوتا فقط ہم کہتے ہیں یہ شبہ اصل واقعہ کی حالت یا جسم پوشی سے ناشی ہوا آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل واقعہ میں سے تردد نہ تھا منافقین کی شہرت سے البتہ آپ کو رنج
 تھا اس امر میں وحی کے قبل جو کچھ آپ نے تفتیش فرمائی اس میں محض تشریع منظور تھی وحی سے
 آپ براءت چاہتے تھے تاکہ منافقین کی زبان بند ہو اسی صورت میں کہ غفار طرح طرح سے اپنے
 دل کے پھپھو لے توڑتے ہوں اور ہرزہ سرائی میں مشغول ہوں بدون تمسک وحی کے مقتضای
 مصلحت نہ تھا کہ آپ بطور خود اپنے علم کی بنا پر براءت فرماتے چونکہ وحی میں توقع ہوا اور یقین
 کی زبان بڑھتی چلی آپ کو زیادہ تردد ہوا اگر آپ کو نفس معاملہ میں اطمینان نہ ہوتا اور صرف منافقین کی

یا وہ گوئی سے ملال نہوتا تو نمبر پر رونق افروز ہو کے یہ فرماتے یا معشر المسلمین من بعدی
من راجل قد بلغنی اذاہ فی اہلی واللہ فاعلمت علی اہلی الاخیر یعنی اسی گروہ مسلمانوں کی کون
شخص مجھے معذرت کرے گا ایسے شخص سے جس نے ہمارے اہل کو اویت پونچائی خدا کی قسم تم کو اپنی
اہل پر بخیر کے کسی قسم کی ہنگامی نہیں بیان علم بہ معنی اذعان ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ
آپ کو حضرت صدیقہ رض کے معاملے میں اطمینان کلی تھا صرف منافقین کے ہتان سے تردد
تھا یا پانچواں شبہ حدیث میں ہو واللہ لا ادہی وانما رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم
یعنی قسم خدا کی ہم نہیں جانتے حالانکہ ہم رسول خدا کے ہیں کہ کون سا معاملہ ہمارے ساتھ ہو گا
اور کیا تمہارے ساتھ اس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ آپ کو علم غیب نہ تھا محمد بن عبد الوہاب
کتاب التوحید میں لکھتا ہو وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصحیح واللہ لا ادہی وانما
رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم فہذا الحدیث صریح فی انہ کان لا یعلم امر خاتمتہ فی
حال حیاتہ فکیف یعلم حال تلک المشرکین بعد حیاتہ یعنی اس حدیث سے یہ بات پائی جاتی
ہو کہ آپ کو اپنے خاتمے کا حال معلوم نہ تھا ایسی حالت میں کہ آپ زندہ تھے پھر بعد مرنے کے دوسرے
کا حال آپ کو یونکر معلوم ہو گا ہم کہتے ہیں یہ حدیث منسوخ ہو نا سخ اسکا لیغفر اللہ ما تقدم
من ذنبک وما تأخر ہو طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہر ثانیہما ان یکون منسوخا بقولہ
تعالیٰ لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر شیخ نجدی اور اسکے بیٹے نے جو یہ خیال کیا
کہ آپ اپنے خاتمے کی حال سے واقف تھے صریح مخالف نص قرآنی ہو جب تک قرآن کے معنی
آدمی نہ سمجھی ہرگز حدیث کا صحیح مطلب نہیں سمجھتا چہٹا شبہ یہ کہ لکن انہ انبیاء اللہ کو خدا کے
سکھانے سے علم غیب حاصل تھا بدعتہ فی الدین ہو محمد بن عبد الوہاب لکھتا ہو وما یتفوا بہ عقلا
مشرکین واما نایان المراد نفی العلم والدراۃ التفصیلیۃ المستقلۃ ولا ندعیہ
لانفی العلم باعلام اللہ الذی ندعیہ او انہ کان فی اول الامر ثم القی اللہ علیہ علم
الاولین والاخرین وجعلہ مطلعاً علی ما یکون الی یوم القیمۃ وامثال ذلک
الہفوات فہو ابتداء فی الدین یعنی اہل سنت کی عقلا کہتے ہیں کہ جہاں غیب کی
نفی کی گئی ہو اس سے غیب تفصیلی مستقل مراد ہو جسکا ہم دعویٰ نہیں کرتے جو غیب خداوند تعالیٰ

کی تعلیم سے ہوا و سکی نفی مقصود نہیں ہر ہم اسی غیب کو ثابت کرتی ہیں یا جب غیب کا علم
 عطا ہوا تھا او سو وقت نفی کی گئی پھر علم اولین و آخرین دیگیا یہ سب دین میں ابتداء ہی
 احکم کہتے ہیں عبد الوہاب اور اسکے خلعت کی خوش فہمی اسی سے ظاہر ہو جسکا ثبوت قرآن
 وحدیث سے ہو وہ ابتداء فی الدین نہیں ہو سکتا انبیاء اللہ کا علم غیب باعلام اللہ تعالیٰ
 منصوص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احد الا من
 اراد فی من رسول احادیث سے یہ ثابت ہوگا کیونکہ علم اولین و آخرین تھانہ ہی و داری سے
 مروی ہے آپ نے فرمایا اسرایت را بی فی المنام فی صورۃ شباب لہ و فرۃ فقال یا احمد
 بحر مختص الملاء الاعلی فقال لا ادری فوضع کفہ بین کتفی فوجدت برحہا
 ثلثی فعلت ما فی السموات والارض وتلا و کذلت لنبی ابراہیم ملکوت السموات والارض
 فلیکون من المومنین الحدیث طیبی شرح شکوۃ مین ہر والمعنی اندکسار ای ابراہیم ملک السموات
 والارض و کشف لہ ذلك کلہ فقمہ علی ابواب الغیوب حتی علمت ما فیہا اسرار
 والصفات الظواہر والمغیبات علامہ مالینی حاشیہ شرح البعین ابن حجر مین لکھتے ہیں
 والحق کما قالہ جمع ان اللہ لم یقبض نبینا علیہ الصلوۃ والسلام حتی اطلعه
 علی کل ما ابھم عنہ الا انہ ام یکتب بعض اعلام بعض یعنی جمہور کا قول ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قبل
 انتقال کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب پر مطلع کیا مگر بعض امور کے اخفا کا حکم کیا
 اور بعض امور کے ظاہر کرنے کا انبیاء اللہ پر کیا موقوف ہو اولیاء اللہ بھی بعض علم غیب جانتے
 ہیں شہاب الدین خفاجی شفاء قاضی عیاض کی شرح مین لکھتے ہیں ای اطلاع النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم علی بعض المغیبات باقدار اللہ تعالیٰ لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی
 ذلك لیكون معجزة لہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقع مثله لبعض الاولیاء کرامة لہم
 یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعض مغیبات پر اطلاع دی ہے تاکہ آپ کے لیے
 یہ معجزہ قرار پائی بعض اولیاء اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ بعض مغیبات پر اطلاع دیتا ہوتا ہے تاکہ
 آپ کے لیے کرامت ٹھہری آبن حجر مکی مغیبات کی اطلاع مین شرح ہمزہ مین لکھتے ہیں فقد
 وقع لانیاء علیہم الصلوۃ والسلام والا ولیاء من ذلك ما لا یکن عدہ یعنی

اولیاء اللہ کو بھی علم غیب عطا ہوتا ہے

انبیاء و اولیاء اللہ کو قدرِ مغیبات پر اطلاع ہوتی ہے جسکا شمار نہیں ہو سکتا شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں سنۃ السد بر آن جاری شدہ کہ چون نفس ناطقہ کسباً و حیلۃ بمرتبہ رسد اور از امور غائبہ منکشف شود حضرت غوث پاک ایک قصیدہ میں فرمائی ہیں

واعطانی الرحمن من غیب علمہ ثمانین علما غیر علم الحقیقی
مولوی محمد خلیل بن محمد شریف رسالہ تخصیص علم الغیب میں ہو بری عن العیب میں لکھتے ہیں
اما اذا اعتقد وقال ان فلان الوالی بعلم الجدی من الغیب باعلام الله تعالى
والهامه له فلا يكون عليه ذم ولا ثناء بانه بيان للواقع یعنی جسکایہ عقیدہ ہو
کہ فلان ولی کو اللہ تعالیٰ نے غیبِ جزئی پر آگاہ کیا ہو تو اوپر کچھ گناہ نہیں اسلیے کہ یہ واقعہ کا
بیان ہوا بات اتنی ہے کہ جب ارواح مقدسہ اولیاء اللہ میں نورانیت آتی ہے تو بیشتر نور و
اشراق و موافقت علم و عمل و فیضان انوار الہیہ برہتا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ نور ہدایت قومی
ہو جاتا ہے اور فضا و قلب میں پھیل جاتا ہے پس نقوش و تسمیعی محفوظ و سمین منعکس ہوتی ہیں
اسوجہ سے مغیبات پر اطلاع ہوتی ہے اور اجسام عالم سفلی میں تصوف کرتے ہیں بلکہ فیاض
اقدس کہ مقصود اصلی ہے تجلی ہوتا ہے کما قال بعض اشقات صواعق الہیہ میں ایک احتمال
ضعیف کی اوٹ میں یوں لکھا ہے اطلاع بعض انبیاء و اولیاء بر لوح محفوظ بطریق تفصیل
نہ بطریق اجمال در بعض اوقات اگر تسلیم کر وہ شود مستلزم محفوظ ماندن ہمہ مضامینش در ہر وقت
نیست تا موجب اطلاع ندای منادیان باشد ہم کہتے ہیں کہ جب تک وہ نور و اشراق پہنچا یہ
اطلاع بھی پہنچی اس احتمال سے ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا بعض اوقات یا بیشتر احوال
میں مغیبات کی اطلاع منکرین کی مذاق و مسک کے خلاف ہے اسلیے کہ وہ نفی کلی کرتی ہیں ایجاب
جزئی جسکا مناقض ہے جب بعض وقت لوح محفوظ پر اطلاع تسلیم کی گئی تو نہ انکی اطلاع او کو
منزور ہوگی اسلیے کہ نا بھی ایسی شیا ہے جو لوح محفوظ میں درج ہو شیخ سید مہر موم نے کیا خوب لکھا ہے

یکی پسید زان گم کردہ سرزند	کہ امی روشن گھر چرخہ دہند
زمخشرش بوی پیراہن شنیدی	چرا در جاہ کفناش ندیدی
بگفت احوال مابرق جهانست	ومی پسید او دیگر دم نہانست

گئی بر طارم اعلیٰ شینم +	گئے بر پشت پامی خود ندبیم
اگر درویش بر جائے بماندے	سر دست از دو عالم بر فشاندے

مختصر یہ ہے کہ ممکن ہے کہ انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کو علم غیب کی ذریعہ سے جسکو خداوند کریم نے عطا کیا تو سب کا علم ہو جایا کری خصوصاً ایسی صورت میں کہ عالم برزخ میں روح کو زیادہ تر قوت و صفائی حاصل ہوتی ہے یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات خداوند تعالیٰ اونکو خواص اوس مقام پر پہنچا کر مستغنیین کے استغاثے پر مطلع کر دی اولیاء اللہ کی روح کا وہاں پہنچنا غیر ممکن نہیں بلکہ وجہ شخص واحد کا وقت واحد میں دو مکان میں ممکن ہے بڑے بڑے علمائے اس کمال مکان ثابت کیا ہے اور اسپر بہت سے نظائر پیش کیے ہیں اسکی توجیہ کی تین صورتیں ہیں پہلی صورت تشکل میں جو متعدد ہوں جیسے جنات دوسری صورت طی ارض یعنی زمین ایسی پیچیدہ ہو جس سے مکان واحد سمجھا جائے تیسری صورت جثہ ولی کا ایسا عظیم ہو جو دنیا کو گمیر لی اور ہر چیز کو اس کے مکان میں پائے جیسے ملک الموت منکر نکیر النجلی فی تطور الولی علامہ سیوطی کا اس مقدمے میں ایک رسالہ خاص ہے وہ لکھتے ہیں بیتاھم وان وجود الشخص الواحد فی مکانین فی وقت واحد غیر ممکن بل ہو مستحیل و لیس کما تھمہ ہذا المتوہم من الاستحالة فقد نص الامامة الاعلام علی ان ذلك من قسم جائز الممكن پھر علامہ نے چند علماء نامی و گرامی کا نام لکھتے ہیں توجیہ میں تحریر فرمائی ہیں ملاحظہ فرمائیے فاقول قد نص علی امکان ذلك ائمة اعلام منهم العلامة علاء الدین القونوی شارح الحاوی والشیخ تاج الدین السبکی و کیم الدین الاملی شیخ الحانقاہ الصلاحیة سعید السعداء و صفی الدین ابی المنصور و عبد الغفار ابن صاحب الواحد والعقیق الیافعی والتاجر بن عطاء اللہ والسراج بن الملقن والبرہان الانباسی و شیخ عبد اللہ المنوفی و تلمیذہ الشیخ خلیل المالکی صاحب المختصر و ابی الفضل محمد بن ابراہیم التلسانی المالکی و خلق آخرون و حاصل ما ذکرہ فی توجیہ ذلك ثلاثة امور احدها انه من باب تعدد الصور بالمثل والتشکل كما یقع ذلك للجنان والثانی انه من باب طی المسافة وری الارض من بعد فیراہ الرائي ان کل فی بیتہ وہی بقعة واحدة الا ان الله طوی الارض

ورافع الجبل لما نفعه من الاشراف فظن انه في مكانين وانما هو في مكان
 واحد التلک انه عز رب عظم جثۃ الولی بحيث ملاء الکون فشوهد فی کل مکان کما قلہ بذلک
 مثال ملک الموت ومنکر ونکیر حتی یقبض من مات فی المشرق والمغرب فی ساعۃ واحدۃ ویسألہ
 من قبر فیہما فی الساعۃ الواحدۃ فان ذالک احسن الاجوبۃ فی الثلاثۃ انہی ملخصا
 مولانا عبد الرحمن جامی نقحات الانس میں لکھتے ہیں حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند قدس سرہ
 میفرمود کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان میگفتے اند کہ زمین در نظر این طائفہ چون سفر
 ایست و ما میگویم چون روی ناخن است بیج چیز از نظر ایشان غائب نیست نصیحت المسلمین
 میں ہر عجب لوگ نادان ہیں کہ کوسوں اور منزلوں سے بزرگوں کو پکارتے ہیں کہ حضرت فلاں
 مدد ہماری کرو یہ نہیں سمجھتے کہ وہی اتنی دور سے کیونکر سنیں گے کیا وہی سب عالم میں گشت
 کرتے پھرتے ہیں یا معاذ اللہ خدا ہیں جو سارے جہان میں حاضر و ناظر رہتے ہیں زمین کی میں
 تو دور کی بات سنتی تھے اب مرنے کے بعد غیبی لگے فقط ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کی نادانی
 نہیں ہونی الواقع انبیاء اللہ و اولیاء اللہ منازل بعیدہ سے سن سکتی ہیں افسوس ہو کہ صاحب
 نصیحت المسلمین خود واقف نہیں اور او لٹے لوگوں کو نادان ٹھہراتے ہیں جب حیات انبیاء
 و شہداء و اولیاء اللہ و سماع موتی و انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کا بعض غیب پر مطلع ہونا یا مکہ مختلفہ میں
 ایک آن میں تحقق اچھی طرح ثابت ہو گیا تو اب نہ انکا اثبات تحصیل حاصل یا تطویل لا طائل
 ہو انبیاء اللہ و اولیاء اللہ کے لیے جب حیوۃ سمع حضور سب کچھ ثابت ہوا تو پھر مذاہن مضائقہ
 کیوں خصوصاً ایسی صورت میں کہ خاص تشہد میں ندا کرتے ہوں کوئی نماز اوس سے خالی
 صحابہ نے دیگ میں جلتی جلتی جان نکلتی نکلتی یا محمد اہ کسا ہوا گریہ نامشروع ہوتا تو تشہد میں نہ پڑھتے
 صحابہ ضرور اوس سے اعتیاد کرتی بالتحصیص ایسی حالت میں جب خداوند کریم سے معاملہ
 پیش ہونیوالا ہو علماء محدثین بیشک احتراز رکھتے آسمین حکمت یہ ہو کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں
 ساری ہو اور ہر سلمان کے باطن میں حاضر ہو اس حالت کا انکشاف اچھی طرح نماز کی حالت
 میں ہوتا ہو اور سو وقت محل خطاب کا حاصل ہوتا ہو اسلئے خطاب کیا گیا اس مقام پر دو شبہی واؤ
 ہوتے ہیں پہلا شبہ آپ کی انتقال کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تھے اسکا جواب

یہ ہو کہ یہ روایت دوسری روایات کے خلاف ہو علاوہ برین اس تغیر کے لیے آپ نے حکم نہیں فرمایا چنانچہ ہمارے استاد مولانا محمد عبد الحلیم اذخلہ اللہ تعالیٰ فی جنات النعیم نے رسالہ نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن میں ایسا ہی فرمایا ہے و دوسرا شبہ تشدید میں خطاب بغرض اسماع نہیں بلکہ یہ کلمہ صریح قصہ معراج میں وارد ہوا ہے اویہ صریح باقی رکھا گیا ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ کلمات صریح قصہ معراج میں وارد ہوئے اویہ صریح رکھے گئے ہیں مگر اس سے حکایت معراجیہ مقصود نہیں ہے بلکہ مصلیٰ کو چاہیے کہ ان کلمات کی معانی کا قصد کرے یعنی اللہ تعالیٰ پر خیریت آن حضرت صلی علیہ وسلم پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام یعنی انشاء کا قصد کرے نہ اخبار کا نہم الفائق شرح کثر الدقائق میں ہر کلام ان یقصد فی الفاظ التثہد معناھا التی وضعت لہ کا نہ یحیی اللہ تعالیٰ وسلمو علی نبیہ وعلی نفسہ وعلی اولیاء اللہ تعالیٰ ای اسہ یقصد الا نشاء ہذہ الفاظ الاخبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لیے خطاب کیا گیا ہے تاکہ سمجھا جائے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی است کی نمازی مکشوف ہوتی ہیں تاکہ یہ خیال کیا جاتا ہو کہ آپ اونکی سامنے موجود ہیں اسمین دو فائدے ہیں پہلا فائدہ یہ کہ آپ کو انکے عمدہ اعمال کی اطلاع ہو و دوسرا فائدہ یہ ہو کہ اس حضور کا تذکرہ باعث فریضہ و خضوع ہو شیخ ابن حجر العیاب شرح عیاب میں لکھتے ہیں وخطوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ اشارۃ الی انہ تعالیٰ یکشف لہ عن المصلین من امتہ حتی یکون کالحاضر معہم لیتشہد لہم بأفضل اعمالہم ولیکون تذکر حضورہ سبباً لئلا یشعروا بالخضوع و الخضوع مصلیٰ کو چاہیے کہ جب السلام علیک ایہا النبی کہے تو زوضہ شریف کا قصد کرے خواہ الدوائی علی رسالہ ابی زید القیمروانی میں ہو وینبغی اذا قالہ المصلی ان یقصد الی وضوۃ الشریفۃ اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ ندامت کی جائز ہر عام ویکرمہ شاکو قریب ہو یا بعید ویکرمہ تشدید میں ای حروف ندامت ہی علاوہ اسکی تشدید میں بعد اتمثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب ہر اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ قریب وبعید خطاب میں مساوی ہیں جو انکا انحصار اس پر موقوف نہیں ہے کہ ندامت قریب ہو ورنہ تشدید میں مصلیٰ ان الفاظ کے پڑھتے پر ہو ورنہ ندامت کے شیخ عابد رحم میں ہو ویتفاد من ہذا الاکثار جو ان نداء

الميت بعد موته قریباً کان منه او بعیداً عنه ویؤید ذلك ما ثبت فی لفاظ
 التشہد السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ فان ای من حروف
 النداء علی ان فیہ مخاطبة الميت بعد موته ویستفاد منه انہ لا یقتصر علی جوازہ
 علی اشتراط قربہ من الميت بل القرب والبعہ سوا ان فی ہذا الحکم وذلک لان المصلی
 کان مأموراً بہذا القول فی تشہدہ این کان محمد بن عبد الوہاب نجد کے کتاب
 التوحید صغیر میں لکھتا ہے فمن قال یا رسول اللہ اسئلك الشفاعة
 یا محمد اذ اللہ فی قضاء حاجتہ یا محمد اسئل اللہ بک واتقہ الی اللہ بک وکل من نادى بفقہ
 اشترک بشرک اکبر یعنی جو شخص ان الفاظ کو کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ندا کرے
 وہ بڑا مشرک ہے ناظرین پر مخفی نہیں رہے کہ حبشی اور ساقونین دلیل سے ایسے الفاظ سے توسل کا جواز
 ثابت ہوتا ہے باقی رہا نفس ندا وہ مشرک نہیں یا حر و مت نداسے ہر علامہ مجتہد شری کا مسلک یہ ہے
 کہ یا ندا و بعید کے لیے موضوع ہر محمد بن حسن استرا بادی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں فتال
 الذمخشری للبعید بعضی کہتے ہیں کہ قریب و بعید میں مشرک ہے بغض کا قول ہے کہ قریب بعید
 و متوسط میں مشرک ہے علامہ محمد الدین فیروز آبادی قاموس میں لکھتے ہیں یا حرف لنداء
 البعید حقیقۃً و حکماً و قد ینادی بہا القریب توکیداً و هو مشترک بینہما و بینہما
 و بیز المتوسط جب یا ندا قریب و بعید میں مستعمل ہے بلکہ بعید کے لیے موضوع ہے تو نیت اسکے جواز
 میں کسی طرح شبہ نہ رہا جب نیت جائز ہوا تو بلسان شرع بھی مشرک نہیں ہو سکتا کما مر
 تقویت الایمان میں ہے مشرک کرنے والے بڑے احمق ہیں کہ اللہ سے قادر علیم کو چور کر اور کو
 پکارتے ہیں خواہ نبی ہوں خواہ ولی اول تو وہی انکا پکارنا سنتے ہی نہیں دوسری کچھ فتوے
 نہیں کہتے اگر کوئی قیامت تک اونکو پکارے تو وہی کچھ کر نہیں سکتے انتہی یہ تقریر ضمن میں
 اس آیت کی ہے و من اصل صمن یدعو من دون اللہ من لا یتجیب لہ الی یوم القیمۃ وھو
 عزہا ثم غفلوا اس آیت میں نہ پکارنے کا بیان ہے نہ سحر کفار و بتوں کے نبی و ولی سے
 بحث یدعو کے معنی یعید ہیں ضمیر جمع غائب سے بت مراد ہیں عن و عائم سے کفار اگر فرض
 کیا جائے کہ دعا کی معنی پکارنے کی ہیں تو اس سے ایک قسم خاص کا پکارنا مقصود ہے یعنی معبود

سمجھکر بتوں کو پکارنا یہ تقریر تقویت الایمان کی بہ تقلید محمد بن عبد الوہاب نجدی ہر وہ کتاب
التوحید میں لکھتا ہر وقد نص الله تعالى على هذا بقوله ومن اضل ممن يدعو
من دون الله من لا يستجيب له الى يوم القيمة وهو عن دعائهم غفلون
ہر یہ مکیہ میں ہر ہذاہ الايات في حق الاصنام فجعلها ايضا في حق من يعرض عليه
اعمال امته كل يوم غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم واءعمالهم ويستغفر لهم
ويرد سلام كل من سلمو عليه ولو كانوا في كل لحظة اكثر من الف الف ويبلغ صلوة
المصلين حيث كانوا مشاقر الاارض ومغارها كقرصهم والحد اذ قيل يعني یہ آیات بتوں
کے حق میں ہیں اور انکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ڈھالنا کفر صریح والحد قبیح ہے
آپ کی یہ کیفیت ہر کہ ہر صبح وشام سارے اعمال امت کے آپ پر پیش کیے جاتے ہیں آپ اپنی
امت کو انکی صورت و عملوں سے پہچانتے ہیں اور استغفار فرماتے ہیں اور جواب سلام کا دیتے ہیں
اگرچہ ہر لمحہ میں لاکھوں سے زیادہ ہوں درود آپ کی خدمت میں پونہچتا ہر درود بھیجنے والے کے سیکند
دو کیون نہوں تقویت الایمان میں ہر عوام لوگ انبیا اور اولیا کو غیب دان اور حاجت برآر
اور معین و مددگار جانتے ہیں جو امور کہ مختصہ الہی ہیں اس میں انکو شریک کرتے ہیں جیسے سجدہ کرنا
اور اسکے نام کا جانور کرنا اور اسکی منت ماننے اور شکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ میں حاضر و ناظر
سمجھنا اور تصرف کرنے جن نے اللہ کا حق اور اسکی مخلوق کو دیا تو بڑی سے بڑیکہ حق لیکر ذلیل سے
ذلیل کو دیدیا جیسے بادشاہ کا تاج چار کے سر پر رکھ دیا جیسے انتہی ہم کہتے ہیں اگر عوام انبیا و اولیا
کو غیب دان حاجت برآر معین مددگار جانتے ہیں تو واسمیں کچھ مضائقہ نہیں اسلیے کہ وہ سوا
خداوند کریم کے مستقل طور پر ان اوصاف کا متصف نہیں سمجھتے بلکہ انکو مظہر عن الہی سمجھکر
یہ خیال کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے انکو اپنی طرف سے بعض غیب کا علم دیا ہوا انکو ایسے امور کا
حاجت برآر بنایا ہر جو انکے اختیار میں ہر جو انکے اختیار میں نہیں ہر اس میں یہ خداوند عالم کی جناب
میں دعا کرتے ہیں سوا اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تصرف کرتے ہیں اور جان بچا
ہیں سیر کرتے ہیں علامہ سیوطی تنویر الحکک فی امکان روتہ النبی والملک میں لکھتے ہیں فحصل
من مجموع هذه المقول والا حاديث ان النبي صلى الله عليه وسلم حي مجسدة

لن یزکب
بہودہ شریعہ
ہر وہ کتاب
بیکہ و انبیا
اسکی تاویل
میں لکھا ہوا
سے ایشیت
تقریر اور انکے
کی عام فہم
کے گرا کر
جو نہیں
غیب
کے لیے
کے لیے

وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیلث شفاء فی اقطار الارض فی الملکوت سوامی اسکے پانچویں
 دلیل میں کلین اولیاء اللہ کی حیات اور انکا تصرف اسی طرح ثابت کر چکا ہوں تو انکی نذر
 بھی نا شروع نہوگی بلکہ قبر کے سامنی کھڑے ہو کے پکارنا مدد چاہنا انکا ایسا ہی ہو جیسے
 کوئی زندہ زندی کو پکاری یا مدد چاہی کشت الحجاب میں شیخ عبدالوہاب مصری سے منقول ہوتا اذا
 علمت حیات الکمل فلا بأس ان ینادی الواحد منهم من قبرہ کما ینادی النبی
 الحی ویستمد منه کما یستمد الحی من الحی ولا احد من العلماء ولا من الجہلاء ینکر
 ذلک فی الاحیاء وهؤلاء الکمل من الانبیاء والصحابۃ ومن خلدوا ہر کذلک نفس
 سجدہ امور مختصہ باری تعالیٰ سے نہیں ہر سجدہ تعبدی یعنی پیشانی زمین پر حق عبودیت بجالانے
 کے لیے رکنا مختصات باری تعالیٰ سے ہر کسی دین و ملت میں سوامی اللہ تعالیٰ کے سیکو جائز
 نہیں چونکہ یہ غیر خدا کو محرمات عقلیہ سی ہر تغیر ادیان و ازمان سے اسکے حکم میں کیسی طرح فرق نہیں آتا
 جو شخص سجدہ تعبدی غیر خدا کو کرے کافر ہو سجدہ تعظیمی یعنی وہ سجدہ حسین سجود کی تعظیم و تکریم کے
 لیے زمین پر سر رکھا ہو غیر خدا کو کر وہ ہر چنانچہ مجمع البرکات میں قبر کے سجدہ تعظیمی کو مکروہ لکھا ہے
 مسائل اربعین میں شجرۃ الایمان سے مکروہ تحریمی منقول ہر شرح البرزخ میں ہر مادی فی
 الاخبار ان الانسان اذا يصعب عليه امر فينادي وليا من اوليائه الله تعالى فان كان
 حيا يسمعه الرقيم طرفة العين او يعلله الولي يكشف القلوب وان كان ميتا فيسمعه
 الملائكة فيعين له بالشفاعة عند الله تعالى وعليه المشايخ يعني مروی ہے
 کہ جب آدمی مشکل کی وقت کسی ولی کو پکارتا ہو اگر وہ ولی زندہ ہیں تو پلک مارتے ہوا اونکو یہ
 خبر پہنچا دیتی ہو یا کشف قلوب کی ولی کو اسکی اطلاع ہو جاتی ہو اگر ولی کا انتقال ہو گیا ہو تو ملائکہ
 یہ خبر پہنچا دیتے ہیں ولی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں شفاعت کرتے ہیں یہی سلسلہ شریح
 کا ہر شیخ عبدالوہاب شعرانی مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العبودیہ میں لکھتے ہیں وقد
 سمعت سیدی علیاً الخواص رحمہ اللہ یقول اذا سالتہم حاجۃ فاسألوا
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقولوا اللهم انشأ لی بحق محمد ان تفعل لیاکذا فانہ لیس ملکاً یبلغ ذلک لیسوا
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقولون فلا ناسألہ بحقک فاحاجۃ کذا ولذا فلیسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رہے فی قضاء تلك الحجة فيجاء لا بد عاثة صلى الله عليه وسلم مستجبا بقل و كك القول في سوالكم
 الله بآلياته فان الملك يبلغه فيشفق وقضاء تلك الحجة يعني على خواص كما کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ
 سے سوال کرنا ہو تو چاہیے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو فرشتے اس سوال کو
 آپ تک پہنچاتی ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے آپکے حق سے فلاں حاجت کا سوال
 کیا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے اسکی قضاء حاجت کی دعا فرماتے ہیں جو مقبول ہوتی ہے وہی حال
 اولیاء اللہ کا بھی ہے اور انکو بھی فرشتے خبر پہنچاتے ہیں اور وہ بھی قضاء حاجت کی لیے شفاعت
 کرتے ہیں سنت نذریا زعرت میں مترادف ہیں جو طاعت مستحب یا مباح کو کوئی مسلمان اپنے
 ذمہ واجب ٹھہرائے اور وہ طاعت مقصود بالذات ہو اسکی جنس سے کوئی دوسرا واجب مشروع
 ہو اویسی کو منت کہتے ہیں یہی نذریا ز بھی ہے جیسے یہ کہنا کہ اگر بیمار فلاں کام برائے گا تو ہم دو
 رکعت نماز پڑھینگے یا ایک روزہ رکھینگے یا دس فقیر کو کھانا کھلائینگے یا ہم اسکا ثواب فلاں
 بزرگ کو بخشینگے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر بیمار کام برائے گا تو ہم نچ دیکھینگے یا ایک پہر کا روزہ
 رکھینگے یا بیچ وقتی نماز پڑھینگے یا غسل یا وضو کرینگے یا کسی مریض کی عیادت کرینگے تو انپر
 نذر کی تعریف صادق نہ آئیگی اولیاء اللہ سے جو نذر ہوتی ہے اسکی نسبت مولوی عبدالحی صاحب
 دہلوی بعض استفتا کے جواب میں لکھتے ہیں نذر بنام بزرگان مقرر کردن باین طور کہ نہ طعام
 خواہم داد و ثواب آن از طرف خود بروح فلاں خواہم رسانید مشابہ اینکه طعام لصاحب کمال
 بخوراند ہمین قدر تفاوت است کہ زیدہ آن طعام را می خورد و وفات یافته را بدل آن طعام
 کہ نامش ثواب است خواہد رسید این طور نذر بزرگان رواست بطور دوم آنکہ طعام و دادن
 نقد یا جنس را نہ نقد بلکہ چنان پندارد کہ دادن و خوراندن صرف بنام ایشان موجب بخشی
 ایشان نہ آنکہ اولاً این عمل برای خدای تعالیٰ باشد و خدای تعالیٰ بکرم خود جزای نیک از
 ہر قسم کہ باشد و عہد فرمودہ پس ثانیاً آن ثواب بروح بزرگی رساند این طور دوم نذر درست
 نیست لیکن آن طعام حرام نمی شود و طعام خود حلال است و چون بہر جنس اینچنین نذر
 واقع می شود مال بہر جنس ہمین است کہ حلال است گو نذر روانہ باشد یا نہ ہو برسان الدین صاحب
 رسالہ نذر میں لکھتے ہیں نذر مخصوص است برای خدای تعالیٰ چہ نذر عبادت است و او مختص است

نذر بنام بزرگان اور انکے طعام

بمجموعه حقیقی اما نذر یک مسلمانان بنام بزرگان و دیگر مردگان مقرر کنند ماول است باینکه نذر بزرگان
 خدای تعالی است و ثواب او بآنها چه بین است ملاجیون و منزه فیسیر احمدی فرموده اند اما بحسب
 التذکره فقد تقر بان التذکره بغير الله حرام و نذر الا و لیاء ماول بان التذکره لله و ثوابه
 له و اما معامله نذر این است که نذر بنام غیر خدای تعالی حرام است اما نذر یک بنام اولیا و الصغار
 سر هم مقرر میشود تا ویل و بیان مغیش اینک این نذر است برای خدای تعالی و ثواب او بروح مقدسه
 اولیا و اضافت بادی ملا بست است نه آنکه نذر مخصوص است برای آنها و این معنی بالاتفاقست نیز
 مراد میتوان شد مراد آن است که در کلام مسلمانان عاقل معنی نامشروع حمل نتوان کرد بهین است معنی
 شرعی حاجی محمد فیج الدیخان مراد آیوی در ترجمه بدو رسافه نگاشته نذر بزرگان که برای قضاء
 حوائج معمول و مرسوم است حقیقت آن نذر آن است که هدای ثواب طعام و انفاق و بذل مال
 بروح است که امر است سنون از روی احادیث صحیح ثابت مثل آنچه در بخاری و مسلم از حال سعد و غیر آن
 و برین نذر ملزم نمیشوند پس حاصل او این است آن شفیعینی مثلاً اهدی ثواب هـذا
 القدره الى و هـ فلان ذکر ولی برای تعیین عمل مند و رست برای مصرف و حکم نیجیب الوفا و به لایه
 قریبه معتبره فی الشرع آری اگر آن ولی را احلال مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد کند
 بنجر بشرک و فساد دیگر و دانتی یعنی آن ولی را کشاینده مهمات و برآرنده حاجات بالاستقلال یا
 بر حکم آن قادر و ذواجلال دانید یا شفیع غالب اعتقاد کند و بداند خواه مخواه کار من از خدای تعالی بزرور
 روا خواهد گشت این نذر هم ممنوع است نه نذر بنام اولیا مطلقا گاهی نذر را بمعنی نیاز میگیرند پس اگر
 کلام از خواص درین زمانه بگوید که بشرط برآمد کار اینقدر طعام نذر غوث الاعظم مقرر کرده ام مرادش
 آنست که ثواب آن طعام بروح پرتوج ایشان خواهم رسانید بطور صلیه بین است مضمون فاتحه
 مرسومه پس ثواب درود و الحمد و قل و هم ثواب بذل طعام مند و بروح آنجناب خواهد رسید بطوریکه
 تحفه و هدیه در زندگانی بزرگان میسرند بمون طرح در عالم بربح ثواب این طعام خواهم رسانید بمعنی
 نادر خوب می فهمد که طعام با مخصوص در آن مقام نمی تواند رسید پس سوای ثواب چه تصور توان
 کرد بمعنی از قسم مجاز است یعنی ثواب الطعام بکذا فهم من کلام شاه ولی السعده و عظیم آن بزرگ و گران
 نادر بنظر آن است که او از مقرران با گاه احادیث است نه آنکه گمانی بالاستقلال می وارد و بالدرایه

رسیدن طعام بفقرا و دیگر مسلمانان موجب ثواب است و تحقیق چون ثواب بروح کسی بگزرسانند رضای او سبحانه و مسترب خواهد شد و بگمان این محرران قسم نذر واجب الادائست و ادن او باغنیایم رواست چه از قبیل مواعید است بطریق صلہ و بالاشاہ ہمدین سخن از کلام محبت مدوح ہم ہم نمی انتی بلخصہ علامہ ابن حجر مکی ہمیشی شافعی سی پوچھا گیا کہ نذر اولیاء اللہ کے لیے صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو در صورت حیات کی منذور نذر الیم کو دینا چاہیے یا نہیں اگر قضا کر گئے ہوں تو کیوں نہ صرف کرنا چاہیے اگر کسی شخص نے یہ نذر کی کہ فلان ولی کی قبر یا چار دیواری پختہ بنا دینگے تو او سپر اسکا ایفا یا نہیں علامتی او سکا جواب یوں تحریر فرمایا النذر للولی الحی صحیح و یجب صرفہ الیہ لا یجوز صرفہ شیء بغيرہ و اما النذر للولی میت فان قصد التاخر تملیک المیت بطل نذرہ وان قصد قربۃ اخری کا ولادۃ و خلفائہ او اطعام الفقلاء الذی عند قبرہ او غیر ذلك من القرب المتعلقۃ بذلك الولی صحیح النذر و وجب صرفہ فیما قصد التاخر وان لم یقصد شیئا لم یصح الا ان اطردت عادة الناس فی نذر الناذر یا نضحہ نذر من المیت و یریدون جہۃ مخصوصۃ ما ذکرنا و علم الناذر بتلك العادة المطرحة المستقرۃ فالظاهر تنزیل نذرہ علیہ خذامہ اذکر وہ فی الوقف من العادة المستقرۃ المرادۃ فی نذر من الوقف تنزل منزلة شرط و النذر للتخصیص لا لکون باطل نعم یؤخذ من کلام الاوزاعی و الزمکشی و غیرہما انہ یصح بقبول الانبیاء و الاولیاء و العلماء کذا لو کان المیت بمکان لا یؤمن علی المیت من سبعہ او ستر کفن او اخر نحو مبتدعہ او کفارہ الا بالتخصیص فلینبذ یجوز بل ینذر فی یوم نذرہ لما فیہ من المصلحتہ کہما یصح الوصیۃ بذلك اس تقریر کا یہ مطلب ہے کہ نذر الیمی ولی کے لیے جو زندہ ہوں صحیح ہے شہی منذور او نہیں زندہ ولی کو دینا دوسرے کو دینا جائز نہیں جو نذر الیمی ولی کی کیجائے جو مر گئے ہوں او سکی کئی صورتیں ہیں پہلی صورت اگر نذر نے تملیک میت کا ارادہ کیا ہے تو نذر باطل ہے دوسری صورت اگر نذر نے یہ ارادہ کیا کہ منذور میت کی اولاد میت کی خلفا کو دی جاگی یا ایسے فقرا کو کھانا کھلایا جائے گا جو ولی کی قبر کے پاس تھی تو نذر صحیح ہے اور منذور کا صرف اسی امر میں ہونا واجب ہے جسکا قصد نذر فی کیا تھا تیسری صورت اگر نذر فی نذر میں صرف کا کچھ قصد کیا تو ایسی نذر صحیح نہوگی لیکن ایسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ لوگوں کی عادت یوں جاری ہو کہ نذر تو عام کرتے ہوں اور خاص صرف مقصود

ہوتا ہو ایسی صورت میں اوس نذر عام کو اوس ہی خاص پر محمول کرینگے مگر اس نذر کی صحت کی
 لیے یہ شرط ہے کہ ناذ کو اس عبادت کی اطلاع بھی ہو اسکی نظیر وقف ہے کہ عادت کو قائم مقام شرط
 کے سمجھتے ہیں قبر کی گنج کرنے کے لیے اگر کوئی نذر کرے تو یہ نذر باطل ہے ہر بان افزا عی و زکشی وغیرہ
 کے کلام سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ انبیاء اللہ و اولیاء اللہ و علمائے مقابر کو گنج کرنا درست ہی
 علیٰ ہذا القیاس اگر کسی شخص کی قبر ایسے مقام پر واقع ہو جہاں یہ خوف ہو کہ اگر گنج نہ کیجائے تو
 لاش کو درندی نکال کے پھاڑ کھاینگے یا کفن کو نباش چور الیجائینگے یا نعش کو کوئی مبتدع یا کافر
 نکال لیگا تو ایسی صورت میں قبر کا پختہ بنانا درست ہے بلکہ مستحب ہے اور اس منسلحت کی خیال سے
 نذر و وصیت دونو جائز ہیں یہ بہت بڑا جواب ہے جس سے ہنسنے تھوڑی سے عبارت لکھی ہے جو غرض
 ہمنے عوام کی نذر میں جس قدر تتبع کیا اور پرائے مردوں سے اور بڑے عورتوں سے دریافت کیا تو
 معلوم ہوا کہ نذر کے سات قسم شائع ہیں جن میں یہ نہیں کہتا کہ اسکے سو کوئی قسم نہیں میرا مطلب
 یہ ہے کہ ہماری تحقیق میں ہی سات قسم پائی گئی پہلی قسم اگر اللہ تعالیٰ ہماری فلاں مراد بر لائے تو
 ایک روزہ اللہ کے لیے رکھوں گا یا دو رکعت نماز خدا ہی کے لیے پڑھوں گا یا اوکی خوشنودی کی لیے
 دس فقیروں کو کھلاؤں گا دوسری قسم یا اللہ بھرت اپنے رسول مقبول کے یا فلاں ولی کے فلاں
 کام ہمارا درست کر دے تو تیرے لیے دو روزہ رکھوں گا یا دو رکعت نماز پڑھوں گا یا دس فقیروں کو
 تیری خوشنودی کے لیے کھانا کھلاؤں گا تیسری قسم کسی نبی یا ولی کی روح پر فتوح کی طرف
 متوجہ ہو کر کہے کہ یا نبی اللہ یا ولی اللہ بھرت فرمائیے اور اللہ تعالیٰ سی مراد میری چاہیے اگر میرا مطلب برائے تو دو
 رکعت نماز نفل کا ثواب یا ایک روزہ نفل کا ثواب یا دس فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا ثواب اپنی روح کو پہنچاؤں گا
 چوتھی قسم اگر ہماری مراد فلاں بزرگ کی توجہ ہی حاصل ہو تو اوس بزرگ کی درگاہ کے مجاوروں کو یا
 فقیروں کو اس قدر زر نقد دینگے یا اس قسم کا کھانا کھاینگے یہ چاروں صورتیں جائز ہیں اور نذر کا ایسا وجہ
 صورت اولی کے جوازمین تو کسی طرح کلام نہیں دوسری تیسری صورتوں میں نذر نبی یا ولی کا بطریق توسل کے
 ہے جو تھی صورت میں نذر ولی کا بطور توسل کی ہوا و ذکر مجاور و فقیر کا بیان صرف ہے یا نچوین قسم یا اللہ اگر میری حاجت
 برائی تو فلاں بزرگ کی درگاہ کی مسجد یا خانقاہ میں روشنی کے تیل جلجھکا یا فرش نبوا و کھانا گوشت کو ادا م ہو
 یہ صورت مختلف فیہ ہے اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ روشنی یا درستی فرش خانقاہ شرعاً واجبات سے نہیں تو

نذر صحیح نہوگی اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ نذر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو نفع اس میں فقیر و کاہن و ذکر بزرگ کا
بیان مصروف ہو تو جائز ہوگا چھٹی قسم کسی بزرگ کو مستقل بالذات خدا کا ساجھی معبود حقیقی
سمجھ کے یہ کہے کہ اگر تم ہمکو بٹیا دو یا مالدار کرو یا ہمارے غلام دشمن کی جان لے تو تو ہم نقد
جس یا نقد تمہاری نذر کریں گے تسا توین قسم کسی بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہے کہ
اگر تم ہمارا یہ کام کرو تو ہم تمہارے نام گائے یا بکرا فوج کریں گے یہ دونوں صورتیں حرام ہیں نادر
کافر ہر بے شبہ بعض جاہل اس قسم سے نذر کرتے ہیں خداوند کریم انکو ہدایت دے ایسی صورت
میں یہ چاہیے کہ ہم اقسام کو بیان کر کے جو قسم خاص حرام ہو اسکی حرمت بیان کریں یہ بہت
بڑی غلطی ہے کہ ایک قسم کے حرام ہونے سے تمام اقسام حرام کہے جائیں جس طرح کسی نامشروع
کو مشروع سمجھا گیا ہو اسی طرح مشروع کو نامشروع کہنا بھی ناجائز ہے مخالفین کی یہ عادت
ہے کہ جزیہ پر حکم کلی دیتے ہیں جس سے مستحبات مباحات کی ازکاب کو کفر شرک بتاتے ہیں اللہ تعالیٰ
اونکو توفیق دے محمد بن عبد الوہاب کتاب التوحید میں لکھتا ہے وکذا جعل ای شیء کان نذراً اوصفاً
لغير الله شره من اغلال الشيطان والشيء المجهول لغير الله حرام ونجس ثم کہتے ہیں کہ نذر
بغير الله حرام ہے اگر ذکر نبی و ولی کا بیان مصروف کے لیے ہو یا بطریق توسل ہو تو جائز ہے اور صدقہ
بغير الله کسی طرح شرک نہیں ہو سکتا ہدیہ مکہ میں ہے النذر بغير الله حرام حیوانا کالمنذو
ام لا واما الصدقة بغير الله فالکلام فيه سهو وجعل يصفه المسموع من عبادة قال قلت يا رسول الله
ايجز ما انت فای الصدقة افضل قال الماء فغيره و قال هذا لام سعد والنذر الشرعي ای ایجاب مالک
بواجب علی نفسه بان يقول لله علی کذا ویقول ان قضی الله حاجتی فعلى کذا مختص بالله تعالیٰ
حرام لغيره بان يقول یا فلان ان قضیت حاجتی فعلى کذا فان الموشى بالحقیقة والمتضرر
فی العالم بلا استقلال لیس لا الله والشیء المنذور الحلال الطاهر فی هذا النذر باق
علی حله وطهارته لا یصدیر حراماً ونجساً وان کان النذر حراماً فان هذا النذر باطل لحو
بینهما لیس للقول النادر المبطل فیہ تاثر وکما ینخرج المنذور فی النذر الصبیح من ملک
المالك لا ینخرج فی النذر الباطل بل باق علی ملکة ویجوز التصرف فیہ بأی وجه شاء اکل
او انفق وهو کسائر مملو کانه وان کان النذر لله وذكر البنی والولی لبيان المصروف وبطریق

التوسل بان يقول يا الله ان قضيت حاجتي اتصدق على خدام
فلان النبی او الولی او اطعم الفقراء علی بابہ و یقول یا الله ان قضيت
حاجتی ببرکۃ فلان العبد فله کذا ای اهدی الثواب لہ او یقول
یا نبی الله یا ولی الله ادم فی قضاء حاجتی من الله ان قضی الله حاجتی اهد
لک ثواب صدقة کذا فالنذر فی هذه الصود کلها جائز انھی مختصرا
ہدیہ ملک کی اس عبارت میں عمدہ مسائل مذکور ہیں جس سے طالب بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے
یعنی خدا تعالیٰ کی سوانح حرام ہر عام ازینکہ نبی کی نذر ہو یا ولی کی اور شیئ منذور قسم حیوان ہو یا غیر
حیوان لیکن کسی میت کو ثواب پہنچانے کے لیے صدقہ دینا جائز ہے اسکا انکار محض جهالت و بیہوشی
ہر سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری ماں مر گئی ہے اس کے لیے کون سا
صدقہ افضل ہے آپ نے فرمایا پانی پھر سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ ام سعد کے لیے ہے نذر شرعی
کہتے ہیں ایسی چیز کو اپنی ذات پر واجب کرنا جو قبل نذر کے واجب نہ تھی مثلاً یون کہتا کہ اے نبی
اگر تو ہمارے حاجت بر لائی تو ہم دس فقیر و نکو کھانا کھلائینگے اس قسم کی نذر اللہ تعالیٰ سے خاص ہے
غیر کے لیے حرام ہر عام ازینکہ نبی کے لیے ہو یا ولی کی مثلاً یہ کہنا حرام ہے کہ یا شیخ عبد القادر چیلانی اگر
آپ ہمارے حاجت بر لائینگے تو ہم دس فقیر و نکو کھلائینگے اس نذر کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عالم
میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے سوا می اللہ کے کسی کا تصرف بالاستقلال عالم میں نہیں نذر حرام سے
شیئ منذور حرام نہیں ہوتی بلکہ وہ بدستور حلال و پاک ہے اس لیے کہ شیئ منذور میں ناذر کے قول کا
اثر نہیں پونچتا نذر صحیح میں منذور مال کے ملک سے نکل جاتا ہے نذر باطل میں بدستور اوسکی ملکیت
میں رہتا ہے ناذر شیئ منذور میں قسم کا تصرف کر سکتا ہے جیسے اپنی تمام مملوکات میں وہ تصرف کا
مختار ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لیے ہوا و ذکر نبی یا ولی کا بیان مصروف کیواسطے ہو یا بطور توسل کے
تو جائز ہے مثلاً یہ کہا جائے کہ اے نبی اگر تو ہماری حاجت بر لائے تو ہم فلان نبی یا ولی کی قبر کے
مجاوروں کو دس روپیہ دیں گے یا وہاں کے فقیر کو کھانا کھلائینگے یا یون کہے کہ اے نبی اگر تو ہماری
حاجت بہ برکت فلان نبی یا ولی کے بر لائی تو ہم دس فقیر و نکی کھانے کا ثواب اونکو پہنچائینگے یا یون

کے یا نبی الہی اولی السدو عا کیجیے کہ ہماری یہ حاجت اللہ تعالیٰ بر لائی اگر یہ حاجت برا لگتی تو ہم دگر حاجت
نماں کا ثواب آپ کو پونچائیے قاضی شوکانی نخر و نذر کو اسوجہ سے حرام کہتی ہیں کہ یہ دونوں امور عبادت میں
اور جو لوگ اسی عبادت میں کہتی اسکا جواب والنضیہ میں یوں لکھا ہے فقل له فلا ی مفتضی
صنعت هذا الصنع فان دعائك للمیت عند نزول امر بک لا یکن الا
بشیء فی قلبک عبر عنه لسانک فان کنت تھدی بذکر الاموات عند عرض
الحاجات مزدون اعتقاد منک لهم فانت مصاب بعقلک وهكذا انکنت تنخر لله وتنذر
لله فلا ی معنی جعلت ذلک للمیت وحملت علی قبرہ یعنی جو لوگ کہتی ہیں کہ نخر و نذر سے
عبادت اموات کی مقصود نہیں ہوتی اوسے یہ کہنا چاہیے کہ اگر ایسا ہی ہوتو تمہنی قربانی یا نذر کیوں کی مصیبت
کی وقت جو تم موی کو بکارتی ہو یہ وہی ام ہر تو تمہاری دلیں ہر اور تہی زبان سے ادا کرتی ہوں اگر اموات کو دہر
بھیجتے ہو سو اسکے تملو اموات کچھ عقیدہ نہیں ہوتو تمہاری عقل میں خلل ہو اسی طرح اگر نخر و نذر خداوند تعالیٰ کے
لیے ہو تو ہر میت کی لیے کیوں اور اوسی میت کی قبر پر لیجانے کا سبب ہم کہتے ہیں کہ نخر و نذر اللہ تعالیٰ
کے لیے ہوتی ہے البتہ اوسکا ثواب کسی بزرگ کی روح پر فتوح کو پونچایا جاتا ہے چونکہ
یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں انکی بزرگی ایصال ثواب کی مرجہ ہی رہی یہ بات کہ بزرگ کی قبر کی
پاس کیوں نخر کرتے ہیں یا کھانا تقسیم کرتے ہیں اسکی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ ہے
کہ بعض مقام پر فقرا ہاتہ نہیں آتے اسلیے قبروں پر لیجاتے ہیں کہ وہاں اکٹھا فقرا پر تکلف
ہاتہ آجاتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ کبھی یوں نیت کی جاتی ہے کہ فلاں بزرگ کی
قبر کے مجاوروں کو یا وہاں کے فقرا کو گوشت یا کھانا کھلایا جائیگا ان دونوں صورتوں
میں کسی بزرگ کے مقبرہ کے پاس قربانی کرنے اور وہاں کے فقرا پر گوشت
تقسیم کرنا یا کھانا بانٹنا ہرگز ناجائز نہ ہوگا اسکا انکار
اگر جنوں نہیں ہوتو ہٹ دہری ہر احمد علیہ
کہ یہ رسالہ اختتام کو پونچیا

تقریر چکیدہ خامہ حکیم محمد عبدالقدوس صاحب سکندر پوری دام مجبرہ

وہاں کہ کتاب کلام محمد خدای ذوالکرام جس کے طور قدرت و نور وحدت سے جملہ افراد عالم کی عزت و زینت ہو قاضی صوفیہ سخن نعت حضرت خیر الانام جس کے جمال جہان آرا پر دل یوسف ناشکیبے آتھی آپ کی ذات پاک باعث افتخار آدم سے آنا سید ولد آدم والا خیر آپ کی عظمت شان کے لیے کیا کم ہے تو لا کہ لما خلقت الافلاک ایک ادنیٰ خاطر داری ہو جو شخص آپ کی رسالت کا قائل نہیں وہ بیشک ناری ہو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہماری نجات کی دلیل ہو آپ کا توسل کوثر و سلسیل ہے اس کی سبیل ہو باقی جس قدر اولیاء اللہ آپ کی امت میں پیدا ہوئے اونکا وسیلہ بھی باعث انجاء مرام ہو اسکے جوازیں پہلا کیا کلام ہو اگر اسٹ دہری سے کوئی نہ مانے ہم اسکے سچمانے میں عاجز و مجہول ہوں منکرین کو سمجھنے کا مقدر زمین آگے کا فرقہ و بابہ توسل انبیاء اللہ و اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم لا طائل بیان کیا کرتے تھے مگر جناب تطاب علی القاب حکمت و فضیلت مآب فاضل اجل عالم باعمل و جید دوران بجان زبان و قلم المتاخرین امام المتکلمین جناب مولانا حکیم وکیل احمد صاحب اودام اللہ الوہب جس کے قلم حقیقت نگار نے گروہ و بابہ کے دلوں پر ہیبت اسلام کا سکہ بٹھا دیا اس زمانے میں ایک رسالہ ثبوت جواز توسل اولیاء و رسل میں تصنیف کیا ہے جس کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ثبات حق میں برق خاطف ہو یا شعلہ طور ہو ہر طرح شعاع پر بیضی مہر جو کہ مخالفوں کی رنگت کا قورق بین السطوین صاف صاف کیفیت توجیح اللیل فی النہار و توجیح النہار فی اللیل پیدا ہو یا یون کیسے کہ بی تکلف کیفیت تبحر میں تھا الانہار ہو یا ہو جواز توسل انبیاء و اولیاء کا کما حقہ اثبات دلائل و براہین میں صرف احادیث و آیات ہو ابن تیمیہ سے آج تک جو حضرات منکر تھے انکا تعاقب کیا مخالفین کا دندان شکن جواب دیا ہے

رقیب روسیہ سی آنکہ اپنی کب جھپکتی ہے

اوسے بھی دیکھ لینے عرش پر جسکی رنگتی ہے

معاندین کو اب اسکا یا را نہیں کہ جواب میں خامہ فرسائی کریں مخالفین کو اسکی طاقت نہیں کہ

اس معرکے میں مقابل ہونے کی ڈھٹائی کریں

تقریر ریختہ کلک گہر سلک مولوی محمد اسعد صاحب سکندر پوری سلمہ

لکھا ہوں پہلے حمد خداوند ذوالکرام

بعد اسکے نعت شہم رسل سرور انام

اس عہد و نعت کا مجھے یا راہنہ کبھی
لا یب مولوی وکیل احمد آج کل
تہذیب انکی باعث تہذیب شرع دین
علم و کما میں ہیں وہ مسند نشین جاہ
لکھا ہوا کہ سالہ اسی کہ لینے جب
سکار تھا جو از نوبل میں بڑا و نخبین
ات امر حق میں دلائل میں بان ہزار
وہ سیر اگر تو یہ ہی مسرہم روز
یہ تو صحن روز عید ہوا وہ شب فراق
میں صفت رخ معشوق حلق میں
کایہ عصا ہوا وہ خون کا ہوا تخت
دو بیج کی وہ کلید یہ مفتاح باب غلد
میں یہ کتاب ہوا اور صاحب کتاب
سحر رواں ہوا تیری طبیعت مگر سرور

لازم یہ ہی کہ عرض کروں حاصل مر
ہیں عالم و فہم و سخن و خوش کلام
اخلاق سی ہوا انکی زمانے میں فیض علم
فن میں مناظرے کی بین بی شبہ وہ امام
یہ جان لو کہ مٹ گئے وہاں یہ تمام
تر وید او سکی یہاں ہی بصرف و احتشام
اور وان میں چند دعوی باطل بی عوام
وہ ہی چہرا غ صبح تو یہ ہی مہ تمام
صبح وطن یہ ہوا وہ شامت زد و نکی شام
وہ ہی بیاض گردن عفت لا کلام
غلماں غلد یہ ہوا وہ شدا کا غلام
دجال کا وہ ظلم یہ جہدی کا عدل عام
تعریف دونوں کی نہوتا حشر بھی تمام
کر ختم او کو طول نہ مقرر کلام

تقریباً خوب لکھی ہو شایاں و مرجا
سننے ہی جسے و جہاں آجائیں خاص و عام

طبع

محمد سید الملک الاعلام والصلوة والسلام علی نبیہ الوسیلۃ الجلیلۃ خیر الانام و علی آلہ وصحبہ العظام الکرام
کہ اندرون نیسبحہ جلیلی یعنی وسیلۃ جلیلیہ مصنفہ علامہ جلیل فہما جلیل جامع مقبول و منقول عمدہ علمی
فحول کشاف معارف معنوی و صوری مولانا حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری حسب فرمائش
جناب مولوی حکیم محمد عبد القدوس صاحب داماد بالفیوض والمواہب کے ہاتھ تمام اقل انام
راجی رحمت وغفران محمد عبد الواحد خان بن محمد مصطفیٰ خان اسکندریہ بھو تہہ الجنان مطبع
مصطفائی واقع محمود نگر لکھنؤ میں بصحت تمام چھاپا گیا نہایت مفید خلائق ہوا

فہرست کتاب مستطاب وسیلہ جلیلہ تصنیف جناب مولوی وکیل احمد مدظلہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲	حمد و ثناء	۲۹	نگوگانی توسل کی صورت اول کو جائز سمجھنا
۳	وجہ تالیف رسالہ وسیلہ جلیلہ	۳۰	ثانی ثالث کا عدم جواز اونکے کلام سے نہیں پایا جاتا
۴	وسیلہ استغاثہ دعا استغاثت استمداد شفعہ تجوہ کی معافی	۳۱	زیارت قبور کے لیے شہر حال جائز ہو
۵	توسل کی پہلی صورت یہ ہو کہ بذریعہ جاہ شخص مقبول کے توسل کیا جائے	۳۲	توسل و استغاثہ کے لیے کسی نبی یا ولی کے قبور پر جانا جائز ہو
۶	توسل کی دوسری صورت یہ ہو کہ انبیاء اولیاء اللہ سے سفارش یا دعا کی درخواست کی جائے	۳۳	مولوی اسماعیل نقویت الایمان میں توسل و استغاثہ کو ٹکڑے کرتے ہیں اپنی شنیوی میں جواز اجماع میں بدعت
۷	عبد الوہاب نجدی و محمد بن عبد الوہاب شافعی کے منکر ہیں	۳۴	ماتہ مسائل محکمات اربعین کا اختلاف اور ان دونوں کتابوں کی تحریف و غلطیاں
۸	نقویت الایمان میں محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوجید کی توضیح ہے	۳۵	منکرین کی پہلی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک ایک ایک نکتہ ذرا یک نکتہ
۹	محمد بن عبد الوہاب فروع کا جواب اور شفاعت بالوجاہت کو مستحکم	۳۶	پہلا جواب استغاثت مخصوص باری تعالیٰ سے نہیں
۱۰	مولوی بشیر الدین قنوجی کی غلط فہمی	۳۷	سید اولاد حسن قنوجی کی غلط فہمی
۱۱	شفاعت بالاذن کے معنی عبد الوہاب راوی کی بیٹے نے دیکھے	۳۸	دوسرا جواب غیر کو منظر حقون الہی سمجھ کے استغاثہ جائز ہے
۱۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مازون ہو چکے	۳۹	تیسرا جواب سورہ فاتحہ میں کوئی آیت احکامی نہیں
۱۳	صاحب انتقاد الریح کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نفس شائع کیا ہو	۴۰	چوتھا جواب یہ آیت قطعیات سے نہیں بلکہ ظنیات سے
۱۴	شفاعت کے اقسام خمسہ	۴۱	منکرین کی دوسری تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ الذین یسألون اللہ عنہم جواب
۱۵	توسل کی تیسری صورت یہ ہو کہ انبیاء اللہ یا اولیاء اللہ سے مقصود طلب کیا جائے	۴۲	منکرین کی تیسری تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ قل لا املك الا یہ اور اس کا جواب
۱۶	یا شیخ عبد القادر جیلانی شیعہ کا تصور ثلاثہ میں داخل ہو	۴۳	منکرین کی چوتھی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ الذین یسألون اللہ عنہم جواب
۱۷	توسل و استغاثہ کا طریقہ	۴۴	منکرین کی پانچویں تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ الذین یسألون اللہ عنہم جواب
۱۸	صورۃ ثلثہ توسل شرعاً جائز نہیں	۴۵	منکرین کی چھٹی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ الذین یسألون اللہ عنہم جواب
۱۹	دعا سے استغاثہ کے جواز میں کسی طرح کا شبہ نہیں	۴۶	منکرین کی ساتویں تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۰	دو صورتیں توسل کی شرعاً ناجائز ہیں	۴۷	منکرین کی آٹھویں تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۱	اولیاء اللہ اور یوں سے استمداد میں فرق ہو اولیاء اللہ سے مدد چاہتے ہیں یوں کی پرستش کرتے ہیں	۴۸	منکرین کی نویں تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۲	حکایت توحید شرعی و شرک شرعی عبادت افعال میں	۴۹	منکرین کی دسویں تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۳	وسیلہ شروع میں مخالفین کی تقریر پر بیان ہے	۵۰	منکرین کی اسی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۴	ابن تیمیہ ابن قیم کیسے قرار کرتے ہیں کہ میں انکار	۵۱	منکرین کی اسی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۵	محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوجید میں استغاثہ کو ٹکڑے کرتے ہیں	۵۲	منکرین کی اسی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب
۲۶	علماء کو خط نے ہدیکہ میں کتاب التوجید کا جواب لکھا ہے	۵۳	منکرین کی اسی تقریر عدم جواز توسل و استغاثہ میں بہ تسک آیہ حسب الذین الایہ سے جواب

۶۳	توحید شرعی کا بیان	۶۳	دین تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۶۵	شرک شرعی کا بیان	۶۴	والذین اتخذوا الآلہ بمعہ جواب
۶۶	اشہاد و استعانت کی اقبالیج کا بیان	۶۵	منکرین کی دسویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۶۷	نصیحت المسلمین کی تقریر کہ اولیاء اللہ کی تخلیق استعانت کے لیے نہیں ہوئی	۶۶	آیت قل اراہکم اللہ بمعہ جواب
۶۸	صاحب نصیحت المسلمین کی غلط فہمی اور اس امر کا ثبوت کہ بعض اولیاء اللہ خاص استہاد کے لیے پیدا کیے گئے	۶۷	منکرین کی گیارہویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۶۹	پہلی دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک فسق آدمی	۶۸	آیت من ظل اللہ بمعہ جواب
۷۰	پہلا خدشہ ابن تیمیہ کا عدم صحت حدیث پر اور اس کا جواب	۶۹	منکرین کی بارہویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۷۱	دوسرا خدشہ قبل خلقت کے آپ شفاعت نہیں کر سکتے تھے	۷۰	آیت و ما اورک اللہ بمعہ جواب
۷۲	پھر توسل کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہو اور اس کا جواب	۷۱	منکرین کی چودھویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۷۳	غیر اخذ حق کے معنی واجب میں دوسرا خدشہ کوئی چیز تو نہیں بھرتی تھی کیونکر جائز ہوگا اور اس کا جواب	۷۲	توسل استغاثہ کی حدیث بمعہ جواب سنا گئے
۷۴	دوسری دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک یا ایہا الذین آمنوا	۷۳	منکرین کی پندرہویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۷۵	تیسری دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک لو ائمتہ اللہ	۷۴	بہک کنت خلف رسول اللہ الحدیث بمعہ جواب
۷۶	محمد بن عبد الوہاب نجدی کی غلط فہمی	۷۵	صواعق آئینہ میں مولوی بشیر الدین کی غلط فہمی
۷۷	چوتھی دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک الایملکون الشفاعة	۷۶	صواعق آئینہ کی تقریر پر پہلا خدشہ
۷۸	پانچویں دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک اننا نزعنا عن اللہ اور تحقیق اس امر کی کہ ارواح مقدسہ تدبیرات سے ہیں	۷۷	صواعق آئینہ کی تقریر پر دوسرا خدشہ
۷۹	چھٹی دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک روایت اس	۷۸	صواعق آئینہ کی تقریر پر تیسرا خدشہ
۸۰	ساتویں دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک ان جلالہ ضریح الحدیث	۷۹	صواعق آئینہ کی تقریر پر چوتھا خدشہ
۸۱	صاحب بلوغ الامین کی غلط فہمی	۸۰	اگر استعانت جائز ہوتی تو اسکی بدولت حضرت علی علیہ السلام سات برس تک کیون اپنی حالت پر رکھے گئے
۸۲	خدشہ اس حدیث میں خود شفاعت آپ کی ہائی جاتی ہو	۸۱	صاحب تقویت الایمان حدیث کا مطلب نہ سمجھے
۸۳	پہلا جواب عثمان بن حنیف نے آپ کی صفات کے بعد اسکے پڑھے کا حکم دیا	۸۲	منکرین کی سولہویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۸۴	دوسرا جواب اگر توسل ناجائز ہو تا تو آپ کی حکم کیون فرماتے	۸۳	حدیث استغاثہ بمعہ جواب
۸۵	آٹھویں دلیل جواز توسل استغاثہ پر بہک ان کان رجل یجاءہ الحدیث	۸۴	منکرین کی سترہویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۸۶		۸۵	لما تزلزلت و اندر عیشہ تک الحدیث بمعہ جواب
۸۷		۸۶	منکرین کی اٹھارہویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۸۸		۸۷	اذا مات الانسان الحدیث بمعہ جواب
۸۹		۸۸	منکرین کی انیسویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۹۰		۸۹	حدیث علی بن حسین بمعہ جواب
۹۱		۹۰	منکرین کی بیسویں تقریر عدم جواز توسل استغاثہ میں بہک
۹۲		۹۱	امتناع عدم بمعہ جواب

۹۱	صاحب صواعق الہیہ کی غلط فہمی	۱۲۵	صاحب تبصرۃ الناقد کی غلط فہمی
۹۲	فہرین دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک صاحب الناس قطب الحدیث	۱۲۶	گشاہ ولی اللہ صاحب کے اشعار توسل میں
۹۳	ابن تیمیہ کی غلط فہمی و وہ یہ سمجھا کہ اگر دعا مقبول نہ ہو تو سائلین کا ایمان جاتا رہتا	۱۲۷	شاہ عبدالعزیز صاحب کی تخریص
۹۴	دسویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک قطب اہل مدینہ	۱۲۸	اولیاء اللہ و صلحا سے استغاثہ جائز ہے
۹۵	گیارہویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک جاہ اعرابی الحدیث	۱۲۹	مولوی حیدر علی ساکن ٹونک کی غلط فہمی
۹۶	بارہویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک حکایات صاحبین	۱۳۰	صاحب رد الملہ بن کی غلط فہمی
۹۸	ابن قیم ایک کتاب میں جواز استغاثہ کا قائل ہے ایک کتاب میں منکر	۱۳۱	مسئلہ ضرب الاقدام الی العراق
۱۰۲	تیرہویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک واذا انفلتت	۱۳۲	حدیث الاتخذ واقری عید کی تحقیق
۱۰۵	چودھویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک والن اراد و نحوہ الحدیث	۱۳۳	امام ابو عقیقہ کی قبر محل اجابت دعا ہے
۱۰۶	صاحب بلوغ البیین کی غلط فہمی	۱۳۴	بعض اولیاء اللہ کا تصرف حیات و ممات میں برابر ہے
۱۰۷	صواعق الہیہ میں مولوی بشیر الدین کی غلط فہمی	۱۳۵	اسما سے جو زمین استغاثہ و توسل
۱۰۸	اخطا اب و اود و نجباء و ابدال کا ذکر	۱۳۶	پہلا امر انبیاء اللہ اپنے مقابر میں ہی وقام میں
۱۱۰	پندرہویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک بینا لثیفہ نعر الحدیث	۱۳۷	بعد مرنے کے حض و شعور باقی رہتا ہے جو شخص قبر سے
۱۱۳	سولہویں دلیل جواز توسل و استغاثہ پر بہ تمسک خذر جبل	۱۳۸	گذرتا ہے اگر دنیا میں اوس سے ملاقات بھی آوے
۱۱۴	جواز استغاثہ پر علما مذاہب اربعہ کا اتفاق	۱۳۹	پہچانتے ہیں احیاء کے اعمال اموات پر پیشہ
۱۱۶	ابن تیمیہ کا فتویٰ جواز استغاثہ میں	۱۴۰	کیے جاتے ہیں وغیرہ
۱۲۰	اشعار اکابر دین جن میں توسل و استغاثہ کیا گیا ہے	۱۴۱	انک لا تسبح المولیٰ کی تفسیق اور حضرت عائشہ کی
۱۲۲	نظر مجھے میں قاضی شوکانی کا قصور فہم	۱۴۲	انکار میں بحث
۱۲۳	نواب صدیق حسن خان نے قاضی شوکانی کی مخالفت کی	۱۴۳	مولوی حیدر علی ساکن ٹونک کی غلط فہمی
۱۲۴	نواب صدیق حسن کا خدا و رسول کو چھوڑنے کے قاضی شوکانی سے مدد مانگ اور مولوی محمد عبدالحی	۱۴۴	انکار سماع موتے میں
۱۲۵	صاحب کا اوند کو متنبہ کرنا	۱۴۵	مولانا شاہ عبدالعزیز کی نعرہ شعور اموات میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱۰	مناشی	مناشی
۷	۱	پر جعون	پر جعون
۸	۱	فاذا	واذا
۷	۷	سبب	سبب
۹	۲۲	سکنتہ	ممکنہ
۱۰	۱۷	پونچنی	پونچنی
۱۱	۱۹	گذر جانا	گذر جانا
۱۵	۱۶	روی	روی
۱۶	۲۰	کثیرہ	کثیرہ
۱۸	۲۰	تبی	نبی
۱۹	۶	یہی	بہی
۲۰	۱۲	اس	اگر اس
۲۱	۶	طلب	مطلب
۲۲	۱۲	روثہ	رواثہ
۲۳	۱۲	یا کہ	بلکہ
۲۴	۱۷	دشمنوں	دشمنوں
۲۵	۲۲	تداری	تداری
۲۶	۲۳	تعبدهم	تعبدهم
۲۷	۱	لیقربون	لیقربونا
۲۸	۱۸	توگر	توگر
۲۹	۲۲	دنیادیہ	وینادیہ
۳۰	۲۰	زائران	زائران را
۳۱	۲	وا	را
۳۲	۲	ہوتی	ہوتی تو
۳۳	۲۰	والتوسل	والتوسل
۳۴	۹	والتوسل	والتوسل
۳۵	۵	کئے	کئے
۳۶	۶	الشفاء	الدعاء
۳۷	۱۵	اسم	اس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴	۱۲	ثمنی	ثمنی
۵۵	۱۵	تنبیان انفاق	تنبیان انفاق
۵۶	۱۸	اللہ	واللہ
۵۷	۱۹	ما دام	ماکان
۵۸	۲۰	المسلم	المسلم
۵۹	۲۰	مسلمان	مسلمان
۶۰	۱۲	توسل	توسل
۶۱	۱۲	یتصرف	یتصرف
۶۲	۷	ایک	ایک کو
۶۳	۸	حدیث	احادیث
۶۴	۱۶	الخیر	الخیر
۶۵	۱۷	پانی	مینہ
۶۶	۲۳	واہ	رواہ
۶۷	۱	القویہ	القوی
۶۸	۲	جبلیہ	جبلیہ
۶۹	۶	تیقزی	تیقزی
۷۰	۱۶	بزبان	بزبان
۷۱	۲	باللہ	یا اللہ
۷۲	۸	الاقتراء	الاقتراء
۷۳	۳	کہ	کہ آپ فرماتے ہیں
۷۴	۱۲	الامیرین	الاثوین
۷۵	۱	لاضطراب	لاضطرب
۷۶	۲	ابن الخذر	ابن الجلا
۷۷	۱۳	مین	بین
۷۸	۲۲	دایہم	ودایہم
۷۹	۸	وغیرہ	وغیرہ
۸۰	۵	جمع	جمع
۸۱	۱۷	فتویٰ	فتوے
۸۲	۱۸	فما	فما
۸۳	۱۹	المیارب	المیارب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۵	۱۲	النعم	انعم
۱۲۶	۱۷	منتجع	منتجع
۱۲۷	۱۷	منع	منع آن
۱۲۸	۲	تستعینو	تستعینوا
۱۲۹	۳	نہین ہوتی ہی	نہین ہوتی ہی
۱۳۰	۱۰	عبر اخبارین غیر	عبر اخبارین غیر
۱۳۱	۱۷	العراق	جمہۃ العراق
۱۳۲	۲۱	المقرین	المقرین
۱۳۳	۱۹	خاص	خاص خاص
۱۳۴	۷	اگر	کہ اگر
۱۳۵	۱۱	الانبیاء	الانبیاء
۱۳۶	۶	حضرتہ	حضرتہ
۱۳۷	۹	ہوتی	موتی
۱۳۸	۷	نزلنا	نزلنا
۱۳۹	۱۶	باب	باب
۱۴۰	۹	انزلنا	انزلنا
۱۴۱	۱۰	ضرب	خرب
۱۴۲	۱	مسلمان اپنی	مسلمان اپنی
۱۴۳	۲۰	النشر	النشر
۱۴۴	۲۰	ہوتا ہی	مین ہوتا ہی
۱۴۵	۵	عن	من
۱۴۶	۱۷	چشم	چشم
۱۴۷	۱۰	فلیكون	فلیكون
۱۴۸	۵	مین	بین
۱۴۹	۶	بعلم	بعلم
۱۵۰	۲۲	یعبہ	یعبہ
۱۵۱	۱۵	یکشف	یکشف
۱۵۲	۴	خیر	جز
۱۵۳	۳	مقتضی	مقتضی

تتمت